امام ابو حنیفہ
سوانح و افکار
تالیف
امانت علی قاسمی
www.besturdubooks.net

امام ابوحنیفہ

سوانح وافکار

تالیف

امانت علی قاسمی

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم حیدرآباد

ناشر: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی

IMAM ABU HANIFA
SAWANEH WA AFKAR

By: Amanat Ali qasmi
Year of Edition: 2016
ISBN:
PRICE: 270

نام کتاب	امام ابو حنیفہ سوانح وافکار
نام مؤلف	امانت علی قاسمی
طبع اول	۱۴۳۷ھ = ۲۰۱۶ء
صفحات	۲۷۰
کمپوزنگ	محمد بُشیر معروفی قاسمی (دارالعلوم حیدرآباد)
زیر اہتمام	شعبۂ نشر واشاعت مدرسہ کاشف العلوم احمد نگر، چمپانگر
رابطہ نمبر	+91 7207326738
ای میل	aaliqasmi1985@gmail.com

پتہ برائے مراسلت

JAMIA ISLAMIA DARULULOOM HYDERABAD
SHIVRAMPALLIy,PO. S.V.P.N.P.A.HYDERABAD-500052.T.S.(INDIA)

﴿ ملنے کے پتے ﴾

☆ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد ☆ مدرسہ کاشف العلوم احمد نگر، چمپانگر، بھاگلپور (بہار)
☆ ثاقب بکڈپو دیوبند (یوپی) ☆ صداقت منزل، اسلام پور، چمپانگر، بھاگلپور (بہار)

انتساب

میں اپنی اس علمی کاوش کو اپنے مشفق والدین کے نام معنون کرتا ہوں، جن کی مخلصانہ جدوجہد، آہ سحر گاہی اور نیک تمناؤں اور آرزؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کی توفیق بخشی، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم فرمائے۔

مدرسہ ریاض العلوم گورینی اور دارالعلوم دیوبند جہاں کے چشمۂ فیض سے میں نے علمی پیاس بجھائی اور جس کے آغوشِ تربیت سے قلم پکڑنا سیکھا اور دارالعلوم حیدرآباد جہاں کے علمی اور تصنیفی ماحول سے ذوق پاکر یہ تحریر وجود میں آئی ہے، اس کتاب کی نسبت ان تینوں اداروں کی طرف کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہوں۔

فہرست عناوین

دوسری فصل

❖ امام ابوحنیفہ کی معاشی سرگرمیاں ❖

﴿تیسری فصل﴾

❖ امام ابوحنیفہ اور تصوف ❖

چوتھی فصل

امام ابوحنیفہ کے سیاسی افکار

پانچویں فصل

امام ابوحنیفہ کی فراست

دوسرا باب	علمی خدمات	١٣٥-٢٠٤

پہلی فصل

❖ امام اعظم ابو حنیفہ بحیثیت محدث ❖

دوسری فصل

❖ امام ابوحنیفہ اوران کا فقہی منہج ❖

تیسری فصل

فقہ حنفی کی تدوین کا شورائی نظام

تیسرا باب	امام ابوحنیفہ اہل علم کی نظر میں	۲۰۵-۲۶۳

﴿پہلی فصل﴾

❖ امام ابوحنیفہ محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل کی نظر میں ❖

دوسری فصل

❖ امام ابوحنیفہ عبداللہ بن مبارک کی نظر میں ❖

﴿تیسری فصل﴾

❖ امام ابوحنیفہ اہل حدیث علماء کی نظر میں ❖

پیش لفظ

نامور عالم دین، فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ العالی

ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد وسکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

بلاشبہ مذہب اسلام ایک آفاقی اور قیامت تک باقی رہنے والا دین ہے، کیوں کہ اللہ نے اپنے تمام بندوں کے لئے اسی دین کو پسند فرمایا ہے: إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الإِسْلَامُ. (آل عمران:۱۹) اوراس کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا ہے: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ. (الحجر:۹) چونکہ دنیا دارالاسباب ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کے لئے بھی اسباب پیدا فرمائے ہیں، پوری اسلامی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں اپنے پسندیدہ دین کی حفاظت کے لئے رجال اللہ اور علماء ربانیین کو پیدا فرماتے رہے ہیں، جنھوں نے دین کی حفاظت اور علم دین کی اشاعت میں عظیم قربانیاں پیش کی ہیں اوراسی کام کو اپنی زندگی کا اہم مشن بنایا ہے، ان ہی اہم شخصیات میں ایک نام امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے خدمت دین اور علوم اسلامی کی ترویج واشاعت اور شریعت مطہرہ کی حفاظت وصیانت کے لئے منتخب فرمالیا تھا، یہ بات امام صاحبؒ سے صرف تعلق اور عقیدت پر مبنی نہیں ہے، بلکہ اس سلسلہ میں خود رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی موجود ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: لو كان الدين عند الثريا لذهب رجل من فارس أو قال: من أبناء فارس، حتى يتناوله (مسلم:۳۱۲/۲) ''اگر دین ثریا پر ہوتا، تب بھی اسے فارس کا ایک شخص حاصل کر کے ہی رہتا، یا فرمایا: فارس کے کچھ لوگ''

بعض روایتوں میں دین کے بجائے ''علم'' کا لفظ ہے، حافظ جلال الدین سیوطی شافعیؒ نے حضورؐ کی اس پیش گوئی کا مصداق امام ابوحنیفہؒ کو قرار دیا ہے۔ (تبییض الصحیفۃ: ۳،۴) غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں صاحب نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ اس حدیث کا مصداق امام ابوحنیفہؒ اور جملہ محدثین ہیں۔

''صواب آنست کہ ہم امام دراں داخل است'' (اتحاف النبلاء: ۴۲۴)

امام صاحبؒ کی ذات میں اللہ نے وہ خوبی جمع کردی تھیں، جو ایک انسان کو ثریا کی بلندی تک پہونچاتی ہیں، چنانچہ جہاں آپ ورع وتقویٰ، خوف وخشیت، عبادت وریاضت، حلم وبردباری، حق گوئی وبے باکی اور سخاوت وفیاضی میں اپنی مثال آپ تھے، وہیں آپ علومِ تفسیر وحدیث، علم کلام، اور خصوصیت کے ساتھ فقہ وفتاویٰ میں آفتاب ومہتاب تھے، اسی طرح انتہائی ذہین وفطین اور غیر معمولی اجتہادی صلاحیت کے حامل تھے، یہ وہ خوبیاں ہیں، جن کی بدولت آپ ''امام اعظم'' کے لقب سے ملقب ہوئے، اور خود امام شافعیؒ جیسے فقیہ نے بھی اعتراف کیا کہ: الناس في الفقه عيال على أبي حنيفة (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۵۹) یعنی لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کی علمی وفقہی خدمات کو وہ قبول عام عطا فرمایا کہ دور عباسی سے لے کر آج تک عالم اسلام پر فقہ حنفی سکہ رائج الوقت کی طرح چھائی رہی، خصوصاً کثیر مسلم آبادی کے ممالک ہندوپاک، بنگلہ دیش، افغانستان، ترکی وغیرہ ہیں کہ ہمیشہ اسی فقہ کے متبعین کا غلبہ رہا، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

حقیقت یہ ہے کہ جن چند منتخب ہستیوں نے اپنے تابندہ نقوش کی وجہ سے پوری دنیا پر اثر ڈالا ہے، ان میں ایک اہم نام آپؒ کا ہے۔

امام صاحبؒ کی حیات وخدمات پر درجنوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں، اور ان شاء اللہ آئندہ بھی لکھی جاتی رہیں گی، پیشِ نظر کتاب ''امام ابوحنیفہؒ-سوانح وافکار'' بھی اس میں

ایک اہم اضافہ ہے، جو محض ایک تحریر نہیں ہے، بلکہ امام صاحب کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر ایک جامع کتاب ہے، ابواب اور فصلیں قائم کر کے مؤلف کتاب نے حسن ترتیب کا ثبوت دیا ہے، نیز امام صاحب کی زندگی کے بعض مخفی گوشوں کو وا کر کے قارئین کی دلچسپی کا سامان فراہم کیا ہے، اسلوبِ تحریر میں سلاست اور شگفتگی ہے، حوالہ جات کا خصوصی اہتمام ہے۔

اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے مؤلف کتاب محبّ عزیز مولانا امانت علی قاسمی بارک اللہ فی علمہ کو، جنھوں نے بڑی عرق ریزی سے اس کتاب کو مرتب کیا ہے، موصوف دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں، اور کئی برس سے دکن کی ممتاز دینی درسگاہ دارالعلوم حیدرآباد میں حدیث وفقہ کا درس دے رہے ہیں، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس قلمی کاوش کو قبول عام وتام عطا فرمائے، اور آخرت کے لئے بھی ذخیرہ بنائے۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم

(خالد سیف اللہ رحمانی)

خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۲۲/ جمادی الاخری ۱۴۳۷ھ

۱/ اپریل ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

معروف محقق اور مشہور اسلامی اسکالر ڈاکٹر فہیم اختر ندوی صاحب

صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

اسلام کی تعلیمات اگر ہمہ گیر اور رحمت بخش ہیں، تو اس کی طویل تاریخ بھی بڑی روشن اور تابندہ ہے۔ اور علمی خدمات کی تاریخ تو نہ صرف وابستگان اسلام کے لئے بلکہ پوری علمی دنیا کے لئے سرمایۂ افتخار رہے۔ یہ افتخار ان کارناموں اور خدمات پر بھی ہے جو اہل اسلام نے انجام دی ہیں، اور اس ریکارڈ پر بھی ہے، جسے سیرت وسوانح اور تاریخ کے میدانوں میں کمال امانت ودیانت اور تحقیق وتدوین کے اعلیٰ معیاروں کے ساتھ انجام دے کر اصحاب قلم نے محفوظ بنا دیا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ ان دونوں میدانوں میں مالا مال ہے۔

امام ابوحنیفہ کی ذات والا صفات کے ساتھ افتخار واعزاز کے یہ دونوں عناصر جڑے ہوئے ہیں، آپ نے مختلف علوم بالخصوص فقہ اسلامی کی تدوین کے باب میں ابتدائی اور پائیدار نقوش ثبت کئے ہیں اور بنا بریں امام اعظم کا لقب اپنے نام کا حصہ بنا گئے ہیں۔ دوسری جانب آپ کی خدمات اور فکر ونظر پر سوانحی اور تاریخی سرمایہ بھی وقیع پیمانہ پر تیار کیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب ''امام ابوحنیفہ- سوانح وافکار'' اسی زریں سلسلہ کی ایک حسین کڑی

ہے۔اس کے مصنف مولانا امانت علی قاسمی صاحب - زاداللہ فیوضہ - بڑے سنجیدہ، محنتی، علمی وتصنیفی ذوق سے آراستہ اور صالح عالم ہیں۔کتاب کے تین ابواب میں حضرت امام اعظم کی حیات، فکرونظر، خدمات اور آپ کی بابت اہل علم کی آراء کو سلیقے کے ساتھ مصنف نے یکجا کر دیا ہے۔گوکہ یہ تحریر آپ کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، لیکن انھیں ایک کتاب کی شکل دینے کی کامیاب کوشش مصنف نے کی ہے۔کتاب کی مفصل فہرست پر سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوا کہ مصنف نے متعلقہ ابواب کا احاطہ کرنے کی اچھی کاوش کی ہے۔مولانا امانت علی قاسمی نئی نسل کے ایک ابھرتے ہوئے صاحب قلم نوجوان عالم ہیں، ان کا علمی اور قلمی سفر تیزی کے ساتھ رواں دواں ہے، ان کی ذات سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس نیک علمی خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور علم دین کی خدمت میں ان کے قلم وزبان کو ہمیشہ پر بہار و پر تاثیر بنائے رکھے۔آمین۔

محمد فہیم اختر ندوی

۲۰۱۶/۳/۲۳ء

تاثرات

مخلص کرم فرما گرامی قدر جناب مفتی امداد الحق بختیار صاحب

استاذ حدیث وصدر شعبۂ عربی دار العلوم حیدرآباد ورئیس التحریر مجلّہ ''الصحوۃ الاسلامیہ''

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء وأشرف المرسلين، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد.

امام اعظم ابوحنیفہ اسلام کا وہ مینارۂ نور ہیں، جن کی ضوء فشانی قیامت تک باقی رہے گی، آپ نے تحقیق وترتیب، اجتہاد واستنباط اور تدوین علوم کے ایسے روشن اصول دنیا کے سامنے متعارف کروائے، جنھیں بالواسطہ یا بلا واسطہ بعد کے تمام محققین، مجتہدین، مؤلفین ومصنفین اور محدثین اختیار کیے بغیر نہ رہ سکے، آپ کے گراں بار علمی احسانات تلے پوری ملت بیضا دبی ہوئی ہے، اور شاید ہی ہمارے جدید اور روشن خیال طبقے کے علم میں یہ بات بھی ہو کہ دنیا میں ماضی اور حال میں پائے جانے والے تمام قومی اور بین الاقوامی قوانین اور دستور امام صاحب کے مرتب کردہ اصول کے ہی مرہون منت ہیں۔

امام صاحب کے حصہ میں منجانب اللہ جو محبوبیت ومقبولیت آئی، دورِ تابعین سے لے کر قیامت تک شاید ہی اس میں ان کا کوئی شریک ہو سکے، جس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کے تین چوتھائی مسلمان امام کی تشریحات وتوضیحات پر اطمینان رکھتے ہیں، اور آپ ہی کی فقہ کی روشنی میں وہ قرآن وحدیث کے احکام پر عمل پیراں ہیں۔

امام کی جامع، گونا گوں اور قابل رشک زندگی کے مختلف پہلوؤں پر سینکڑوں کتابیں متعدد زبانوں میں لکھی گئیں اور لکھی جاتی رہیں گی، ہر زمانے کے اہل علم وقلم نے

آپ کی پاکیزہ زندگی پر خامہ فرسائی کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی درجنوں کتابیں مکتبات کی زینت اور اہل تحقیق کی آنکھوں کا سرمۂ شداد بنی ہوئی ہیں، نہ اس کی ضرورت ماضی میں ختم ہوئی تھی اور نہ مستقبل میں ختم ہوگی، کیوں کہ ہر محقق اور قلمکار کچھ ایسے گوشوں کو سامنے لاتا ہے جو ماضی میں پس منظر میں ہوتے ہیں، اور کچھ ایسی نئی باتیں صفحۂ قرطاس پر ثبت ہوتی ہیں، جو علمی حلقوں کو شاد کامنی کا سامان فراہم کرتی ہیں، اور تحقیق کی ایک نئی شاہراہ وا ہوتی ہے۔

ہمارے مفتی امانت علی قاسمی صاحب بھی انہیں خوش بخت اور اقبال مند اہل قلم میں سے ہیں؛ جنھوں نے اپنے قلم معجز رقم کو پوری امانت و دیانت کے ساتھ حرکت دی، اور امام کی حیات وافکار پر خوبصورت اور حسین پھولوں کا ایک پرکشش گلدستہ علمی و تحقیقی حلقے میں پیش کرنے کی بھرپور سعادت حاصل کی ہے۔

''امام ابوحنیفہ-سوانح وافکار'' مفتی صاحب کا وہ شاہکار ہے، جس کی افادیت ہر طبقے میں تسلیم کی جائے گی، یہ کتاب اپنے انوکھے انداز، جاذبیت اور جدید موضوعات کی بناء پر ان شاءاللہ داد تحسین اور تمغۂ قبولیت حاصل کرے گی۔

اس کتاب کی کئی فصلیں بالکل منفرد اور ممتاز ہیں، جن سے یہ کتاب امام پر لکھی گئی دیگر کتابوں میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے: امام کی معاشی واقتصادی سرگرمیاں، میدان تصوف میں امام کا مقام ومرتبہ، امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے امام کے تعلق سے اقوال وآراء، اہل حدیث اور غیر مقلدین کے اساطین مذہب کی امام کے تعلق سے ثناء خوانیاں، یہ اور ان جیسے کئی ایک موضوعات وہ ہیں، جن پر ماضی کے مؤلفین و مصنفین نے یکجا، بالترتیب اور مستقل نہیں لکھا، مگر یہ اس کتاب کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس میں ان جیسے موضوعات پر نہ صرف سیر حاصل بحث کی گئی ہے، بلکہ موضوع کا حق ادا کیا گیا ہے، مؤخر الذکر فصل میں تو مؤلف موصوف نے غیر مقلدین حضرات کو آئینہ دکھایا ہے اور خوب دکھایا ہے، حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں اس موضوع پر لکھنے کی شدت سے ضرورت محسوس کی

جارہی تھی۔

مفتی صاحب کی اس سے پہلے بھی کئی مقبول اور مبارک کاوشیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں، ''ردالمحتار علی الدرالمختار'' (فتاویٰ شامی) کی بارہ (۱۲) ضخیم جلدوں پر آپ کا دراسہ وتحقیق زکریا بک ڈپو دیوبند سے طبع ہو چکا ہے، نیز ابھی حال ہی میں ''تحفۃ العبقری شرح سنن الترمذی'' (افادات از علامہ اکرام علی بھاگلپوری، سابق شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل) علمی دنیا میں خوشی ومسرت کی لہر دوڑا چکی ہے، اسی طرح ملک وبیرون ملک کے مؤقر اردو مجلّات اور اخبارات میں بھی آپ کے گراں قدر مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں، آپ کا قلم رواں دواں، زبان شستہ اور شائستہ اور ادب کی چاشنی سے لبریز ہے۔

زیرنظر کتاب میں آپ کی تمام خوبیاں نمایاں ہیں، مجھے قوی امید ہے کہ یہ کتاب اپنے مقصد میں کامیاب ثابت ہوگی اور مفتی صاحب کے لیے صدقۂ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنے گی، اللہ تعالیٰ اس سیاہ کار کو بھی اپنے لائق فخر معاصر احباب کی قابل رشک کاوشوں میں سے کچھ حصہ عنایت فرمائے۔ آمین!

مفتی صاحب کے حکم پر یہ چند بے ترتیب سطریں لکھ ڈالی ہیں، ورنہ میں تو اپنے آپ کو اس شعر کا مصداق سمجھتا ہوں:

یہ رمزی بے بصیرت ہے ترے رتبہ کو کیا جانے
جو ہم رتبہ ہو تیرا وہ ترے اوصاف پہچانے

امدادالحق بختیار
استاذ حدیث وصدر شعبۂ عربی
رئیس تحریر مجلّہ ''الصحوۃ الاسلامیۃ'' العربیہ
جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد

۱۶/ جمادی الاخری ۱۴۳۷ھ/ ۲۶/ مارچ ۲۰۱۶ء

افتتاحیہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ امت کی ان عظیم اور عبقری شخصیات میں سے ہیں، جن کی زندگی اور خدمات کا ایک روشن باب ہے، انہوں نے تدوین فقہ اسلامی کی صورت میں قانونِ اسلامی کا وہ عظیم تحفہ امت کو دیا ہے، جس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی ہے، اس فقید المثال خدمت کی بنا پر امت قیامت تک امام اعظم کے احسانِ عظیم سے گراں بار رہے گی۔

احادیث میں امام صاحب کی مہارتِ تامہ، فقہ کی دقیقہ سنجی، سیاسی بصیرت، غیر معمولی حافظہ اور ذکاوت وذہانت، کامیاب اصولِ تجارت پر مشتمل آپ کی معاشی سرگرمیاں، زہد وتقویٰ اور تصوف وطریقت میں آپ کی نرالی شان، ان جیسی عظیم الشان اور غیر معمولی اہمیت کی حامل صفات سے آپ متصف تھے، یہی وجہ ہے کہ امت کے اخیار وابرار، محدثین عظام اور ائمہ جرح وتعدیل نے آپ کی عبقریت اور تقویٰ وطہارت سے لبریز آپ کی پاکیزہ زندگی کی شہادت دی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی زبان حق کی ترجمان اور جن کا صیقلِ قلم بے داغ اور بے غبار ہوا کرتا تھا، جن کے الفاظ نپے تلے اور عدل وانصاف کی ترازو میں تولے ہوئے ہوتے تھے۔

امام صاحب فقہ اسلامی کے مہر تاباں ہیں، آپ اس مقدس آسمان کے بدر وہلال اور شمس وقمر ہیں، جن کی روشنی اور تابانی سے آج تک امت کا سوادِ اعظم روشنی حاصل کررہا ہے، علم حدیث میں آپ کی فنکارانہ مہارت کا حال یہ ہے کہ آپ محدثین کے سرخیل وقدوہ شمار ہوتے ہیں، آپ نے علم حدیث میں مختصر ہی سہی؛ لیکن وہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے کہ آج بھی محدثین آپ کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہیں، اور آپ کے ضیاء گستر اصولوں

سے رہبری ورہنمائی حاصل کرتے ہیں، بلا شبہ آپ امام اعظم کے لقب کے مستحق تھے، اور امت نے آپ کو اس اعزاز سے نوازا، اور یہ لقب آپ کے نام کا اس طرح جز بن گیا کہ جب بھی امام اعظم بولا جاتا ہے تو علم وتحقیق کی دریا کا ہر شناور آپ کو ہی مراد لیتا ہے۔

یہ کتاب حضرت امام اعظم کی روشن زندگی اور آپ کی عظیم علمی خدمات پر ایک سرسری جائزہ ہے، امام صاحب پر عربی اور اردو میں سو سے زائد کتابیں لکھی گئی ہیں، اور وہ بھی علم وفن کے تاجداروں، علمی دنیا میں چمکتے دمکتے روشن ستاروں اور بحر تحقیق کے شناوروں اور قرطاس وقلم کے عظیم مسافروں کی خامہ فرسائی کا نتیجہ ہیں، ظاہر سی بات ہے کہ بازار حسن میں اس حبشی غلام کی کیا حیثیت ہے؟ اور قرطاس وقلم کے تاجداروں کے درمیان اس گداگر کی کیا جرأت ہے؟ لیکن انگلی کٹا کر شہیدوں کی فہرست میں نام شامل کرنے اور امام صاحب کے عقیدت مندوں کی صف میں جگہ پانے کے لئے ایک بے جا جرأت وجسارت کی ہے۔

اس کتاب کے تین ابواب ہیں: پہلا باب حیات وافکار پر مشتمل ہے، جس میں حسب ذیل پانچ فصلیں ہیں: (۱) امام ابوحنیفہ کی سیرت کے چند نقوش (۲) امام ابوحنیفہ اور تصوف (۳) امام صاحب کی معاشی سرگرمیاں (۴) امام ابوحنیفہ کے سیاسی افکار (۵) امام صاحب کی فراست۔ دوسرا باب علمی خدمات پر محیط ہے، جس میں ترتیب وار تین فصلیں ہیں: (۱) امام ابوحنیفہ بحیثیت محدث (۲) امام ابوحنیفہ اور ان کا فقہی منہج (۳) فقہ حنفی کی تدوین کا شورائی نظام۔ تیسرا باب ہے امام ابوحنیفہ اہل علم کی نظر میں، اس میں بھی ترتیب وار تین فصلیں ہیں: (۱) امام ابوحنیفہ محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل کی نظر میں (۲) امام ابوحنیفہ عبداللہ ابن مبارک کی نظر میں (۳) امام ابوحنیفہ اہل حدیث علماء کی نظر میں۔

یہ بات بھی قارئین کے گوش گزار کرتا چلوں کہ یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے، بلکہ چار سال کی مدت میں امام صاحب پر لکھے گئے مختلف مضامین ہیں، لیکن اس کو کتابی شکل میں ترتیب دیتے وقت اس میں تصنیف کا رنگ بھرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس کے لئے

کئی فصلوں کا اضافہ کیا گیا ہے، اور سوانحی ترتیب پر مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

الحمدللہ یہ کتاب طباعت کے مرحلے میں ہے، اور یہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کا فضل وکرم اور خدائے بخشندہ کی نوازش اور الطاف وعنایات ہیں کہ یہ کتاب شائع ہونے جارہی ہے، طباعت کے دشوار گزار اور صبر آزما مرحلے سر ہو رہے ہیں، ورنہ اس ذرہ بے مایہ کی کیا بساط تھی کہ اس عظیم کام کو انجام دے پاتا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس کتاب کی اشاعت وطباعت میں جن لوگوں نے ہماری مدد اور حوصلہ افزائی کی ہے، میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں، میری زبان اس حق تشکر سے قاصر ہے، الفاظ تنگ دامنی کا شکوہ کررہے ہیں، بس دل کی عمیق گہرائی سے ان حضرات کے لئے دعا گو ہوں، بالخصوص جن حضرات کا شکر یہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فریضہ تصور کرتا ہوں، وہ ہمارے مشفق والدین ہیں، جن کی تمناؤں، آرزوؤں اور آہ سحر گاہی سے میں اس قابل ہوا کہ چند سطر تحریر کرسکوں، یہ کتاب یقیناً ہمارے والدین کے لئے خوشی وشادمانی کا باعث ہوگی، نامور عالم دین، قرطاس وقلم کے دھنی، مختلف علمی وفکری اکیڈمیوں کے سپہ سالار، فقہ اکیڈمی کے روح رواں، مسلم پرسنل لا بورڈ کے گل سرسبد حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے وقیع مقدمہ تحریر کرکے کتاب کی استنادی حیثیت میں اضافہ کیا ہے، استاذ محترم مشفق کرم فرما اور مشہور اسلامی اسکالر ڈاکٹر فہیم اختر ندوی صاحب نے ایک قیمتی تحریر عطا کرکے مجھ ناچیز کی حوصلہ افزائی کی ہے، اور میرے مخلص دوست نوجوان محقق عالم دین، عربی ادب کے رمز شناس اور اردو کے باذوق قلمکار مفتی امدادالحق بختیار قاسمی نے زریں تأثرات سے اس کتاب کے حسن میں اضافہ کیا ہے، میں دونوں حضرات کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں، اپنے برادرِ محترم جناب شہادت حسین اور برادرِ خورد حاجی مدثر کا

بھی ممنون ہوں کہ ان دونوں حضرات نے ہمارے جوش اور جذبہ کو سرد پڑنے نہیں دیا، اور امید کے چراغ کو جلائے رکھا، دارالعلوم حیدرآباد کے فعال، متحرک اور مزاج شناس و رجال ساز ناظم جناب مولانا محمد رحیم الدین انصاری صاحب کا مشکور ہوں کہ وہ اپنے اساتذہ کے علمی کاموں سے نہ صرف خوش ہوتے ہیں بلکہ حوصلہ بڑھاتے ہیں، اور کچھ نہ کچھ کرنے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں، شعبہ افتاء کے اپنے دو ہونہار شاگرد مولوی محمد عمیس قاسمی اور مولوی عمار احمد شریف قاسمی کا بھی شکرگزار ہوں کہ ان دونوں حضرات نے پروف ریڈنگ میں ہمارا بھرپور تعاون کیا، مولانا محمد بشیر معروفی قاسمی کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ انہوں نے کمپوزنگ کا دقت طلب مرحلہ صبر و حوصلہ کے ساتھ پورا کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

قارئین کرام! اس کتاب کو حتی الامکان بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ہے، صحتِ الفاظ کا بھی خاص خیال کیا گیا ہے، اس کے باوجود یہ یقین ہے کہ اس میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں، مطالعہ کے دوران آپ ان غلطیوں سے واقف ہوں تو مطلع فرمائیں، یہ آپ کا راقم کے ساتھ علمی تعاون ہوگا، اور آئندہ اس کی تصحیح ممکن ہوسکے گی۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوں کہ رب ذوالجلال ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے، ہمارے، ہمارے والدین اور اساتذہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے، اور اخلاص کی دولتِ بیش بہا عطا فرما کر دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے، اس کتاب کو قبولیت سے نوازے اور مزید علمی کاموں کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔

امانت علی قاسمی

دارالعلوم حیدرآباد

۹ر جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۹ر مارچ ۲۰۱۶ء

پہلا باب

حیات و افکار

پہلی فصل
امام ابوحنیفہ کی سیرت کے چند نقوش

حضرت امام ابوحنیفہ کی ولادت اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان کے زمانے میں ۸۰ھ میں کوفہ میں ہوئی، آپ کا نام نعمان بن ثابت تھا، آپ ایک عجمی النسل خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے دادا ایران سے ہجرت کر کے کوفہ تشریف لائے اور کوفہ ہی کو اپنا وطن بنایا، کوفہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں ہی علم و تحقیق کا مرکز بن چکا تھا، حضرات صحابہؓ کی بہت بڑی جماعت کوفہ میں قیام پذیر تھی، حرمین شریفین کے بعد کوفہ سب سے بڑا علمی و روحانی مرکز تھا۔

نام و نسب

امام صاحب کا نام بالاتفاق نعمان بن ثابت ہے اور کنیت ابوحنیفہ ہے، البتہ دادا کا نام بعض حضرات نے نعمان اور بعض حضرات نے زوطی بن ماہ بتایا ہے، امام صاحب کے پوتے اسماعیل کا بیان ہے کہ میرا نام اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہے، ہم لوگ ابنائے فارس یعنی فارسی النسل ہیں، واللہ کبھی ہمارا خاندان غلام نہیں تھا، میرے دادا ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، پردادا ثابت بچپن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں گئے، آپ نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی، ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کی یہ دعا قبول فرمائی (۱) آپ کے والد اور ان کے حالات زندگی کا زیادہ پتہ نہیں چلتا ہے، بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ ایک متمول تاجر اور بہت

---

(۱) تہذیب التہذیب، باب من اسمہ نعمان ۱/۴۴۹

اچھے مسلمان تھے، آپ کے والد عالم طفولیت میں حضرت علیؓ سے ملے تھے، آپ کے دادا نے عید نوروز کے دن حضرت علیؓ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خاندان دولت وثروت سے بہرہ ور تھا اور آپ کے والد علماء وصلحاء کے صحبت یافتہ تھے، اسی وجہ سے آپ کی تربیت خالص اسلامی ماحول میں ہوئی۔

ابوحنیفہ کنیت کی وجہ

امام صاحب کی کنیت ابوحنیفہ تھی اور اسی سے آپ کو شہرت ملی، حتی کہ آپ کی کنیت آپ کے نام پر غالب آ گئی، یہ کنیت حقیقی نہیں ہے، آپ کی کسی اولاد کا نام حنیفہ نہیں تھا، اس لئے بیٹی کی طرف نسبت کر کے ابوحنیفہ کنیت قرار دینا غلط ہے، بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے چوں کہ آپ نے دین حنیف کی جزئیات اور فروعات امت کے سامنے پیش کی، یہ کنیت اسی اعتبار سے ہے یعنی ابو الملۃ الحنیفۃ، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حنیفہ عراقی زبان میں دوات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور آپ چونکہ مسلسل علمی مشغلہ میں لگے رہتے تھے اس وجہ سے آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا۔ (۱)

امام صاحب کی تابعیت

ائمہ اربعہ میں صرف امام صاحب کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے متعدد صحابہ کی زیارت کی ہے۔ آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، آپ کے بچپن میں متعدد صحابہ کوفہ میں بقید حیات تھے، جن کی زیارت اور ملاقات سے مسلمان فیضیاب ہوتے تھے، اکثر تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے، قاضی اطہر مبارکپوری نے متعدد محدثین کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے صحابہؓ کی زیارت کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

امام ذہبی نے لکھا ہے کہ امام صاحب کی ۸۰ھ میں پیدائش کے وقت

(۱) مقدمہ اوجز المسالک للشیخ زکریا ۱/۱۷۵، مطبوعہ دار القلم دمشق

صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی اور ان کی زیارت کی وجہ سے آپ تابعین کے زمرے میں شامل تھے، صحیح قول کی بنا پر جب حضرت انس کوفہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی زیارت کی اور امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو ایک مرتبہ دیکھا ہے جب کہ وہ کوفہ آئے تھے، ابن ندیم نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے متعدد صحابہ سے ملاقات کی، ابن خلکان کا بیان ہے کہ امام صاحب نے چار صحابہ کا زمانہ پایا، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، کوفہ میں، حضرت سہیل بن سعد ساعدی مدینہ میں، حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ مکہ میں موجود تھے- حافظ بن حجر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے صحابہ کی ایک جماعت کا زمانہ پایا وہ کوفہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے جہاں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی موجود تھے، ان کی وفات ۸۸ھ میں یا اس کے بعد ہوئی۔(۱)

غرضیکہ امام صاحب کی تابعیت ایک مسلّم حقیقت ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے، بعض حضرات نے امام صاحب کی حضرات صحابہ سے روایت کو بھی ثابت کیا ہے، بعض سوانح نگاروں نے ان روایتوں کو جمع کیا ہے، لیکن علامہ شبلی نعمانی نے صحابہ سے روایتِ حدیث کا انکار کیا ہے، قاضی اطہر مبارکپوری نے بھی لکھا ہے کہ ان کی سند ضعف سے خالی نہیں؛ لیکن یہ صحیح ہے کہ امام صاحب نے بعض صحابہ کو دیکھا ہے اور آپ طبقۂ تابعین میں سے ہیں اور یہ شرف دیگر ائمہ متبوعین میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے۔

تعلیم و تربیت

امام صاحب کی تعلیم و تربیت اسی شہر کوفہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے

---

(۱) مبارکپوری، قاضی اطہر، سیرت ائمہ اربعہ ص ۳۹، مکتبہ ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۹۰ء

بعد آپ نے آبائی پیشہ تجارت کو اختیار کیا، اور اپنی ذہانت اور خاندانی دیانت وشرافت کی بنا پر آپ نے تجارت کو خوب ترقی دی، لیکن قضاء وقدر نے آپ سے علمی وفکری ترقی کا فیصلہ کرلیا تھا، اچانک آپ کی ملاقات امام عامر شعبی سے ہوئی جن کو تقریبا پانچ سو صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل تھا، انھوں نے آپ کی پیشانی کی چمک سے آپ کی قابلیت وذہانت کا اندازہ لگالیا اور علماء کی مجلس میں بیٹھنے کا مشورہ دیا، امام شعبی کی پُر اثر بات آپ کے دل پر اثر کرگئی اور آپ نے تعلیم وتعلم کا سلسلہ شروع کیا، امام صاحب فرماتے ہیں کہ امام شعبی کی بات سن کر میں نے بازار آنا جانا کم کردیا اور علماء کی مجلس میں آنے لگا، اللہ تعالیٰ نے مجھے شعبی کی بات سے بہت نفع پہونچایا۔(۱) ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابتدائی تعلیم وتربیت، حفظ اور دیگر ضروری اور بنیادی علوم جو ایک دین دارانہ ماحول اور اسلامی گھر میں ہر بچوں کو دی جاتی ہے آپ اس سے فارغ ہوچکے تھے اور تجارت کی عمر کو پہونچ چکے تھے، اس لئے کہ امام شعبی کی اس نصیحت سے پہلے ہی امام صاحب مناظرہ اور علم کلام میں حصہ لیا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ضروری علوم سے فارغ ہوگئے تھے، لیکن شعبی کی نصیحت کے بعد آپ نے فقہ اور حدیث کی طرف توجہ کی اور مرتبہ اجتہاد پر فائز ہوئے۔

فقہ کی طرف توجہ

فقہ ایک ایسا علم ہے جس کا تعلق عام انسانوں کی عملی زندگی سے ہے، دیگر علوم کی اپنی خاص خصوصیات ہیں، لیکن فقہ ہر انسان کی عملی زندگی سے وابستہ ہے، امام صاحب نے مختلف علوم وفنون حاصل کئے، علم کلام میں خوب شہرت حاصل کی، اس کے بعد آپ فقہ کی طرف متوجہ ہوئے، فقہ کی طرف توجہ کے کیا اسباب ہیں؟ مختلف سوانح نگاروں نے اس سلسلے میں مختلف روایتیں نقل کی ہیں، اس سلسلے میں ایک واقعہ یہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت نے آکر یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہے وہ

(۱) مناقب للموفق ۱/۵۴

کس طرح طلاق دے، امام صاحب اس کا جواب نہ دے سکے اور فرمایا امام حماد کا حلقہ درس قریب ہے جا کر دریافت کرلو اور یہ بھی ہدایت کی کہ وہ جو جواب دیں مجھے آ کر بتانا، وہ عورت تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی اور حماد کا جواب بتا دیا، اسی واقعہ نے امام صاحب کے دل کو فقہ کی طرف مہمیز کیا اور آپ کے اندر فقہ سے دلچسپی پیدا ہوگئی۔ (۱)

الجواہر المضیئہ میں ابو سعد سمعانی کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے مجھے دھوکہ دیا، ایک عورت نے مجھے فقیہ بنا دیا، اور ایک عورت نے مجھے عابد و زاہد بنا دیا، میں ایک جگہ سے گزر رہا تھا ایک عورت نے راستہ میں پڑی ہوئی چیز کی طرف اشارہ کیا میں نے سمجھا شاید یہ اس کا سامان ہے جب میں نے اسے اٹھا کر دیا تو اس نے کہا اس کی حفاظت کرو یہاں تک کہ اس کے مالک تک اسے پہونچا دو، دوسری عورت نے مجھ سے حیض کا مسئلہ پوچھا جو میں نہیں جانتا تھا، اس نے مجھ سے ایسی بات کہی کہ میں فقہ سیکھنے پر مجبور ہو گیا، ایک مرتبہ میں راستہ سے گزر رہا تھا ایک عورت نے کہا یہ شخص عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتا ہے تو میں نے اس کی عادت ڈال لی، یہاں تک کہ یہ میری عادت بن گئی۔ (۲)

حماد کی شاگردی

حضرت حماد کوفہ کے مشہور امام اور استاذ وقت تھے، حضرت انس (جو رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص تھے) کے شاگرد تھے اور بڑے بڑے تابعین کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے تھے، اس وقت انہی کا مدرسہ سب سے زیادہ شہرت رکھتا تھا، حضرت عبد اللہ بن مسعود سے جو فقہی سلسلہ چلا آ رہا تھا، اس کا مدار بھی انہی پر تھا، اس لئے امام صاحب نے علم فقہ کی استاذی کے لئے حضرت حماد کی شاگردی کا انتخاب کیا، اس زمانے میں درس کا یہ

---

(۱) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۵۱، دار الکتب العربی بیروت ۱۹۸۱ء

(۲) الجواہر المضیئہ ۲/۴۶۴

طریقہ تھا کہ استاذ کسی مسئلہ پر زبانی گفتگو کرتا تھا جسے شاگرد یاد کرلیا کرتے یا لکھ لیا کرتے تھے، امام صاحب چوں کہ ''حماد اسکول'' میں نئے نئے شریک ہوئے تھے، اس لئے ان کی بیٹھنے کی جگہ بائیں طرف تھی، قدیم اور ذہین طلبہ استاذ کے دائیں طرف بیٹھا کرتے تھے، لیکن چند ہی دنوں میں استاذ حماد نے محسوس کرلیا کہ علم، ذہانت، ادب اور طلب میں ابوحنیفہ سب پر فوقیت رکھتے ہیں، اس لئے انہیں سب سے آگے بیٹھنے کا حکم دیا۔

حماد کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا، امام صاحب حضرت حماد کی وفات تک ان سے وابستہ رہے، اگرچہ دوسرے اساتذہ سے بھی فقہ کی تعلیم حاصل کی، لیکن آپ کے خاص استاذ جن کی خاص تربیت کی بنا پر آپ فقہ کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور اس میں امامت کے درجہ پر فائز ہوئے وہ حضرت حماد ہی تھے، امام صاحب حماد کی حد درجہ تعظیم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں ہر نماز میں اپنے والدین کے ساتھ ساتھ حضرت حماد کے لئے بھی دعا کرتا ہوں (۱) آپ نے استاذ کی اس درجہ تعظیم کی گویا کہ رسم شاگردی انہی پر ختم ہوگئی۔

حدیث کی تحصیل

حضرت حماد سے تعلیم کے زمانے میں ہی امام صاحب نے حدیث کی طرف توجہ کی تھی: کیوں کہ مسائل فقہ کی مجتہدانہ تحقیق حدیث کی تکمیل کے بغیر ممکن نہ تھی، اس وقت تمام ممالک اسلامیہ میں زور وشور سے حدیث کا سلسلہ جاری تھا، ہر جگہ سند وروایت کے دفتر کھلے ہوئے تھے، حضرات صحابہ، آپ ﷺ کی امانت اور تبلیغی ذمہ داری کے پیش نظر مختلف ممالک میں پھیل گئے تھے، جہاں جہاں صحابہ پہونچتے وہیں علم حدیث کا مدرسہ قائم ہوجاتا، لوگ پروانہ وار ٹوٹ پڑتے، جن شہروں میں صحابہ یا تابعین کا زیادہ مجمع ہوتا وہ دارالعلم کے لقب سے ممتاز ہوجاتے، ان میں مکہ معظّمہ، مدینہ، یمن، بصرہ، کوفہ کو خاص امتیاز حاصل تھا، کیوں کہ اسلامی آثار کے لحاظ سے کوئی شہر ان مقامات کا ہمسر نہ تھا۔

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۲۵۷

کوفہ

کوفہ کی سرزمین علم وفن کے اعتبار سے ایک ممتاز مقام رکھتی ہے، حضرت عمرؓ نے اسے آباد کیا تھا، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ۱۷ھ میں اس شہر کی بنیاد رکھی تھی، بہت جلد اس شہر کو خوب ترقی ہوگئی، یمن اور دیگر ممالک سے لوگ یہاں آکر آباد ہونے لگے، حضرت علیؓ نے اس شہر کو دارالخلافہ قرار دیا، ایک ہزار پانچ سو سے زائد صحابہؓ نے کوفہ کو اپنا وطن بنایا، جس میں چوبیس وہ صحابہ تھے جنھوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی، کوفہ چوں کہ نومسلم افراد کا مسکن تھا، اس لئے بہت سے بڑے بڑے اہل علم صحابہ کو ان کی تعلیم کے لئے بھیجا گیا تھا، خاص طور پر صحابہ میں سب سے زیادہ فقیہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود کو وہاں معلم بنا کر بھیجا گیا۔

ان بزرگوں کی وجہ سے حدیث وروایت کے چرچے پھیل گئے اور کوفہ کا ایک ایک گھر علم حدیث کا مدرسہ بن گیا، امام صاحب میں حدیث کے حصول کا غایت درجہ شوق تھا، آپ نے کوفہ کے ہر محدث سے استفادہ کیا اور کوفہ میں خاص کر عامر شعبی بڑے محدث میں شمار ہوتے تھے، پانچ سو صحابہ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے، عراق، عرب، شام میں چار شخص استاذ کامل تسلیم کئے جاتے تھے، ان میں ایک یہ تھے، امام زہری کہا کرتے تھے کہ عالم صرف چار ہیں مدینہ میں ابن المسیب، بصرہ میں حسن، شام میں مکحول اور کوفہ میں شعبی، اور امام شعبی کی ہی رہنمائی سے امام صاحب علم کی طرف متوجہ ہوئے تھے، آپ نے امام شعبی سے بھی حدیث کی سند حاصل کی، بلکہ جس طرح فقہ میں حماد بن ابی سلیمان آپ کے اہم استاذ ہیں تو اسی طرح حدیث میں عامر شعبی آپ کے خاص استاذ ہیں، علامہ ذہبی نے عامر بن شرحبیل شعبی کے بارے میں لکھا ہے: وهو أكبر شيخ لأبي حنيفة: وہ ابوحنیفہ کے شیخ اکبر ہیں۔(۱)

(۱) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، الطبقۃ الثالثۃ ۱/۶۳، ڈیجیٹل لائبریری

بصرہ

بصرہ بھی حضرت عمر فاروقؓ کے حکم سے آباد ہوا تھا اور وسعتِ علم اور اشاعتِ حدیث کے اعتبار سے کوفہ کا ہمسر تھا، یہ دونوں شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرح دارالعلم خیال کیے جاتے تھے، علامہ ذہبی نے اسلام کے دوسرے تیسرے دور میں جن لوگوں کو حاملین حدیث کا لقب دیا ہے اور ان کے مستقل ترجمے لکھے ہیں، اس میں اکثر انہی دونوں شہر کے رہنے والے ہیں، بصرہ امام صاحب کی تحصیل حدیث کی دوسری بڑی درسگاہ تھی جو حسن بصری، شعبہ اور قتادہ کے فیض تعلیم سے مالا مال تھی، اگرچہ حسن بصری ۱۱۰ھ تک زندہ رہے، لیکن امام ابوحنیفہ کا ان سے مستفید ہونا ثابت نہیں ہے، البتہ قتادہ کی شاگردی کا ذکر عام محدثین نے کیا ہے، مولانا شبلی نے عقود الجمان کے حوالے سے لکھا ہے کہ مختلف مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے شعبہ سے حدیث روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے سامنے ہی فتویٰ و روایت کی اجازت دے دی تھی، شعبہ بڑے رتبے کے محدث تھے، سفیان ثوری نے انہیں فن حدیث میں امیر المؤمنین کہا ہے، عراق میں یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جرح و تعدیل کے مراتب مقرر کیے، امام شافعی کا قول ہے شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا رواج نہ ہوتا، شعبہ کو امام صاحب سے ایک خاص ربط تھا، امام صاحب کی عدم موجودگی میں ان کی ذہانت اور خوبیِ فہم کی تعریف کیا کرتے تھے، ایک بار امام صاحب کا تذکرہ ہوا تو فرمایا جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ ہم نشیں ہیں (۱) یحییٰ بن معین جو امام بخاری کے استاذ ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ امام صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا اسی قدر کافی ہے کہ شعبہ نے ان کو حدیث و روایت کی اجازت دی اور شعبہ آخر شعبہ ہی ہیں (۲) بصرہ کے شیوخ میں

---

(۱) الصیمری، ابوعبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص:۹، دار الکتب العربی بیروت ۱۹۷۶ء

(۲) تذکرۃ النعمان اردو ترجمہ عقود الجمان ص:۱۶۴

ایک اہم نام قتادہ کا ہے بہت بڑے محدث اور مشہور تابعی تھے، حضرت انس بن مالک، عبداللہ بن سرجس، ابو الطفیل اور دیگر صحابہ سے حدیثیں روایت کیں، حضرت انس کے مشہور شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، ان کی قوت حافظہ کی ایک عجیب مثال کتابوں میں مذکور ہے، عمرو بن عبداللہ کا بیان ہے کہ یہ مدینہ میں سعید بن المسیب سے فقہ وحدیث پڑھتے تھے، ایک دن انہوں نے سوال کیا ''تم ہر روز بہت سی باتیں پوچھتے ہو تم کو ان میں سے کچھ یاد بھی ہے؟'' انہوں نے کہا ایک ایک حرف یاد ہے، چنانچہ جس قدر ان سے سنا تھا تاریخ اور دن کی صراحت کے ساتھ بیان کرنا شروع کر دیا، وہ نہایت تعجب سے پوچھنے لگے، خدا نے دنیا میں تم جیسے لوگ بھی پیدا کئے ہیں'' اسی وجہ سے ان کو احفظ الناس کہا جاتا تھا، امام صاحب نے بصرہ میں ان سے بھی استفادہ کیا تھا، ان کے علاوہ بصرہ کے اساتذہ میں عبدالکریم بن امیہ اور عاصم بن سلیمان احول زیادہ ممتاز ہیں۔(۱)

حرمین کا سفر

امام صاحب نے کوفہ اور بصرہ کے محدثین سے احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ اخذ کیا تھا، لیکن تکمیل کے لئے حرمین شریفین کا سفر کرنا ضروری تھا، اس لئے کہ یہ مذہبی علوم کے اصل مراکز اور وحی کے نزول کے مقامات تھے، یہاں سے قرآن واحادیث کا تمام ذخیرہ پوری دنیا میں پھیلا اور پوری انسانیت اس سے مستفید ہو رہی ہے، امام صاحب نے حرمین کا پہلا سفر کس سنہ میں کیا، قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے، تاہم تاریخ سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حرمین کا سفر تحصیل علم کے آغاز میں کیا تھا، مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ حضرت وکیع امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ حج کے ایام میں ایک حجام نے جن سے میں نے بال منڈوائے تھے اس نے پانچ باتوں پر میری گرفت کی، میں نے اجرت پوچھی تو بولا مناسک چکائے نہیں جاتے، اس نے کہا بیٹھ جاؤ، میں قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھ گیا اس

(۱) شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان ص: ۳۳، دار الکتاب دیوبند

نے کہا قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جاؤ، میں نے بائیں جانب سے بال منڈوانا چاہا، اس نے کہا سر کا داہنا حصہ پیش کرو، پھر میں خاموش بال بنوانے لگا تو اس نے کہا حج میں چپ نہیں رہنا چاہیے تکبیر کہے جاؤ، میں حجامت سے فارغ ہو کر گھر چلا تو اس نے کہا پہلے دو رکعت نماز پڑھ لو پھر کہیں جانا، میں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ مسائل تم نے کہاں سیکھے بولا عطا بن ابی رباح (م ۱۱۵ھ) کا فیض ہے(۱) مولانا شبلی نے اس واقعہ سے یہ قیاس لگایا ہے کہ امام صاحب کا یہ سفر تحصیل علم کے آغاز کے زمانہ میں ہوا ہوگا۔

عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۵ھ)

جس زمانہ میں امام صاحب مکہ معظّمہ پہونچے وہاں درس وتدریس کا بہت زور تھا، متعدد باکمال اور فن حدیث کے ماہرین کی علیحدہ علیحدہ درسگاہیں قائم تھیں، ان میں عطاء بن ابی رباح کا حلقہ درس سب سے زیادہ وسیع اور مستند تھا، عطاء مشہور تابعی تھے اور بہت سے صحابہ کے فیض یافتہ اور اجتہاد کے درجہ پر فائز تھے، مجتہدین صحابہ ان کے علم وفضل کے قائل تھے، عبداللہ بن عمر اکثر فرماتے تھے کہ عطاء بن رباح کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں، حج کے زمانہ میں ہمیشہ ایک منادی اعلان کرتا تھا کہ عطاء کے سوا کوئی فتویٰ کا مجاز نہیں ہے(۲) امام صاحب استفادہ کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عقیدہ کے بارے میں سوال کیا اس پر امام صاحب نے فرمایا ''میں اسلاف کو برا نہیں کہتا، گنہگار کو کافر نہیں سمجھتا، قضاء وقدر کا قائل ہوں، اس پر حضرت عطاء نے حلقہ درس میں شامل ہونے کی اجازت دے دی، چند ہی دنوں میں عطاء کے سامنے امام صاحب کی ذہانت اور طلب وجستجو اور شوق ظاہر ہو گیا پھر جب امام صاحب آتے تو دیگر شاگردوں کو ہٹا کر امام صاحب کو اپنے پہلو میں بٹھاتے، عطاء ۱۱۵ھ تک زندہ رہے اس مدت میں

---

(۱) ابن خلکان، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ۲۶۲/۳، باب عطاء بن ابی رباح ڈیجیٹل لائبریری

(۲) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان ۲۶۱/۳، باب عطاء بن ابی رباح

امام صاحب جب بھی مکہ جاتے تو حضرت عطاء کی خدمت میں حاضری دیتے اور مستفید ہوتے، امام صاحب سے پوچھا گیا آپ نے سب سے زیادہ فقیہ کس کو دیکھا امام صاحب نے فرمایا حماد سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا، عطا بن ابی رباح سے زیادہ علوم کا جامع کسی کو نہیں پایا، امام موفق کا بیان ہے کہ امام صاحب نے عطا سے بہت روایتیں کی ہیں۔

عکرمہ (م ۱۰۷ھ)

مکہ مکرمہ میں امام صاحب نے جن اساتذۂ حدیث سے استفادہ کیا ان میں ایک اہم نام حضرت عکرمہ کا ہے، عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگرد اور غلام تھے، انہوں نے بہت سے صحابہ مثلاً حضرت علی، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر، جابر اور ابوقتادہ سے حدیثیں سیکھی تھیں، ستر کے قریب مشہور تابعین، حدیث وتفسیر میں ان کے شاگرد ہیں، امام شعبی کہا کرتے تھے کہ قرآن کا جاننے والا عکرمہ سے بڑا کوئی نہیں رہا، سعید بن جبیر جو تابعین کے سردار تھے ان سے پوچھا گیا دنیا میں آپ سے بڑھ کر بھی کوئی عالم ہے فرمایا ہاں ''عکرمہ''(۲)

مکہ کے علاوہ مدینہ میں آپ نے فقہاء سبعہ میں سے سلیمان جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے اور سالم بن عبداللہ جو حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے تھے ان دونوں بزرگوں سے بھی استفادہ کیا، اسی طرح حضرت امام باقر سے بھی آپ متاثر تھے اور ان کی علمی خدمت میں بھی حاضری دیا کرتے تھے، حضرت جعفر صادق (م ۱۴۸ھ) کے بارے میں آپ کا قول ہے ما رأيت أفقه من جعفر بن محمد الصادق میں نے حضرت جعفر صادق سے زیادہ کسی کو فقیہ نہیں دیکھا۔ (۳)

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۱۹۷

(۲) وفیات الاعیان لابن خلکان ۳/۲۶۵ باب عکرمہ

(۳) محمد ابوزہرہ، ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ ص:۸۱

علامہ ذہبی نے آپ کے اساتذہ حدیث میں اِن حضرات کا تذکرہ کیا ہے، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ، نافع، عدی بن ثابت، عطیہ العوفی، عبدالرحمٰن بن ہرمز، عمرو بن دینار، سلمہ بن کہیل، قتادہ بن دعامہ، ابوالزبیر، منصور اور ابوجعفر محمد بن علی بن حسین (۱) اس طرح امام صاحب نے حضرت حماد سے عبداللہ بن مسعود کا علم، حضرت عطاء اور حضرت عکرمہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کا علم اور حضرت نافع سے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عمر کا علم حاصل کیا، گویا آپ صحابہ میں حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس کے علوم کے جامع تھے، آپ پر بالخصوص حضرت عبداللہ ابن مسعود کے علم کی گہری چھاپ تھی (۲) علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ امت مسلمہ میں دین، فقہ اور علم اصحاب ابن مسعود، اصحاب زید بن ثابت، اصحاب عبداللہ بن عمر اور اصحاب عبداللہ بن عباس کے ذریعہ منتقل ہوا، اہل مدینہ کا علم اصحابِ زید بن ثابت اور اصحابِ ابن عمر سے ہے، مکہ کا علم اصحابِ ابن عباس سے ہے اور اہل عراق کا علم اصحابِ ابن مسعود سے ہے۔ (۳)

امام صاحب کے شیوخِ حدیث

امام صاحب سے اللہ تعالیٰ کو جو عظیم خدمت لینی تھی اس کے لئے حدیث کے سرمایہ کی بہت ضرورت تھی، اس لئے امام صاحب نے طلب حدیث کے لئے بہت اسفار کئے، کوفہ میں کوئی بھی محدث نہیں تھا جن سے امام صاحب نے استفادہ نہ کیا ہو، اسی طرح بصرہ کے تمام شیوخِ حدیث سے آپ نے علمی پیاس بجھائی تھی، کوفہ اور بصرہ کے علاوہ آپ نے متعدد بار حرمین شریفین کا سفر کیا اور بنوامیہ کے آخری دور میں آپ نے سات سال تک

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ للذہبی ص: ۱۹

(۲) محمد ابوزہرہ، ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ ص: ۷۸، دارالفکر العربی بیروت

(۳) ابن القیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین ۲۸/۱، دارالکتب العربی بیروت ۱۹۹۶ء

مکہ میں قیام کیا، اسی طرح آپ ہر سال حج کیا کرتے تھے اور عالم اسلام کے محدثین سے اخذ فیض کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے آپ فن حدیث میں بلند مقام پر فائز تھے، متعدد اصحاب سوانح نے آپ کے شیوخ حدیث کی تعداد چار ہزار بتائی ہے، فن حدیث میں آپ کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی مرویات میں احادیات، ثنائی اور ثلاثی روایتیں موجود ہیں، بخاری شریف کی ۲۲ ثلاثیات میں ۲۰ ثلاثیات آپ کے شاگردوں کے واسطے سے مروی ہیں، علامہ ذہبی نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں امام صاحب کی مدح کا آغاز ان الفاظ میں کیا ہے، ابوحنیفہ، ترمذی اور نسائی کے راوی، الامام فقیہ ملت اسلامیہ، عراق کے عالم، ابوحنیفہ النعمان: آگے امام ابوحنیفہ کے محدثین واساتذہ کرام میں چالیس معتبر ومعتمد ائمہ کرام کے اسماء گرامی ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ ان کے علاوہ بھی بہت سے مشائخ سے احادیث سنیں۔

استاذ سے اختلاف

امام صاحب نے اگرچہ کوفہ کے بہت سے اساتذہ سے اکتساب فیض کیا؛ لیکن زیادہ تر استفادہ انہوں نے حضرت حماد بن ابی سلیمان سے کیا تھا، اسی وجہ سے انہیں حماد کی جانشینی کا بھی شرف حاصل ہوا، فقہ حنفی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اظہار رائے کی آزادی ہے اور یہ سبق امام صاحب کو ان کے استاذ سے ملا تھا اور بعد میں دیگر فقہاء احناف کا یہ مزاج باقی رہا، ایک دفعہ امام صاحب اپنے استاذ حماد کے ساتھ سفر میں تھے، عصر کی نماز کا وقت قریب آگیا اور پانی کہیں دستیاب نہیں تھا، حضرت حماد نے تیمّم کر کے نماز پڑھی اور امام صاحب نے نماز کو وقتِ مستحب تک کے لئے مؤخر کردیا، آگے چل کر پانی مل گیا تو امام صاحب نے وضو کیا اور نماز ادا کی، امام صاحب کا فرمانا تھا کہ جس آدمی کو آخری وقتِ مستحب تک پانی ملنے کی امید ہو اس کو نماز مؤخر کرنی چاہئے، حماد نے امام صاحب کے اجتہاد کی تعریف کی۔ یہ امام صاحب کا استاذ سے پہلا اختلاف تھا اور پہلا ہی اجتہاد تھا جو

درست ثابت ہوا۔(۱)

اساتذہ کا احترام

اساتذہ کی تعظیم وہ عظیم دولت ہے جس سے انسان علم کی اس بلندی کو پہونچ جاتا ہے جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ایسے شاگرد نصیب کرتے ہیں جن کے سبب ان کے علوم و معارف کی خوب اشاعت ہوتی ہے، اس کی واضح مثال امام صاحب کی مبارک زندگی ہے، امام صاحب اپنے اساتذہ بالخصوص امام حماد کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے، امام محمد نے امام صاحب کا مقولہ نقل کیا ہے کہ میں نے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جس میں اپنے والدین کے ساتھ اپنے اساتذہ اور امام حماد کے لئے دعائے مغفرت نہ کی ہو(۲) امام صاحب نے پوری زندگی کبھی اپنے استاذ کے مکان کی طرف پیر نہیں کیا، امام صاحب کے اساتذہ بھی آپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے، محمد بن الفضل کا بیان ہے کہ ایک دفعہ امام ابوحنیفہ ایک حدیث کی تحقیق کے لئے خطیب کے پاس گئے، میں بھی ساتھ تھا خطیب نے ان کو آتے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو نہایت تعظیم کے ساتھ لا کر اپنے برابر بٹھایا، امام صاحب نے پوچھا بیضہ نعام کے بارے میں کیا حدیث ہے، خطیب نے کہا أخبرني أبوعبيدة عن عبد الله بن مسعود في بيضة النعام يصيبها المحرم أنه فيه قيمة (۳) حضرت حماد بھی اپنے حلقہ درس میں آپ کو اپنے سامنے بٹھایا کرتے تھے، عمرو بن دینار جو مکہ کے مشہور محدث ہیں امام صاحب کے ہوتے ہوئے حلقہ درس میں کسی اور کی طرف خطاب نہیں کرتے تھے۔

استاذ کی نیابت

حضرت حماد کے انتقال کے بعد امام حماد کے جانشین کی تلاش شروع ہوئی، ان

---

(۱) بدرالدین العینی ،البنایہ شرح الہدایہ،۱۰/۱۵۵،باب مبطلات التیمم ،دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۰ء ڈیجیٹل لائبریری

(۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۲۵۷ (۳) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۲۱۰

کے ایک فرزند تھے اسماعیل بن حماد، انہیں مسند درس پر بٹھایا گیا، لیکن وہ لغت اور ادب کی طرف زیادہ مائل تھے، آخر موسیٰ بن کثیر کو مسند افروزی کا شرف دیا گیا اس لئے کہ وہ حماد کے شاگردوں میں تجربہ کار اور عمر کے لحاظ سے ممتاز تھے، وہ اگرچہ فقہ میں بہت ماہر نہ تھے، لیکن اکثر بزرگوں کی صحبتیں اٹھائی تھی اس وجہ سے لوگوں پر ان کا خاص اثر تھا، چند روز حلقہ درس ان کی وجہ سے قائم رہا وہ حج کو چلے گئے تو تمام بزرگوں نے متفقہ طور پر امام صاحب کا انتخاب یہ کہہ کر کیا إن هذا الخزاز حسن المعرفة وإن كان حدثا یہ ریشم فروش اگرچہ نوعمر ہے، لیکن فقہ کی معرفت اچھی رکھتا ہے۔(۱) امام صاحب نے اصرار اور ضرورت کو دیکھ کر اس منصب عظیم کو قبول فرمالیا، اس طرح عبداللہ بن مسعود سے جو فقہ کا سلسلہ جاری تھا آپ اس کے وارث وامین قرار پائے۔

درس وتدریس کا آغاز

امام صاحب نے اگرچہ حضرت حماد کے شاگردوں کے اصرار پر یہ منصب قبول کرلیا، لیکن ابتداء میں آپ کو تردد رہتا تھا، انہی دنوں امام صاحب نے ایک خواب دیکھا کہ میں حضور ﷺ کی قبر مبارک کھود کر آپ کی ہڈیاں چن رہا ہوں، یہ دیکھ کر آپ گھبرا گئے اور طرح طرح کے خیالات دل میں آنے لگے جو حلقہ درس کی ذمہ داریوں کو قبول کرنے میں مانع بن رہے تھے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے خوف کی وجہ سے مجلس میں آنا جانا بند کردیا اور لوگوں سے صفائی کے ساتھ کہہ دیا، بالآخر ابن سیرین سے خواب کی تعبیر معلوم کی گئی تو فرمایا کہ یہ خواب دیکھنے والا علم کو زندہ کرے گا اور خواب میں ''مردہ علم'' کو زندہ کرنے کی طرف اشارہ ہے، تب جا کر امام صاحب نے حلقہ درس کی ذمہ داریوں کو قبول کیا۔(۲)

---

(۱) الصیمری، ابو عبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۷، دار الکتب العربی بیروت ۱۹۷۶ء

(۲) ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر، الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء ص: ۱۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت۔ مناقب للموفق ۱/۶۱

امام صاحب پہلے سے مناظرہ اور علم کلام کے ماہر تھے، حماد اور دیگر شیوخ حدیث کی صحبت سے فقہ اور حدیث میں بھی مہارت پیدا ہوگئی تھی، درس میں آپ کا اصول یہ تھا کسی بھی مسئلے میں آپ قرآن کریم سے استدلال کرتے تھے، پھر احادیث کی طرف متوجہ ہوتے تھے، اس کے بعد اقوال صحابہ کا تتبع فرماتے تھے، اقوال صحابہ میں اقرب الی القرآن اور اقرب الی الحدیث کو ترجیح دیتے تھے، اس کے بعد تابعین کے اقوال کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے، بلکہ فرماتے تھے نحن رجال وھم رجال ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں، اس صورت میں اجتہاد فرماتے اور یہ اجتہاد بھی ان کا قرآن وحدیث اور آثار صحابہ سے مختلف نہیں ہوتا تھا، امام صاحب کے اس جامع انداز درس کی بنا پر آپ کے حلقہ درس کو خوب شہرت اور مقبولیت حاصل ہوگئی اور کوفہ کی تمام درسگاہوں کی رونق ماند پڑگئی، بڑے بڑے اہل علم آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے، حتی کہ بعض اساتذہ مثلاً مسعر بن کدام اور امام اعمش وغیرہ بھی آپ کے درس میں شریک ہوتے اور طلبہ کو شریک ہونے کی ترغیب دیتے تھے، غرضیکہ اسلامی دنیا میں اسپین کے علاوہ کوئی ایسا حصہ نہیں تھا جہاں کے باشندے آپ کے حلقہ درس میں شریک نہ ہوئے ہوں، صاحب الجواہر المضیئہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے حلقہ درس میں مکہ، مدینہ، بصرہ، واسط، موصل، دمشق، حزیرہ، رقہ، نصیبین، رملہ، یمن، یمامہ، بحرین، بغداد، اہواز، کرمان، اصفہان، بخارا، سمرقند، ترمذ، ہرات، نیشاپور وغیرہ کے باشندے شریک ہوتے تھے۔(۱)

امام صاحب کے حلقہ درس کی مقبولیت کی وجہ آپ کا جامع صفات ہونا تھا، آپ کی حق گوئی، بے نفسی، زہد وتقویٰ قوت استدلال، بے پناہ ذہانت، استنباط کا غیر معمولی ملکہ، حدیث پر دسترس نے لوگوں کو آپ کا گرویدہ بنادیا تھا، علوم کے پیاسے دنیا بھر سے گشت کرکے آتے اور امام صاحب کے چشمہ فیض سے تشنگی حاصل کرتے تھے۔

(۱) عبدالقادر بن محمد بن نصر اللہ، الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ ۲۸/۱، میر محمد کتب خانہ، کراچی

چند ممتاز تلامذہ

مختلف سوانح نگاروں نے امام صاحب کے تلامذہ کے نام اور حالات ان کے ملکوں اور شہروں کی نسبت کے ساتھ لکھے ہیں، جن میں فقہاء، محدثین، قضاۃ سب شامل ہیں، چند حضرات کے نام یہ ہیں: قاضی ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، محمد بن حسن شیبانی، زفر بن ہذیل عنبری، حماد بن ابوحنیفہ، حسن بن زیاد لولوئی، ابوعصمہ نوح بن ابومریم، زکریا بن ابی زائدہ، مسعر بن کدام، یونس بن ابواسحاق، داؤد طائی، حسن بن صالح، ابوبکر بن عیاش، علی بن مسہر، حفص بن غیاث، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح، ابواسحاق فزاری، یزید بن ہارون، مکی بن ابراہیم، حبیب زیات مقری، مصعب بن مقدام، خارجہ بن مصعب، عبید اللہ بن موسیٰ ابراہیم بن طہمان۔(۱)

امام صاحب کا تحمل

امام صاحب نہایت محتاط اور متحمل المزاج تھے، طلبہ کے اعتراضات کو خندہ پیشانی سے سنتے اور مسکرا کر ان کے جوابات دیتے، ایک مرتبہ آپ کے حلقۂ درس میں واعظ عراق جو حسن بصری کے قریبی اور عزیز تھے شریک ہوگئے، امام صاحب نے کسی مسئلہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا أخطأ الحسن حسن بصری سے چوک ہوگئی، اس پر واعظ عراق کو غصہ آگیا اور فوراً ہی اٹھ کر کہہ دیا تقول الحسن أخطأ یا ابن الزانیة اے حرامی بچے! تو حسن کو یہ کہتا ہے کہ اس نے خطا کی، بھری مجلس جس میں امام صاحب کے جانثار بیٹھے تھے یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا، نہ معلوم کتنے تلامذہ کے خون کھولنے لگے ہوں گے اور کتنوں نے آستین چڑھالی ہوگی، آپ نے سب کو خاموش کیا اور پھر نرمی سے فرمایا واللہ أخطا الحسن وأصاب ابن مسعود خدا کی قسم حسن سے غلطی ہوئی اور ابن مسعود نے

---

(۱) مبارکپوری، قاضی اطہر، سیرت ائمہ اربعہ ص: ۶۷، مکتبہ ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۹۰ء

صحیح فرمایا(۱) چنانچہ آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ ایسے گستاخوں کو معاف فرمادیتے تھے، آپ کا قول ہے اہل علم میں سے کسی نے میرے متعلق کچھ کہا اور وہ چیز میرے اندر نہیں ہے تو وہ غلطی پر ہے اور علماء کی غیبت تو کچھ نہ کچھ ان کے بعد بھی رہتی ہے۔(۲)

تلامذہ کے ساتھ حسن سلوک

امام صاحب کے درس میں بہت آزادانہ ماحول ہوا کرتا تھا، ہر طالب علم کو اعتراض کرنے اور دلائل پر تبصرہ کرنے کی کھلی آزادی تھی، آپ اپنے تلامذہ کو تقلید پیشہ متعلم نہیں بنانا چاہتے تھے، بلکہ ایک مناظر کی حیثیت میں دیکھنا پسند کرتے تھے، شیخ ابوزہرہ نے لکھا ہے کہ امام صاحب اپنے تلامذہ میں تین باتوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔

(۱) تلامذہ کی مالی امداد کرتے اور گردش ایام میں ان کا ساتھ دیتے جس کو شادی کی ضرورت ہوتی اور مالی وسائل نہ رکھتا ہوتا تو اس کی شادی کرادیتے، ہر شاگرد کی ضروریات کی کفالت فرماتے تھے۔

(۲) تلامذہ کی کڑی نگرانی کرتے جب کسی میں احساس علم کے ساتھ کبر ونخوت کے آثار دیکھتے اس کو زائل فرمادیتے اور یہ باور کراتے کہ وہ ہنوز دوسروں سے استفادہ کا محتاج ہے، ایک مرتبہ امام ابو یوسف کے جی میں آیا کہ اب انہیں الگ حلقہ درس قائم کرنا چاہیئے، امام صاحب نے اپنے ایک ساتھی سے کہا ابو یوسف کی مجلس میں جاکر یہ مسئلہ پوچھو کہ صورت ذیل میں آپ کیا فرماتے ہیں، ایک شخص نے ایک دھوبی کو دو درہم کے عوض ایک کپڑا دھونے کے لئے دیا، پھر اس نے کپڑا مانگا، دھوبی نے انکار کیا وہ پھر دوبارہ آیا اور کپڑے کا مطالبہ کیا، دھوبی نے کپڑا دھوکر اس کے حوالے کردیا، اس صورت میں کیا دھوبی اجرت کا استحقاق رکھتا ہے؟ اگر ابو یوسف اثبات میں جواب دیں تو آپ کہیں غلط ہے اور

(۱) علامہ یوسف بن صالح دمشقی، عقود الجمان ص: ۲۷۰
(۲) امام اعظم ابوحنیفہ ص: ۴۷، مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری

اگر نفی میں جواب دیں تو بھی آپ کہیں غلط ہے، وہ آدمی گیا اور امام ابو یوسف سے مسئلہ معلوم کیا، امام ابو یوسف بولے ہاں اسے اجرت دینی ہوگی، اس شخص نے کہا غلط ہے، امام ابو یوسف کچھ سوچ کر بولے وہ اجرت کا مستحق نہیں، وہ بولا یہ بھی صحیح نہیں ہے، امام ابو یوسف اسی وقت اٹھ کر امام صاحب کی خدمت میں گئے، امام صاحب بولے آپ دھوبی کے مسئلے کے سلسلے میں آئے ہوں گے، امام ابو یوسف نے کہا مجھے یہ مسئلہ سمجھایئے، فرمایا: اگر دھوبی نے یہ کپڑا غصب کرنے کے بعد دھویا تو اسے کوئی اجرت نہیں ملنی چاہئے، کیوں کہ اس نے اپنے لئے دھویا ہے اور اگر غصب کرنے سے پہلے دھویا ہے تو وہ اجرت کا مستحق ہے، کیوں کہ اس نے یہ کپڑا مالک کے لئے دھویا ہے۔

(۳) آپ تلامذہ کو نصیحت کرتے رہتے تھے، خصوصا ان لوگوں کو جو اپنے وطن جانے والے ہوتے تھے یا جن کے بڑا بننے کی توقع ہوتی تھی، امام صاحب کی وہ وصیتیں جو انہوں نے یوسف بن خالد السمتی، نوح بن ابی مریم اور امام ابو یوسف کے لئے لکھی ہیں وہ بہت ہی قابل قدر ہیں۔

الغرض امام صاحب اپنے تلامذہ کو دوستوں کی طرح رکھتے تھے اور انہیں اپنی عزیز ترین متاع حیات دینے سے گریز نہ کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے تم میرے دل کا سرور اور غم وحزن کے زوال کا سبب ہو۔(۱)

شاگردوں کی نظر میں امام صاحب کا مقام

امام صاحب جس محبت، اخلاص اور توجہ سے اپنے تلامذہ کی تربیت کیا کرتے تھے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھا کرتے تھے، ان کے تلامذہ بھی امام صاحب کا اسی درجہ ادب واحترام کیا کرتے تھے اور حد درجہ آپ سے عقیدت ومحبت کیا کرتے تھے، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں اپنے والدین سے پہلے حضرت امام صاحب کے لئے دعا کرتا ہوں،

(۱) محمد ابوزہرہ، ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ ص:۸۹

امام زفر جس زمانہ میں آپ کی خدمت میں فیض حاصل کر رہے تھے اسی زمانہ میں ان کی شادی ہوئی، امام زفر نے امام صاحب سے نکاح خوانی کی درخواست کی، امام صاحب نے بڑے انشراح کے ساتھ شاگرد کی خواہش پوری کر دی اور خطبہ نکاح میں ان کے بارے میں یہ شاندار الفاظ کہے ”یہ زفر بن ہذیل ہیں جو اپنے حسب ونسب، شرافت اور علم کی وجہ سے مسلمانوں کے امام اور دین کے زبردست عالم ہیں“ شاگرد کے بارے میں استاذ کے ان جملوں سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے، لیکن خاندان کے بعض لوگوں نے امام زفر سے کہا تمہارے قبیلے کے اعیان واشراف یہاں موجود ہیں پھر بھی تم نے ابوحنیفہ سے نکاح پڑھوایا، اس پر امام زفر نے کہا اگر میرے والد یہاں موجود ہوتے تو بھی میں امام صاحب سے ہی نکاح پڑھواتا(۱) امام زفر کے اس جملہ سے ایک شاگرد کی استاذ کے تئیں جو عقیدت ومحبت ہونی چاہئے وہ ظاہر ہے، وہ بھی اس لئے کہ امام صاحب صرف استاذ ہی نہیں، مربی، محسن اور کفیل بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کے تمام تلامذہ امام صاحب کا حد درجہ احترام کیا کرتے تھے۔

کوفہ کے سیاسی حالات میں امام صاحب کا طرز عمل

امام صاحب کے حلقہ درس کی وجہ سے کوفہ میں آپ کا بہت اثر قائم ہو گیا تھا، آپ ۱۲۰ھ میں مسند تدریس پر فائز ہوئے، اس زمانے میں ہشام بن عبد الملک تخت خلافت پر فائز تھا، اس نے ۱۲۵ھ میں وفات پائی، اس کے زمانے میں حکومت کا انتظام وانصرام قدرے بہتر تھا، اس کے بعد ولید بن یزید اور ابراہیم بن الولید یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے، اسی دور میں عباسی خلافت کی تحریک زور پکڑ گئی تھی انہیں دنوں میں یزید بن عمرو بن ہبیرہ کوفہ کا گورنر مقرر ہوا اور اس نے ایوان سلطنت کو مذہبی ستونوں پر قائم کرنے کا ارادہ کیا، اس مقصد کے تحت اس نے علماء کو حکومتی ذمہ داریوں سے سرفراز کیا اور امام صاحب

(۱) سیرت ائمہ اربعہ، قاضی اطہر مبارکپوری ص:۶۶

کو میر منشی اور امیر خزانہ کی پیش کش کی، امام صاحب نے انکار کردیا جس پر ابن ہبیرہ نے امام صاحب کو جیل میں بند کرا کے مستقل کوڑے لگوائے اور جب امام صاحب کی عزیمت کے آگے ہار گیا تو امام صاحب کو رہا کردیا، امام صاحب نے کوفہ کو خیر آباد کہہ کر مکہ کی طرف رخ کیا اور عباسی حکومت کے قائم ہونے کے بعد کوفہ واپس آئے، ایک روایت یہ ہے کہ ۱۳۲ھ میں کوفہ آگئے تھے؛ لیکن یہ عارضی قیام تھا اور ۱۳۶ھ میں کوفہ میں مستقل قیام فرمایا، اس وقت عباسی حکومت کا پہلا فرماں روا ابوالعباس اپنے آخری دن گن رہا تھا، اس کے بعد منصور خلافت کی مسند پر فائز ہوا، اس کے زمانے میں بھی لوگوں کی توقعات پوری نہ ہوئیں اور بغاوتوں کا سلسلہ جاری رہا۔

عباسی حکومت کے زمانے میں اہل بیت کے محمد نفس ذکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم نے بغاوت کی، امام صاحب نے ان دونوں کی تائید کی تھی اور مالی اعانت بھی کیا تھا، اگرچہ کسی مجبوری کے تحت عملاً شریک نہیں ہوسکے تھے، منصور جب ابراہیم کو شکست دے چکا تو اس نے ابراہیم کے ساتھیوں اور ان کا تعاون کرنے والوں کو تنگ کرنا شروع کیا، اسی ضمن میں اس نے امام صاحب کو طلب کیا، منصور امام صاحب کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا؛ لیکن امام صاحب کی عظمت اور لوگوں میں ان کے اثر ورسوخ کی بنا پر اس نے منصب کی زنجیر میں قید کرنا مناسب سمجھا، لیکن امام صاحب نے عہدہ قضاء قبول کرنے سے انکار کردیا، منصور نے امام صاحب کو قید میں بند کردیا، لیکن یہاں بھی امام صاحب کا علمی فیض جاری تھا، امام محمد بن حسن شیبانی نے امام صاحب سے جیل میں ہی تعلیم حاصل کی تھی، منصور امام صاحب کے بڑھتے اثر ورسوخ سے بے حد پریشان تھا اور امام صاحب پر اس کی کوئی بھی تدبیر کارگر نہ ہورہی تھی وہ ہر بار امام صاحب کی عزیمت اور قوت واستقلال کے سامنے شکست کھا جاتا تھا، اس لئے اس نے آخری تدبیر یہ کی کہ بے خبری سے ان کو زہر دلوادیا، جب امام صاحب کو زہر کا احساس ہوا تو آپ سجدہ میں گئے اور اسی حالت میں رشد وہدایت کا یہ آفتاب بروز

جمعہ شوال ۱۵۰ھ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔(۱)

نمازِ جنازہ اور تدفین

امام صاحب کے انتقال کی خبر تمام شہر میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور سارا شہر امنڈ آیا، حسن بن عمارہ (جو آپ کے استاذ بھی تھے) نے آپ کو غسل دیا، غسل کے وقت حسن بن عمارہ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے تیس سال تک افطار نہیں کیا اور نہ چالیس سال سے رات کو آرام کیا، آپ ہم سب میں سب سے زیادہ عابد، سب سے زیادہ پرہیز گار تھے۔(۲)

غسل سے فارغ ہوتے ہوتے لوگوں کی بہت زیادہ کثرت ہوگئی، پہلی نماز جو حسن بن عمارہ نے پڑھائی تھی اس میں پچاس ہزار لوگ شریک تھے، آپ کے جنازے کی نماز چھ مرتبہ پڑھی گئی اور دفن کے بعد چالیس دن تک آپ کی قبر پر لوگ نماز جنازہ پڑھتے رہے، خلیفہ منصور نے بھی آپ کی نماز جنازہ قبر پر جا کر پڑھی، امام صاحب کی وصیت کے مطابق آپ کو خیزران کے قبرستان میں دفن کیا گیا، آپ کے خیال میں وہی جگہ ایسی تھی جو مغصوبہ نہیں تھی۔(۳)

اس وقت ان ممالک میں بڑے بڑے ائمہ مذاہب موجود تھے، بعض خود امام صاحب کے استاذ تھے، سب نے آپ کے اس فانی دنیا سے کوچ کرنے کا رنج کیا اور تأسف آمیز کلمات کہے، ابن جریج مکہ میں تھے سن کر کہا انا للہ علم جاتا رہا، شعبہ بن حجاج نے جو امام صاحب کے استاذ اور بصرہ کے امام تھے نہایت افسوس کیا اور کہا کوفہ میں اندھیرا ہو گیا، ان کے ساتھ کوفہ کی فقہ بے نور ہو گئی۔(۴)

---

(۱) شمس الدین ذہبی، مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ ص:۴۸ (۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۲۱۳/۱

(۳) الجواہر المضیئہ ۵۰۲/۲، میر محمد کتب خانہ کراچی (۴) الانتقاء ص:۱۲۶

امام صاحب کا مزار اس وقت سے آج تک مرجع خلائق ہے، سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں ان کی قبر پر ایک قبہ اور اس کے قریب ایک مدرسہ تعمیر کرایا تھا، غالبا یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا مدرسہ نظامیہ اسی سال قائم ہوا تھا، لیکن اس کے بعد تعمیر کیا گیا جب اسماعیل پاشاہ بغداد پر قابض ہوا تو رافضیوں نے اس قبہ اور مدرسہ کو مسمار کر دیا تھا اور اس جگہ کوڑا کرکٹ ڈالنا شروع کر دیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان اشرار سے بغداد کو بہت جلد پاک صاف کر دیا ۹۴۷ھ میں سلطان سلیم بن سلیم نے ازسرنو مزار پر قبے تعمیر کرائے۔ (۱)

امام صاحب کی اولاد

امام صاحب کی سوانح پر عربی اور اردو میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، لیکن افسوس ہے کہ آپ کی سوانح کے بعض حصے اب بھی تشنہ لب ہیں اور باوجود تلاش بسیار کے ان سے پردہ نہیں ہٹایا جا سکا ہے، امام صاحب کی ازدواجی زندگی پر کسی بھی خامہ ژرف نگاہ سے کچھ نہیں لکھا گیا ہے، امام صاحب کی اولاد کے سلسلے میں اتنا پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب کی وفات کے وقت ایک فرزند ارجمند آپ کے اپنے استاذ کے ہم نام حماد تھے جو بڑے رتبے کے عالم وفاضل تھے جب ان کی الحمد ختم ہوئی تھی تو امام صاحب نے بڑا اہتمام کیا تھا اور معلم کو پانچ سو درہم بطور نذرانہ عنایت فرمایا تھا، آپ کے صاحبزادے حماد علم وفضل کے ساتھ بے نیازی اور پرہیزگاری میں بھی آپ کے خلف الرشید تھے۔

شب وروز

امام صاحب کی زندگی اور ان کے روز وشب لائق تقلید ہیں، آپ ہمیشہ خیر اور نیکی کے کاموں میں مصروف رہا کرتے تھے، آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ صبح کی نماز کے بعد درس دیتے، تمام قابل ذکر مسائل کا جواب تحریر کرتے، پھر تدوین فقہ کی مجلس منعقد کی جاتی،

---

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ مصنفہ مفتی عزیز الرحمٰن ص: ۱۱۷

جس میں بڑے بڑے نامور شاگردوں کا اجتماع ہوتا جو مسائل اتفاق رائے سے طے ہوتے انہیں قلم بند کرلیا جاتا، نماز ظہر پڑھ کر گھر آتے، کچھ دیر آرام کرتے، نماز عصر کے بعد دوستوں سے ملتے، بیماروں کی عیادت کرتے، مرنے والوں کی تعزیت اور غریبوں کی خبر گیری کرتے، نماز مغرب کے بعد دوبارہ درس کا سلسلہ شروع ہوتا اور عشاء تک جاری رہتا اور نماز عشاء پڑھ کر عبادت میں مشغول ہوجاتے اور اکثر رات بھر نہ سوتے۔(۱)

عبادت وریاضت

کتاب وسنت کی تعلیم، فقہ کی تدوین اور تجارتی مصروفیات کے ساتھ امام صاحب نے زہدوتقویٰ اور عبادت وریاضت میں جس طرح پوری زندگی گزاری وہ حیرت انگیز ہے، امام صاحب کے معاصرین اور آپ کے ساتھ رہنے والوں نے جو امام صاحب کی ریاضت کی جو تفصیل پیش کی ہے وہ حیران کن ہے، چند معتمد بزرگوں کے اقوال بیان کئے جاتے ہیں:

شریک کا بیان ہے میں نے حماد بن ابی سلیمان، علقمہ بن مرثد، محارب بن دثار، عون بن عبداللہ، عبدالملک بن عمیر، ابو ہمام سلولی، موسی بن طلحہ اور ابوحنیفہ کو دیکھا ہے اور ان کی صحبت میں رہا ہوں، ان میں سے کسی کو ابوحنیفہ سے زیادہ حسین رات والا نہیں پایا، میں ایک سال تک ان کی صحبت میں رہا ہوں اس مدت میں ان کو کبھی بھی رات میں بستر پر نہیں پایا۔(۲)

خارجہ بن مصعب کا بیان ہے کہ چار ائمہ دین نے کعبہ شریف میں پورا قرآن ختم کیا، عثمان بن عفان، تمیم داری، سعید بن جبیر اور ابوحنیفہ (۳) زاہدہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے امام صاحب کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، امام صاحب کو میری خبر

---

(۱) خان آصف، اسلام کے محافظ ص:۳۶، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۵ء

(۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۲۰۹/۱ (۳) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۲۱۵/۱

نہیں تھی، مجھے تنہائی میں مسئلہ دریافت کرنا تھا، اس لئے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا، لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے، امام صاحب نے نفل نماز شروع کردی اور رات بھر اس آیت کو دہراتے رہے فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُوم (۱) یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور میں انتظار میں پڑا رہا۔(۲)

حلیہ مبارک

امام صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ سیرت کے ساتھ جمالِ صورت بھی دیا تھا، میانہ قد، پاکیزہ صورت، بدن چھریرا، ڈیل ڈول سجیلا، کشادہ پیشانی، کتابی چہرہ، آنکھیں رسیلی، کشادہ سینہ، دراز زلفیں، آواز صاف ستھری، گفتگو متین اور شیریں وجاہت فطری تھی(۳) علامہ صیمری نے آپ کے حلیہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ گفتگو فصیح و بلیغ اور مدلل فرماتے تھے اور عام طور پر کم گو تھے، زبان کو فضول گوئی سے محفوظ رکھتے اور کسی بھی حالت میں متانت وسنجیدگی کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے، آپ کا لباس باوقار ہوتا تھا، اکثر لمبی ٹوپی استعمال کرتے تھے، کپڑے خوشبو میں معطر رہتے تھے، آپ کی خوشبو سے ہی لوگ آپ کو بغیر دیکھے پہچان لیا کرتے تھے۔(۴)

حلم و بردباری

آپ میں تواضع وانکساری اور حلم و بردباری بہت زیادہ تھی، گویا آپ من تواضع لله رفعه الله کی عملی تفسیر تھے، آپ کے سامنے کوئی آپ کو برا بھلا کہتا، آپ پر اعتراض کرتا تو آپ نہ غصہ ہوتے اور نہ ہی بدلہ لینے کے درپہ ہوتے، آپ کا قول ہے میں نے کبھی کسی کی برائی پر بدلہ نہیں لیا اور نہ میں نے کسی کو گالی دی نہ کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا

---

(۱) الطّور: ۲۷ (۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۲۱۵ (۳) عینی، امام ابوحنیفہ، اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد
(۴) صیمری، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۳۰، دارالکتاب العربی، بیروت ۱۹۷۶ء

اور نہ کبھی کسی کے ساتھ خیانت کی اور نہ دھوکہ دیا(۱) عاصم بن یوسف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسجد میں امام ابوحنیفہ درس وتدریس میں مشغول تھے اور مسجد کے ایک گوشے میں ایک شخص مسلسل آپ کو گالیاں دے رہا تھا، مگر آپ اپنے کام میں مشغول تھے نہ اس کی طرف توجہ کی اور نہ ہی کوئی جواب دیا شاگردوں کو بھی جواب دینے سے منع کر دیا، جب سبق ختم ہوا اور امام صاحب گھر کی طرف چلے تو وہ شخص آپ کے پیچھے ہو گیا اور راستے میں گالی دیتا رہا، جب امام صاحب کا گھر آ گیا تو آپ نے فرمایا دیکھو بھائی میرا گھر آ گیا اگر تمہیں اور بھی کچھ کہنا ہے تو میں رک جاتا ہوں تم اپنی بات مکمل کر لو تب میں گھر چلا جاؤں گا، اس پر وہ شخص شرمندہ ہو گیا۔(۲)

سخاوت وفیاضی

امام صاحب بہت کامیاب تاجر تھے اور آپ کی تجارت بڑی وسیع تھی، لیکن آپ نے علماء اور طلبہ کی خدمت کے لئے اپنی تجارت کو وسیع کیا تھا، آپ کی ایک مجلس تھی جس کا نام ''مجلس برکت'' تھا، جس میں ہر شخص مادی یا روحانی اعتبار سے مستفید ہوتا تھا، آپ اپنے شہر کے علماء وفضلاء اور طلبہ پر بہت زیادہ خرچ کیا کرتے تھے، حسن بن سلیمان کہتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو سخی نہیں دیکھا، انہوں نے اپنے شاگردوں میں سے ایک جماعت کا ماہانہ وظیفہ اپنی طرف سے مقرر کر رکھا تھا اور سالانہ تحفہ وتحائف کا معمول اس کے علاوہ تھا(۳) ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن عیینہ قرض کی وجہ سے قید ہو گئے، حضرت امام صاحب کو جب معلوم ہوا تو آپ نے سارا قرض جو چار ہزار درہم سے زیادہ تھا اپنی طرف سے ادا کر کے انہیں رہائی دلائی، سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ امام صاحب بہت زیادہ خیرات کرنے والے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے میرے پاس اس کثیر مقدار میں ہدیہ بھیجا کہ مجھے

(۱) عقود الجمان ص:۲۷۰ (۲) عقود الجمان ص:۲۷۲

(۳) عقود الجمان ص:۲۳۳- مناقب ابی حنیفہ للموفق ۲۳۹/۱

اس کی زیادتی سے ناگواری ہوئی جس کا ذکر میں نے امام صاحب کے بعض شاگردوں سے کیا تو ان کے شاگردوں نے کہا یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، اگر آپ وہ ہدیہ دیکھ لیتے جو امام صاحب نے سعید بن عروبہ کو بھیجا ہے تو اپنے ہدیہ پر تعجب نہ کرتے۔(۱)

ورع وتقوی

امام صاحب کا ورع وتقویٰ ضرب المثل ہے، آپ کے معاصرین نے کھلے الفاظ میں آپ کے ورع وتقویٰ کی گواہی دی ہے کہ ہم نے اپنے دور میں امام صاحب سے زیادہ متقی کسی کو نہیں دیکھا، امام صاحب کے ورع وتقویٰ کا ایک حیرت انگیز واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

ایک مرتبہ کوفہ میں کچھ لوگ بکریاں لُوٹ مار کر کے لَوٹے اور انہیں کوفہ کے بازار میں فروخت کر دیا، وہ بکریاں شہر کی بکریوں میں رل مل گئیں اور لوٹ کی بکریوں کی شناخت باقی نہ رہی، جب امام صاحب کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے لوگوں سے پوچھا بکری زیادہ سے زیادہ کتنے سال زندہ رہ سکتی ہے تو لوگوں نے جواب دیا سات سال تو آپ نے کوفہ میں رہتے ہوئے سات سال تک بکریوں کا گوشت تناول نہیں کیا کہ کہیں یہ وہی چرائی ہوئی بکری کا گوشت نہ ہو۔(۲)

خوف وخشیت

امام صاحب میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور آخرت میں جواب دہی کا احساس بہت زیادہ غالب رہتا تھا، آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت زیادہ رونے والے تھے، آپ کی آہ وبکا اور گریہ وزاری کی یہ کیفیت ہوتی کہ سننے والے کو ترس آجاتا تھا، رات میں آپ کے رونے کی آواز گھر سے باہر تک سنائی دیتی تھی۔

یحی بن سعید کہتے ہیں اللہ کی قسم ہم نے امام ابوحنیفہ کی مجالست اور مصاحبت اختیار

---

(۱) عقود الجمان ص:۲۳۲ (۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۱۸۱

کی، جب میں آپ کے چہرے کو دیکھتا تو فوراً مجھے احساس ہوتا کہ آپ اللہ رب العزت سے ڈرنے والے ہیں، قاسم بن معن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات میں امام صاحب نے یہ آیت پڑھی بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَر (۱) (بل کہ قیامت قائم ہے ان کے وعدے کا وقت اور وہ گھڑی بڑی آفت ہے اور بڑی کڑوی ہے) تو پوری رات گریہ وزاری کے ساتھ یہ آیت دہراتے رہے۔(۲)

عبد الرزاق بن ہمام کہتے ہیں میں جب بھی امام ابوحنیفہ کو دیکھتا تو آپ کی آنکھوں اور رخساروں پر رونے کے آثار محسوس کرتا (۳) یزید بن کمیت مشہور اولیاء اللہ میں ان کا شمار ہے، فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ انتہائی خشیت والے تھے، یحی بن نصر کہتے ہیں میرے والد امام صاحب کے دوست تھے جس کی بنا پر میں کبھی کبھی امام صاحب کے یہاں رات کو سو جاتا تھا تو میں دیکھتا کہ امام ابوحنیفہ پوری رات نماز میں مشغول رہتے اور میں چٹائی پر ان کے آنسوؤں کے گرنے کی آواز اس طرح سنا کرتا تھا گویا کہ بارش ہو رہی ہو۔(۴)

حق گوئی

امام صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حق گوئی کی عزیمت سے نوازا تھا، آپ عواقب وانجام کی پرواہ کئے بغیر برملا حق کا اظہار کیا کرتے تھے، آپ نے دربار سلطنت میں بھی حق گوئی سے پرہیز نہیں کیا، اور کبھی بھی خلیفہ وقت کے عتاب کا خیال نہیں کیا، ایک مرتبہ خلیفہ منصور اور اس کی بیوی حرہ میں ناچاقی ہوگئی، خاتون کو شکایت تھی کہ خلیفہ عدل نہیں کرتا، منصور نے کہا کسی کو منصف قرار دو، اس نے امام صاحب کا نام لیا، منصور نے امام صاحب کو بلا بھیجا خاتون پردے کے قریب بیٹھی، امام صاحب کی باتوں کو سن رہی تھی، منصور نے پوچھا شریعت مردوں کو کتنے نکاح کی اجازت دیتی ہے، امام صاحب نے کہا چار، منصور خاتون کی

---

(۱) القمر:۴۶　(۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۲۰۸　(۳) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۱۹۰

(۴) عقود الجمان ص:۲۳۹

طرف متوجہ ہوا کہ سنتی ہو، پردہ سے آواز آئی کہ ہاں سنا، اس کے بعد امام صاحب منصور کی طرف مخاطب ہوکر بولے مگر یہ اجازت اس شخص کے لئے خاص ہے جو عدل پر قادر ہو، ورنہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اچھا نہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً. (۱) منصور چپ ہوگیا، امام صاحب جب گھر آئے تو ایک خادم پچاس ہزار درہم کی تھیلی لئے حاضر ہوا اور کہا کہ خاتون نے نذر بھیجی ہے اور آپ کی خدمت میں سلام پیش کیا ہے اور آپ کی حق گوئی کی نہایت مشکور ہے، امام صاحب نے روپئے واپس بھیج دئے اور فرمایا جا کر خاتون سے کہنا کہ میں نے جو کچھ کہا کسی غرض سے نہیں کہا بلکہ میرا فرض منصبی تھا۔ (۲)

والدہ کی خدمت

امام صاحب کے والدین بہت نیک تھے، تجارتی مشغولیت کے باوجود دینی زندگی بسر کرتے تھے اور اہل علم وفضل سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے والد نعمان بن ثابت کو تابعیت کا شرف حاصل تھا، بچپن میں حضرت علیؓ کی زیارت کی اور ان سے دعا لی تھی، حضرت عمرو بن حریث مخزومی کے مکان میں ان کی دکان تھی اور صبح وشام ان کی زیارت ہوتی تھی، آپ نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ میں حج کی سعادت حاصل کی، اس وقت آپ کی عمر ۱۶ سال کی تھی وہاں آپ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء کی زیارت کی جب تک امام صاحب کے والدین زندہ رہے، ان کی ہر خدمت کے لئے تیار رہتے تھے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے لئے ہمیشہ ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کرتے تھے، خود بیان کرتے ہیں:

> میں نے اپنے نیک اعمال کے تین حصے کئے ہیں، ایک تہائی اپنے لئے ایک تہائی اپنے والدین کے لئے اور ایک تہائی اپنے استاذ حماد بن ابی سلیمان کے لئے۔ (۱)

(۱) النساء:۳ (۲) سیرت النعمان ص:۵۸، شبلی نعمانی

(۳) الصیمری، ابوعبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص:۵۳، دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۷۶ء

آپ کے والد ماجد کا انتقال پہلے ہو گیا اور والدہ ماجدہ ۱۳۰ھ تک زندہ رہیں، اس لئے ان کی خدمت کا زیادہ موقع ملا، امام ابو یوسف کا بیان ہے کہ امام صاحب زمانۂ طالب علمی سے ہی اپنی والدہ کی کوئی بات نہیں ٹالتے تھے، حتی کہ عمرو بن ذر کی مجلس میں جاتے تو والدہ کو سواری سے لے جاتے (۱) حسن بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام صاحب کی والدہ نے کسی بات کی قسم کھائی اور اس کے متعلق امام صاحب سے مسئلہ پوچھا امام صاحب نے جواب دیا، مگر والدہ مطمئن نہیں ہوئیں اور کہا جب تک زرعہ واعظ سے تم دریافت نہیں کرو گے مجھے اطمنان نہیں ہوگا، امام صاحب والدہ کو لے کر زرعہ واعظ کے پاس گئے اور والدہ نے خود ان سے پوچھا، زرعہ نے تعجب سے کہا کوفہ کا فقیہ آپ کے ساتھ ہے، پھر میں کیا فتویٰ دوں، امام صاحب نے زرعہ واعظ کو جواب بتایا پھر زرعہ واعظ نے وہی جواب آپ کی والدہ سے بیان کیا تو آپ کی والدہ راضی اور مطمئن ہو گئیں۔(۲)

امیرِ کوفہ یزید بن عمرو بن ہبیرہ فزاری نے امام صاحب کے لئے عہدہ قضاء تجویز کیا مگر آپ نے انکار کر دیا اس پر ابن ہبیرہ نے امام صاحب کو ایک سو دس کوڑے کی سزا دی، آپ کہتے تھے مجھے اس سزا سے اتنی تکلیف نہیں ہوئی جتنی کہ اس حادثہ پر والدہ کے رنج وغم سے ہوئی، والدہ نے کہا نعمان! جس علم کی وجہ سے تم کو یہ دن دیکھنا پڑا اس سے ترک تعلق کر لو میں نے کہا اگر میں اس علم سے دنیا حاصل کرنا چاہتا تو بہت زیادہ حاصل کر لیتا میں نے یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے حاصل کیا ہے۔(۳)

امام صاحب کے اخلاق وعادات

جعفر بن ربیع کہتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ کے پاس پانچ سال رہا، مگر میں نے ان سے زیادہ خاموش بیٹھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، ولید بن قاسم کا قول ہے کہ امام صاحب

---

(۱) عقود الجمان ص:۲۷۲ (۲) تاریخ بغداد ۱۳/۳۶۶

(۳) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری ص:۵۳۔ مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۲۵۶

اپنے تلامذہ کے حالات معلوم کرنے میں بہت بے نظیر تھے، جو ضرورت مند ہوتا اس کی غم خواری اور حاجت روائی کرتے اور اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی تیمارداری کرتے، اگر ان میں سے یا ان کے رشتہ داروں میں سے کوئی مرجاتا تو جنازہ میں شرکت فرماتے، اگر کسی پر کوئی مصیبت آتی تو آپ اس کی ضرورت پوری کرتے، آپ بہت شریف الطبع انسان تھے(۱) صیمری نے نضر بن محمد سے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ مذاق کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی مذاق کرتے تھے، میں نے ان کو کبھی بھی قہقہہ مار کر ہنستے نہیں دیکھا، ہاں تبسم فرمایا کرتے تھے۔(۲)

ایک مرتبہ ہارون رشید نے امام ابو یوسف سے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے اخلاق بیان کرو، امام ابو یوسف نے فرمایا میرا علم امام ابوحنیفہ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محارم کے ارتکاب سے شدت سے رکنے والے تھے، بہت ہی پرہیزگار تھے، اللہ تعالیٰ کے دین کے متعلق وہ بات ہرگز نہیں کہتے جس کو وہ قطعی طور سے نہ جانتے ہوں، ان کو یہ بات پسند تھی کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اہل دنیا سے اپنے زمانہ میں دور رہے، دنیا کی عزت کی رغبت نہیں کی، علم کے وسیع تر میدان میں ہمیشہ غور وفکر کرتے رہتے تھے، نہ بیہودہ گو تھے نہ بکواسی، اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور ان کو علم ہوتا تو جواب دیتے، اگر استاذ سے سنا ہوا علم نہ ہوتا تو حق کے مطابق قیاس کرتے اور حق کی اتباع کرتے وہ اپنے آپ کی اور دین کی حفاظت کرنے والے تھے، علم اور مال کو بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے، اور تمام لوگوں سے غنی النفس تھے، جب بھی کسی کا ذکر کرتے تو اچھائی سے کرتے، ہارون رشید نے یہ سن کر کہا یہی اللہ کے نیک بندوں کے اخلاق ہوتے ہیں۔(۳)

معافی بن عمران موصلی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے اندر دس ایسی خصلتیں تھیں اگر

---

(۱) عقود الجمان ص:۲۷۲ (۲) عقود الجمان ص:۲۷۳

(۳) الذہبی، حافظ ابی عبداللہ محمد بن احمد عثمان، مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ص:۱۸، احیاء المعارف النعمانیہ، حیدرآباد ۱۴۱۹ھ

ان میں سے ایک بھی کسی کے اندر ہے تو وہ اپنی قوم کا رئیس ہو جائے اور اپنے قبیلہ کی سرداری کرے (۱) پرہیزگاری (۲) سچائی (۳) فقہ (۴) لوگوں کی غم خواری (۵) ہمیشہ نفع دینے والی چیز کی طرف توجہ (۶) اکثر خاموش رہنا (۷) درست گوئی (۸) مصیبت زدہ کی مدد (۹) مروت (۱۰) صحیح غور وفکر۔(۱)

حضرت امام اعظم کی چند خصوصیات

امام صاحب کی زندگی اپنے معاصرین سے بالکل ممتاز ہے، آپ علمی اور عملی ہر دو اعتبار سے اپنے معاصرین واقران پر فوقیت رکھتے ہیں، امام صاحب کے کارنامے بالخصوص فقہی خدمات بھی انفرادی حیثیت کی حامل ہیں، امام صاحب کے اخلاق وعادات، عبادت وریاضت، جود وسخا، خوف وخشیت، تاجرانہ خصوصیات، فن حدیث میں غیر معمولی مہارت یہ سب وہ امتیازی اوصاف ہیں جس نے امام صاحب کو اپنے اقران پر بے مثال امتیاز عطا کر دیا ہے، اس کا اعتراف فقہ حنفی کے ماننے والوں نے نہیں؛ بلکہ دوسرے ائمہ فقہ کے متبعین نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے، علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی (م۹۴۲ھ) نے عقود الجمان میں امام صاحب کے گیارہ خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے۔

(۱) امام صاحب کی پیدائش اس زمانہ میں ہوئی جب کہ بہت سے صحابہ باحیات تھے اور یہ زمانہ قرون مشہود لہا بالخیر (جس زمانے کے خیر ہونے کی گواہی زبان نبوت سے عطا ہوئی ہے) میں شامل ہے۔

(۲) بعض صحابہ کی زیارت اور روایت امام صاحب کو نصیب ہوئی، اس بنا پر آپ کو شرف تابعیت حاصل ہے۔

(۳) تابعین کے زمانہ میں اور بڑے بڑے ائمہ کی حیات میں حضرت امام کو اجتہاد وافتاء کی خدمت انجام دینے کا موقع ملا جو بڑے شرف کی بات ہے۔

---

(۱) عقود الجمان ص: ۲۷۵

(۴) بڑے بڑے ائمہ فقہ وحدیث نے آپ سے روایت نقل کی ہیں، یہ بھی آپ کے لئے بڑے فضیلت کی بات ہے۔

(۵) چار ہزار اساتذہ سے آپ نے علم دین حاصل کیا۔

(۶) آپ کو ایسے بلند پایہ شاگرد ملے جو دیگر ائمہ کو نصیب نہ ہوئے جن میں ہر شاگرد اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھا جیسے حضرت امام ابویوسف، حضرت امام محمد، حضرت امام زفر وغیرہ۔

(۷) حضرت امام اعظم پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے فقہ وفتاویٰ کی تدوین کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا، آپ ہی نے باب وار مسائل کو مرتب کرایا اور جزئیات ومسائل کی تخریج فرمائی، اس بارے میں پوری امت مسلمہ تا قیامت آپ کی رہین منت رہے گی اور یہ عظیم خدمت آپ کے لئے رفع درجات کا سبب بنتی رہے گی۔

(۸) امام صاحب کا فقہی مسلک عالم کے چپہ چپہ تک پھیل گیا، خاص کر برصغیر، روس، چین اور برما میں غالب اکثریت نے آپ کی پیروی کی اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

(۹) آپ خود اپنی ذاتی کمائی سے اپنی اور اپنے متعلقین کی ضروریات پوری فرماتے تھے اور حکومتوں کے وظائف وغیرہ کے محتاج نہ تھے۔

(10) آپ کی وفات انتہائی مظلومیت کی حالت میں قید خانہ میں زہر کی وجہ سے بحالت سجدہ ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

(۱۱) آپ اپنے دور میں ورع وتقویٰ اور کثرت عبادت میں ممتاز تھے۔(۱)

امام صاحب کے بعض حکیمانہ اقوال

امام صاحب علم وحکمت میں اپنے معاصرین میں ممتاز مقام رکھتے تھے، ان کی

---

(۱) عقود الجمان ص:۱۷۳-۱۹۰

عقلمندی، حاضر جوابی، معاملہ فہمی، دقیقہ سنجی کے سبھی لوگ قائل تھے، آپ کی ذہانت وذکاوت اور فکر ونظر کے معاصرین اور محبین ہی نہیں؛ بلکہ آپ کے معاندین اور مخالفین بھی قائل تھے، آپ کی بہت سی حکیمانہ باتیں کتابوں میں مذکور ہیں، چند اقوال ملاحظہ ہوں:

☆ علماء دین کے واقعات بیان کرنا اور ان کی مجلسوں میں بیٹھنا میرے نزدیک بہت سے فقہی مباحث سے بہتر ہے، کیوں کہ ان کے اقوال ومجالس ان کے آداب واخلاق ہیں۔

☆ جو شخص وقت سے پہلے عزت وشرف اور سیادت وقیادت طلب کرے گا زندگی بھر ذلیل رہے گا۔

☆ جو شخص علم دین، دنیا کے لئے حاصل کرے گا اس کی برکت سے محروم رہے گا اور علم اس کے دل میں راسخ نہیں ہوگا اور نہ ہی اس سے نفع پہونچے گا۔

☆ جو شخص بغیر تفقہ کے حدیث پڑھتا ہے وہ اس عطار کی مانند ہے جو دوا فروخت کرتا ہے، مگر یہ نہیں جانتا کہ کس مرض کے لئے ہے اس کو طبیب بتاتا ہے، اسی طرح محدث حدیث جانتا ہے مگر فقیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

☆ جب کوئی عورت اپنی جگہ سے اٹھ جائے تو اس جگہ پر جب تک گرم رہے نہ بیٹھو۔

☆ اگر علماء دین اللہ تعالیٰ کے دوست اور ولی نہیں ہیں تو کون ان کا ولی ہے؟

○❖○

(۱) مبارکپوری، قاضی اطہر، سیرت ائمہ اربعہ ص: ۹۷

دوسری فصل
امام ابوحنیفہ کی معاشی سرگرمیاں

امام صاحب ایک صاحب ثروت گھرانے کے چشم و چراغ تھے، آپ کے یہاں مال و دولت کی فراوانی تھی، فقر و فاقہ اور تنگ دستی سے نا آشنا تھے، آپ کے آباء و اجداد خز (ریشم کے کپڑے) کے بڑے تاجر تھے، امام صاحب نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آبائی کاروبار کو خوب ترقی دی، اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو علم و تقویٰ اور فضل و کمال میں یکتا بنایا تھا، حدیث و فقہ میں امامت کے منصب پر فائز کیا تھا، اسی طرح آپ کو معاشی زندگی میں بھی اپنے ہم عصروں پر فوقیت دی تھی، آپ نہ صرف بڑے تاجر تھے؛ بلکہ تجارتی اصولوں سے اچھی طرح واقف تھے، اسی بنیاد پر آپ نے تجارت میں حیرت انگیز ترقی کی تھی، پیش نظر مضمون میں آپ کی معاشی سرگرمیوں کا جائزہ لے کر آپ کے تجارتی اصول اور معاشی زندگی میں آپ کے کارناموں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

امام صاحب کے تجارت کی نوعیت

امام صاحب خاندانی اعتبار سے تجارت پیشہ تھے، تجارتی اصول سے اچھی طرح واقف تھے، آپ کی تجارت بہت وسیع تھی، کوفہ میں ریشم کا بہت بڑا کارخانہ تھا، جہاں ریشم اور ریشمی کپڑے تیار کئے جاتے تھے، آپ کی تجارت مختلف انداز میں کوفہ اور دور دراز ملکوں میں پھیلی ہوئی تھی، امام صاحب کی تجارتی تفصیلات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے، البتہ مولانا گیلانی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

چار چیزیں اس باب میں معلوم ہوتی ہیں: (۱) پہلی بات تو یہی کہ امام

صرف خز کے تاجر ہی نہیں تھے؛ بلکہ خز بافی کا کوئی بڑا کارخانہ کوفہ میں
ان کا جاری تھا (۲) کوئی حانوت (شاپ) بھی کوفہ میں خز کی تھی
جس سے مال کی فروختگی کا سلسلہ جاری تھا (۳) غلاموں سے بھی
مال کی پھیری کراتے تھے (۴) کوفہ سے دور دراز علاقوں مثلا بغداد،
نیشاپور، مرو وغیرہ مال بھیجتے تھے اور وہاں سے منگواتے تھے۔(۱)

خز کا مفہوم

امام صاحب کا آبائی کاروبار خز کی تجارت کا تھا، یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خز کی تھوڑی وضاحت کردی جائے، خز ایک قسم کا کپڑا ہے جس کا رواج اسلام کے ابتدائی صدیوں میں بکثرت پایا جاتا تھا، اس کے تانے میں ریشم اور بانے میں مختلف سوت استعمال کیا جاتا ہے اور جس کپڑے کا تانا ریشم اور بانا دوسرے دھاگے کا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے، اس لئے یہ کپڑا عہد صحابہ میں کثرت سے رائج تھا، مولانا گیلانی لکھتے ہیں:

جہاں تک کتابوں سے معلوم ہوتا ہے یہ ایک خاص قسم کا کپڑا تھا جس
میں مختلف چیزیں مثلا اون یا کتان یا روئی وغیرہ کے دھاگے استعمال
کئے جاتے تھے اور تانے میں ریشم کا سوت لگایا جاتا تھا، بعض فقہ کی
کتاب میں لکھا ہے کہ خز کسی سمندری جانور کے بال سے تیار ہوتا تھا،
بعض زیادہ متقی حضرات خصوصیت کے ساتھ بانے میں بھی ریشم کے
استعمال کو ناپسند کرتے تھے، لیکن صحابہ اور تابعین میں جیسا کہ میں
نے عرض کیا مشکل ہی سے بجز چند بزرگوں کے کوئی ایسی ہستی ہوگی
جو خز استعمال نہ کرتی ہو، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گرمیوں میں غیر اونی
اور جاڑوں میں اونی خز لوگ استعمال کرتے تھے، بڑی بات یہ تھی کہ

(۱) گیلانی، مناظر احسن، امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص: ۸۸، مکتبہ الحق ممبئی

ریشم کی شرکت کی وجہ سے کپڑے میں مضبوطی پیدا ہوجاتی تھی۔(۱)

امام صاحب کی دکان

کوفہ میں حضرت عمرو بن حریث صحابی رسول کا بہت بڑا اور عالی شان محل تھا جو انہوں نے کوفہ آنے کے بعد مسجد کے بغل میں بنوایا تھا، ابن سعد وغیرہ میں تصریح ہے کہ یہ بہت بڑی اور مشہور حویلی تھی، اس عالی شان حویلی میں امام صاحب کی دکان (شاپنگ مال) تھی اور یہ دکان بھی بہت مشہور تھی اس میں خز کے مختلف اقسام کے کپڑے ملتے تھے، امام صاحب بڑی تلاش وجستجو کر کے خز کے ہر قسم کے کپڑے رکھتے تھے، اگر کسی کو خز کا کوئی کپڑا کسی جگہ دستیاب نہ ہوتا تو لوگ امام صاحب کی دکان کا مشورہ دیتے اور امام صاحب کی دکان میں وہ کپڑا مل جاتا تھا، اس دکان میں نہ صرف کپڑے فروخت کئے جاتے تھے؛ بلکہ خز کے کپڑے خریدے بھی جاتے تھے، موفق احمد مکی کی مناقب میں ہے کہ امام صاحب کی دکان پر باہر سے خز باف اپنا مال فروخت کرنے کے لئے لایا کرتے تھے اور ایک ایک دفعہ میں کبھی کبھی آٹھ آٹھ ہزار درہم کے کپڑے صرف ایک آدمی سے خریدے جاتے تھے۔(۲)

امام صاحب کے دکان کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اگر کسی کا مطلوبہ خز نہیں ملتا تھا تو آپ لوگوں سے آرڈر بھی لے لیا کرتے تھے اور حسب خواہش خز مہیا کرادیا کرتے تھے، آپ کی دکان میں مالوں کی اس قدر آمد و رفت ہوتی تھی کہ آرڈر کے پورا کرنے میں کوئی تاخیر نہیں ہوتی تھی۔(۳)

کپڑا اتیار کرنے کا کارخانہ

امام صاحب کی تجارت کی وسعت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ

---

(۱) امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص:۸۶، مکتبہ الحق ممبئی

(۲) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۱۹۷، دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۸۱ء

(۳) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۱۹۶

امام صاحب نہ صرف کپڑا خریدتے اور فروخت کرتے تھے؛ بلکہ امام صاحب کا خز کا ایک کارخانہ تھا جس میں ریشم کے دھاگے اور ریشم کے کپڑے تیار کئے جاتے تھے اور اس کارخانہ میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے اور اسی عمرو بن حریث کی کوٹھی میں یہ کاریگر رہا کرتے تھے، علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اپنی ذات میں ذہین ترین انسانوں میں سے تھے، انہوں نے فقہ، عبادت، پرہیز گاری اور سخاوت کو جمع کرلیا تھا اور حکومت کے عطیے قبول نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ خود اپنی کمائی دوسروں پر خرچ کیا کرتے تھے، اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے، ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑا بننے کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے۔(١)

ذہبی کی تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خز بافی کا کارخانہ بہت بڑا تھا اور اس کی شہرت پورے کوفہ میں تھی، اس کارخانہ اور اس دکان سے عام لوگ اچھی طرح واقف تھے اور اس میں بہت سے مزدور اور کاریگر کام کرتے اور رہتے تھے، یہ کارخانہ بھی عمرو بن حریثؓ کے اسی مشہور کوٹھی میں تھا، یافعی نے لکھا ہے:

امام صاحب کی ایک بڑی کوٹھی تھی جس میں خز بنایا جاتا تھا اور امام صاحب کے پاس خز باف بھی تھے۔(٢)

غلاموں کے ذریعہ مال کی پھیری

امام صاحب کے یہاں تجارتی نفع اندوزی کی مختلف صورتیں رائج تھیں، ایک طریقہ یہ تھا کہ غلاموں کو مال دے کر تجارت کے لئے کسی دوسرے شہر میں بھیج دیا جاتا تھا،

(١) ذہبی، شمس الدین ابوعبداللہ، العبر في خبر من غبر، باب سنۃ خمسین ومائۃ ١٦٤/١، دار الکتب العلمیہ بیروت

(٢) الیافعی ص ١٠/١ بحوالہ امام صاحب کی سیاسی زندگی ص:٩٠

ایسے غلاموں کو فقہ کی اصطلاح میں ''ماذون التجارت'' کہا جاتا تھا، ایک ایک غلام کبھی کبھی تیس تیس ہزار نفع حاصل کر کے لاتا تھا، اس طرح امام صاحب کی تجارت پھیلتی جارہی تھی، موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ میں تحریر کرتے ہیں:

> امام صاحب کا ایک غلام تھا جو تجارت کرتا تھا، امام صاحب نے مال کثیر اس کے سپرد کی تھی جس کی وہ تجارت کرتا تھا اس نے تیس ہزار درہم نفع حاصل کئے۔

لیکن امام صاحب کے نزدیک صرف مال کا حاصل کرنا مقصود نہیں تھا؛ بلکہ حصول مال میں انتہائی احتیاط برتی جاتی تھی اور ہر قسم کے شبہ سے بھی پرہیز کیا جاتا تھا، چنانچہ اسی واقعہ میں موفق نے لکھا ہے:

> جب وہ غلام تیس ہزار نفع علیحدہ کر کے امام صاحب کی خدمت میں آیا تو امام صاحب نے اس سے تجارت کی تمام تفصیلات حاصل کی جس میں کوئی ایک صورت وہ بیان کی جس سے امام صاحب کو ناگواری ہوئی اس پر امام صاحب نے اس غلام کی ڈانٹ لگائی اور پوچھا کہ کیا تم نے اس طرح حاصل شدہ نفع کو دوسرے تمام نفع کے ساتھ ملا دیا ہے، اس نے اثبات میں جواب دیا اس پر امام صاحب نے وہ تیس ہزار درہم فقراء پر تقسیم کر دیا اور اس میں سے کچھ نہیں رکھا۔(۱)

بہر حال یہ تو امام صاحب کے احتیاط کا حال تھا؛ لیکن اس سے امام صاحب کی تجارت کی وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جب ایک ایک غلام نفع میں تیس تیس ہزار درہم لا رہا ہے تو تمام غلاموں کے مجموعی نفع کی رقم کیا ہوتی ہوگی، بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ایک غلام ستر ہزار درہم لے کر واپس آیا، اس سے اندازہ لگایئے کہ سال میں صرف غلاموں

---

(۱) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۸۷۱، دارالکتب العربی بیروت ۱۹۸۱ء

کے نفع کی کیا حالت ہوگی اور یہ تجارت کا صرف ایک ذریعہ ہے، اس کے علاوہ مختلف طریقوں سے تجارت کی جارہی تھی۔

ایکسپورٹ امپورٹ

امام صاحب کی تجارت وسیع پیمانہ پر تھی، کوفہ میں بہت بڑا اور مشہور کپڑے کا کارخانہ تھا، اس کے ساتھ کوفہ میں خز کی بہت بڑی دکان بھی تھی، اور دوسرے شہروں سے یہاں کپڑا منگایا جاتا تھا اور دوسرے شہروں میں خاص طور پر مرو، نیشاپور، بغداد اور بصرہ وغیرہ علاقے میں آپ کے ایجنٹ تھے، جہاں یہ لوگ امام صاحب کے مال کو فروخت کیا کرتے تھے اور وہاں کے مشہور کپڑوں کو کوفہ روانہ کرتے تھے، گویا امام صاحب کا بہت بڑا ایکسپورٹ امپورٹ کا بزنس تھا، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ قیس بن ربیع ہم سے امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب بغداد سرمایہ بھیجتے تھے اور یہاں کی چیزیں اس سرمایہ سے خریدی جاتی تھیں اور کوفہ لادکر روانہ ہوتی تھیں۔(۱)

امام صاحب کے شریک تجارت

جب امام شعبی کے توجہ دلانے پر امام صاحب نے حدیث وفقہ کی طرف توجہ دی تو بازار آنا جانا اور از خود تجارت کرنا بہت کم ہوگیا تھا، لیکن تجارت کی وسعت میں کمی نہیں آئی تھی، کیوں کہ امام صاحب کی تجارت میں بہت سے افراد شریک تھے یا علمی مشغولی کی بنا پر امام صاحب نے چند معتمد لوگوں کو اپنی تجارت میں شریک کرلیا تھا اور بظاہر قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مال تمام کا تمام امام صاحب کا تھا اور یہ حضرات محنت کرکے امام صاحب کے مال کو فروخت کیا کرتے تھے، گویا مضاربت کی صورت رائج تھی کہ مال امام صاحب کا تھا اور محنت دوسرے حضرات کی تھی، اس سلسلے میں سب سے اہم نام حفص بن عبدالرحمٰن کا ہے جنہوں نے تیس سال تک امام صاحب کے ساتھ کام کیا، حفص بن عبدالرحمٰن نیشاپور کے

---

(۱) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۲۴۱

رہنے والے تھے اور نہایت متقی اور پرہیز گار لوگوں میں شمار ہوتے تھے، ایک زمانہ تک نیشاپور کے عہدہ قضاء پر بھی فائز رہے، یہ امام صاحب کے شاگرد بھی تھے اور حدیث وفقہ امام صاحب سے روایت کرتے تھے، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حفص بن عبد الرحمٰن امام صاحب کے مال کو نیشاپور میں فروخت کرتے تھے اور نیشاپور کے مال کو امام صاحب کے پاس کوفہ بھیجتے تھے۔

امام صاحب کے تجارتی اصول

امام صاحب کی تجارت کی کامیابی، تجارتی اصول کی پابندی کی بنا پر تھی، امام صاحب کے نزدیک تجارت کا مقصد صرف مال کا حاصل کرنا نہیں تھا؛ بلکہ وسیع پیمانہ پر تجارت کر کے تجارت کے صحیح اصول کو فروغ دینا تھا، امام صاحب کی تجارت میں سچائی، امانت داری، خوش اخلاقی، خیر خواہی، جیسے لازمی عناصر پائے جاتے تھے، اس کے ساتھ دھوکہ دہی، خیانت، بدخواہی، ظلم وزیادتی، جیسے غلط اور ناجائز عناصر سے امام صاحب کی تجارت پاک تھی، ہم امام صاحب کی معاشی سرگرمیوں میں ان کی تجارتی اصول کا جائزہ پیش کریں گے۔

خوش اخلاقی

اسلام نے ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں خوش اخلاقی کی تعلیم دی ہے اور خندہ پیشانی سے ملنے کو بہترین صدقہ قرار دیا ہے۔(۱) خوش اخلاقی انسان کا سب سے بہترین اور قیمتی زیور ہے، خاص طور پر تاجروں کے لئے خوش اخلاقی ان کی تجارت کے فروغ کا بہترین ذریعہ ہے، تاجر کی خوش اخلاقی گاہک کو نہ صرف مال خریدنے پر مجبور کر دیتا ہے؛ بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کو اپنا ہی گاہک بنا لیتا ہے، امام صاحب کی خوش اخلاقی کا کیا کہنا

(۱) سنن الترمذی، باب ماجاء فی طلاقۃ الوجہ، حدیث نمبر: ۱۹۹۷

وہ خوش باش، شیریں گفتار، ملنسار اور حلیم و بردبار تھے، آپ کے اخلاق کی حیرت انگیز مثالیں کتب سوانح میں مذکور ہیں، چنانچہ خطیب نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک موچی امام صاحب کے پڑوس میں رہتا تھا، دن بھر بازار میں کام کرتا اور رات بھر شراب کے نشے میں شور مچاتا رہتا، امام صاحب کو اس کی حرکتوں سے بہت تکلیف ہوتی، عبادت و ریاضت میں خلل ہوتا، لیکن کبھی بھی اس سے شکایت نہ کی، ایک دن پولیس موچی کو پکڑ کر لے گئی اور جیل میں بند کردیا، رات بھر امام صاحب نے اس کے شور وشرابے نہیں سنے، پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ پولیس پکڑ کر لے گئی ہے، امام صاحب اپنے بلند مقام کا خیال کئے بغیر سیدھے کچہری پہونچے، کچہری میں کھلبلی مچ گئی، حاکم جو آپ کا شاگرد تھا خود بھاگا ہوا باہر آیا اور دریافت کیا کہ حضرت یہاں قدم رنجہ فرمانے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ میرے محلّہ کا موچی جو میرا پڑوسی بھی ہے پولیس والوں نے اسے گرفتار کرکے جیل بھیج دیا ہے، اسے میری ضمانت پر رہا کردیا جائے، چنانچہ اسے جیل سے رہا کردیا گیا، موچی جب جیل سے باہر آیا تو دیکھا گیا کہ امام صاحب اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے فرمارہے ہیں کیوں بھائی! میں نے تمہیں ضائع ہونے تو نہیں دیا اس پر موچی سر جھکائے کہہ رہا تھا نہیں میرے سردار! میرے آقا! آج کے دن سے آپ مجھے ایسی حرکتوں میں مبتلا نہ پائیں گے، جن سے آپ کو اذیت ہوتی تھی، امام صاحب کے اخلاق کی بلندی کا حال ملاحظہ فرمایئے، جس موچی نے امام صاحب کو ہمیشہ تکلیف پہونچائی اس کے ساتھ بھی آپ نے کس قدر بلند اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔(۱) امام صاحب نہ صرف خود اخلاق کی بلندیوں پر فائز تھے؛ بلکہ اپنے کارندوں اور ملازموں کو بھی خوش اخلاقی کا سبق دیا کرتے تھے۔

دیانت داری

اسلام نے دیانت داری اور امانت کی ادائیگی پر بہت زور دیا ہے، حدیث میں

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۱۳/۳۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء

ہے: التاجر الصدوق الأمین مع النبیین والصدیقین والشهداء. (۱) کہ سچا امانت دار تاجر کل قیامت میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا، تاجر کی لئے دیانت اور تقویٰ سب سے لازمی اور ضروری عنصر ہے، اگر تاجر میں یہ صفت ہو تو تجارت آدمی کے جنت میں جانے کا سبب ہے اور اس کے فقدان کی صورت میں جہنم میں جانے کا سبب ہے، امام صاحب کی دیانت داری اور امانت داری اس قدر مشہور اور مسلّم تھی کہ لوگ اپنی قیمتی اشیاء آپ کے پاس امانت رکھتے تھے، آپ کی کاروباری دیانت کا اس سے اندازہ لگائے کہ آپ اس کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے کہ ایک روپیہ بھی ناجائز طریقہ پر آپ کے پاس نہ آنے پائے، تمام کام کرنے والوں کو سخت ہدایت تھی کہ کپڑے کا وہ تھان جس میں کچھ عیب ہو علیحدہ رکھو اور خریدار کو اس سے واقف کراؤ۔

ایک مرتبہ امام صاحب نے حفص بن عبدالرحمٰن کے پاس کپڑے کا ایک تھان بھیجا اور ہدایت دی کہ اس میں عیب ہے، خریدار کو عیب بتا کر فروخت کرنا، لیکن حفص بن عبدالرحمٰن کپڑا فروخت کرتے وقت عیب بتانا بھول گئے، جب امام صاحب کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے بہت افسوس کا اظہار فرمایا اور تمام کپڑے کی قیمت کو خیرات کر دیا۔ (۲)

خیر خواہی

حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے: الدین النصحیة (۳) کہ دین سراپا خیر خواہی کا نام ہے، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، ان کی کتابوں اور ائمہ دین اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کی جائے، حضرت جریر بن عبداللہ البجلی نے ایک اونٹ خریدا، بائع نے اس کی قیمت ایک سو دینار مقرر کی، حضرت جریر نے کہا نہیں، اس کی قیمت اس سے زیادہ ہے، اس

(۱) سنن الترمذی، باب ماجاء فی التجار وتسمیة النبی ایاہم، حدیث نمبر: ۱۲۰۹

(۲) خطیب بغدادی، حافظ ابوبکر احمد بن علی، تاریخ بغداد ۳۵۶/۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء

(۳) صحیح مسلم، باب بیان ان الدین النصیحة، حدیث نمبر: ۵۵

نے دوسو مقرر کی، آخر میں حضرت جریر نے اس اونٹ کو آٹھ سو دینار میں خریدا اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ عہد کیا تھا عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا اس لئے کسی مسلمان کا نقصان نہیں کرسکتا ہوں، امام صاحب کی تجارتی زندگی میں بھی ہمیں خیر خواہی کے حیرت انگیز واقعات ملتے ہیں، چنانچہ ایک مرتبہ ایک عورت ریشم کا ایک تھان لائی اور سو درہم میں فروخت کرنا چاہا، امام صاحب نے فرمایا تم اس کی قیمت کم بتارہی ہو، اس عورت نے اس کی قیمت دوسو درہم کردی، امام صاحب نے فرمایا اس کی قیمت اب بھی کم ہے، اس نے تین سو کردی، امام صاحب نے فرمایا قیمت اب بھی کم ہے، اس عورت نے کہا آپ میرے ساتھ مذاق کررہے ہیں، امام صاحب نے فرمایا میں مذاق نہیں کررہا ہوں، تم کسی مرد کو بلاکر پوچھ لو، چنانچہ ایک مرد آیا اور اس نے اس تھان کی قیمت پانچ سو درہم لگائی اور آپ نے پانچ سو درہم میں وہ تھان خریدلیا۔(۱)

غور کیجئے ایک عورت جو بازار کے نشیب وفراز سے ناواقف ہے اور اس نے تھان کی قیمت بہت کم بتائی؛ لیکن امام صاحب نے موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا؛ بلکہ الدین النصیحۃ کی بناپر اس کپڑے کو اصلی قیمت پر خریدا اور عورت کو نقصان سے بچالیا۔

عمدہ اور اطمینان بخش مال

خوش اخلاقی اور دیانت داری کے ساتھ ساتھ ضروری ہے اپنی دکان میں عمدہ اور اطمینان بخش مال رکھا جائے، اگر کوئی بہت بااخلاق اور بڑا دیانت دار ہو؛ لیکن اس کے پاس عمدہ مال نہ ہو تو لوگ اس کی دکان کا رخ نہیں کرتے ہیں، مال کی عمدگی گاہک کو اس قدر مطمئن کردیتی ہے کہ وہ ہمیشہ نہ صرف خود اس دکان سے خریدنے پر مجبور ہوجاتا ہے؛ بلکہ دیگر احباب ورفقاء کو اس دکان کی طرف رہبری کرتا ہے، مال اگر عمدہ ہو تو گاہک کو سمجھانے

(۱) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۲۰۰ دارالکتب العربی بیروت ۱۹۸۱ء، الصیمری ابوعبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص:۳۹ دارالکتب العربی بیروت ۱۹۷۶ء

کی ضرورت نہیں پڑتی؛ بلکہ گاہک منھ بولی قیمت دے دیتا ہے، امام صاحب اپنی دکان میں بہت عمدہ اور اطمینان بخش مال رکھا کرتے تھے، ابن خشنان نے لکھا ہے کہ

> امام صاحب خز کے تاجر تھے اور خز کی خرید وفروخت میں انتہائی تلاش وجستجو اور دقت شناسی سے کام لیتے تھے۔(۱)

مطلب یہ کہ امام صاحب خز کی بہترین قسموں کے مہیا کرنے میں پوری دقت نظری اور تلاش وجستجو سے کام لیتے تھے اور عمدہ سے عمدہ قسم کے مال سے اپنی دکان کو زینت دیتے تھے، اس لئے دور دور سے لوگ آپ کے پاس چلے آتے تھے اور اگر کوئی کپڑا کوفہ میں کہیں دستیاب نہیں ہوتا تو لوگ امام صاحب کی دکان کا مشورہ دیتے تھے۔

ایک دام

آج کل بڑی بڑی کمپنیوں اور اصولی دکانوں میں جو طریقہ رائج ہے کہ دام چکانے میں وقت ضائع نہیں کیا جاتا، بلکہ ہر چیز کا ایک دام مقرر کر دیا جاتا ہے، خریدار بغیر کسی بحث ومباحثہ کے سامان خریدتا ہے اور اپنی راہ لیتا ہے، اس میں دکاندار کا وقت ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے اور خریدار کو ٹھگ کا احساس نہیں ہوتا ہے، تجارت کی کامیابی کا ایک راز یہ بھی ہے۔

امام صاحب کی دکان میں بھی ''ایک دام'' کا اصول رائج تھا، چنانچہ مدینہ منورہ کا ایک خریدار کوفہ کے بازار میں ایک خاص قسم کی ریشم کا کپڑا تلاش کر رہا تھا لوگوں نے بتایا کہ تم کو اس قسم کا خز کہیں نہیں ملے گا مگر ایک فقیہ کے پاس جو یہاں خز کی تجارت کرتا ہے، جسے لوگ ابوحنیفہ کہتے ہیں، اسی کے ساتھ بتانے والے نے یہ بھی بتایا کہ جب تم ان کی دکان میں پہنچو اور اپنی پسند کا کپڑا نکلواؤ تو جو قیمت بتائی جائے اسی پر خرید لینا دام چکانے کا اصول وہاں نہیں ہے وہ مدنی خریدار جب امام صاحب کی دکان پر پہونچا تو امام صاحب کا ایک

---

(۱) امام صاحب کی سیاسی زندگی ص:۹۱، مکتبہ الحق ممبئی

شاگرد دکان میں تھا، اس خریدار نے اسی شاگرد کو امام ابو حنیفہ سمجھ لیا اور اس شاگرد نے اتفاقا یا غلطی سے اس کی پسند کے کپڑے کی قیمت ایک ہزار درہم بتائی جب کہ اصلی قیمت چار سو درہم تھی، اس مدنی خریدار نے تو کپڑے کو ایک ہزار میں ہی خرید لیا؛ لیکن جب امام صاحب تشریف لائے، چند دنوں کے بعد اس کپڑے کے بارے میں معلوم کیا تو شاگرد نے کہا میں نے اسے مکمل ایک ہزار میں فروخت کر دیا، اس پر امام صاحب نے بہت ناگواری کا اظہار فرمایا اور غصہ بھرے لہجے میں فرمایا تغر الناس وأنت معي في دكاني تم لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو حالاں کہ تم دکان میں میرے ساتھ کام کرتے ہو معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا ؛ بلکہ وہ خریدار مال خرید کر مدینہ واپس جا چکا تھا، حضرت امام کو یہ محسوس ہوا کہ اس خریدار کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اگر اس کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ ایک ریٹ کی دکان ہے تو وہ ضرور قیمت کم کرانے کی کوشش کرتا اس لئے امام صاحب نے اس خریدار کی تلاش میں مدینہ کا سفر کیا اور اس آدمی کو مسجد میں نماز کی حالت میں پایا اور وہ کپڑا اس کے جسم پر تھا، امام صاحب نے نماز کے بعد اس شخص سے کہا یہ کپڑا میرا ہے، اس آدمی نے کہا آپ کا کپڑا کیسے ہوسکتا ہے میں نے تو اسے کوفہ میں امام ابو حنیفہ کی دکان سے خریدا ہے، امام صاحب نے فرمایا کیا تو ابو حنیفہ کو پہچانتا ہے، اس نے کہا ہاں، امام صاحب نے فرمایا میں ہی ابو حنیفہ ہوں، اس کے بعد امام صاحب نے پورا واقعہ بیان کیا، اب وہ شخص کہنے لگا میں اس کپڑے کو کئی بار پہن چکا ہوں اس کو واپس کرنا مناسب نہیں، لیکن امام صاحب کا اصرار تھا کہ چار سو کا کپڑا دھوکے میں ایک ہزار میں فروخت ہوا ہے، اس لئے یا تو یہ پہنا ہوا کپڑا واپس کر دو یا کم از کم چھ سو درہم واپس لے لو، بالآخر اس خریدار نے چھ سو درہم واپس لیا اور معاملہ ختم ہوا۔(۱)

آج کی ترقی پسند دنیا اسے احمقانہ فعل کہہ سکتی ہے، بلکہ بیچنے والے ملازم کو انعام دیا جاسکتا ہے کہ اس نے کمپنی کو اس قدر نفع پہونچایا، لیکن امام صاحب کا مقصد تجارت کر کے

---

(۱) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۴۷ دار الکتب العربی بیروت ۱۹۸۱ء

مال وزر کو بڑھاوا دینا نہیں تھا، بلکہ اصول تجارت کو فروغ دینا اور تجارت کے منافع سے حاجت مندوں کی ضرورت پوری کرنا تھا،اس پورے واقعہ میں امام صاحب کا زہد، ورع، تقوی،خوف وخشیت اور مال کے حاصل کرنے میں احتیاط کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام صاحب کی تاجرانہ خصوصیات

شیخ ابوزہرہ نے امام صاحب کی تجارتی تفوق کی وجہ ان کی تاجرانہ خصوصیات کو قرار دیا، اسی امتیازی خصوصیات کی بنا پر امام صاحب کو تجارت میں کمال اور لوگوں میں اعتماد حاصل ہوا اور آپ کی تجارت بڑھی اور بڑھتی چلی گئی، شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں:

> امام ابوحنیفہ میں چار تجارتی اوصاف پائے جاتے تھے، جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صرف اونچے درجے کے عالم دین ہی نہ تھے، بلکہ آپ مثالی تاجر بھی تھے (۱) آپ دل کے غنی تھے، حرص وہوس کبھی آپ پر غالب نہ آسکی، شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ امیر گھرانے میں پیدا ہوئے اور فقر وفاقہ کی ذلت سے محفوظ رہے (۲) بڑے امین تھے اور امانتی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں کبھی اپنے نفس کا لحاظ نہ کرتے (۳) بہت فیاض تھے اور بخل کی بیماری سے محفوظ تھے (۴) نہایت متدین، عابد، شب زندہ دار، صائم النہار اور قائم اللیل تھے، یہ اوصاف مجموعی طور پر آپ کے تجارتی معاملات پر اثر انداز ہوئے اور آپ ایک منفرد قسم کے تاجر قرار پائے۔(۱)

حضرت ابوبکر صدیق سے مشابہت

حضرت امام صاحب کی زندگی حضرت صدیق اکبر کے مشابہ تھی، متعدد سوانح نگاروں

---

(۱) الامام محمد ابوزہرہ، ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ، آراءہ وفقہہ ص:۲۲۳، دار الفکر العربی

نے آپ کو حضرت ابوبکر جیسا تاجر قرار دیا ہے، امام موفق نے زرنجری کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام صاحب حضرت ابوبکر کے اقوال، افعال اور عادات کو اخذ کرنے کی بہت کوشش کیا کرتے تھے، اس لئے کہ حضرت ابوبکر صحابہ میں سب سے افضل، سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے فقیہ، سب سے بڑے متقی اور پرہیزگار، سب سے بڑے زاہد و عابد اور سب سے زیادہ جود و سخاوت سے متصف تھے، تو امام صاحب بھی تابعین میں سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے فقیہ اور ورع و تقویٰ اور سخاوت و فیاضی میں بے مثل تھے، حتی کہ حضرت ابوبکرؓ کی مکہ میں کپڑے کی ایک دکان تھی تو امام ابوحنیفہ نے بھی کوفہ میں ایک کپڑے کی دکان قائم کی اور اس میں ریشم اور ریشمی کپڑے فروخت کیا کرتے تھے(۱) آپ حضرت صدیق اکبر کے ہی ہموار کردہ تجارتی مسلک و منہج کی پیروی کرتے تھے، عبدالحلیم الجندی لکھتے ہیں:

> ذلك أبو بكر الصديق وهذا أبو حنيفة وقد كان بينهما تواصل ذهني يتراء ى خلال ذلك التشابه في العمل وفي الطباع حتي أن أبا حنيفة كان يأخذ بأبي بكر وأفعاله وخصاله.(۲)

> یہ حضرت ابوبکر ہیں اور یہ حضرت امام ابوحنیفہ دونوں میں ذہنی توافق تھا اور یہ مشابہت عمل اور طبیعت دونوں میں تھی حتی کہ امام ابوحنیفہ حضرت ابوبکر کے افعال و عادات کی مکمل پیروی کرتے تھے۔

امام صاحب کے غیر معمولی سرمایہ کی حقیقت

مولانا گیلانی نے یہاں ایک سوال قائم کر کے اس کا ایک امکان اور قیاس سے

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۸۲/۱

(۲) عبدالحلیم جندی، ابوحنیفہ بطل الحریۃ والتسامح الاسلام ص ۳۹، المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ قاہرہ ۱۹۹۶ء

قریب تر جواب دیا ہے، سوال یہ ہے کہ اتنے بڑے کاروبار کے لئے بظاہر کافی سرمایہ کی ضرورت ہے، امام صاحب خاندانی اعتبار سے اتنے مالدار نہیں تھے کہ جس سے مرو، نیشاپور، بغداد اور اسی قسم کے دوسرے شہروں میں تجارتی لین دین کو پھیلایا جاسکے، پھر امام صاحب کے پاس اتنا سرمایہ کہاں سے آیا؟ اس کا ایک جواب تو یہ دیا جاسکتا ہے، ہوسکتا ہے کہ ابتداء میں حضرت امام کا کاروبار بھی معمولی درجہ کا ہو اور آہستہ آہستہ اس کاروبار کو ترقی ہوتی چلی گئی، اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے، بلکہ یہ ممکن اور قرین قیاس بات ہے، لیکن مولانا گیلانی نے جو تفصیل کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ لوگ حضرت امام صاحب کے پاس بہت کثرت سے امانتیں رکھتے تھے، وکیع کے صاحبزادے حضرت سفیان کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ بہت بڑے تھے امانت میں (۱) موفق احمد مکی کا بیان ہے کہ ایک تیلی نے ایک لاکھ ستر ہزار درہم بطور امانت جمع کی تھی (۲) جب حضرت امام صاحب کا انتقال ہوا تھا اس وقت ان کے گھر میں پانچ کروڑ کی امانتیں لوگوں کی تھیں (۳) اور ظاہر ہے کہ اپنے پیرانہ سالی اور ضعف کی بنا پر انہوں نے حتی الوسع لوگوں تک ان کی امانتیں پہنچادی ہوں گی، لیکن جن امانتوں کو واپس نہیں کیا جاسکا اس کی تعداد پانچ کروڑ تھی۔

غیر سودی بینک کا قیام

امانتوں کے سلسلے میں اصول میں یہ ہے کہ اگر امانتیں امین کے پاس سے ضائع ہوجائیں تو امین پر اس کا ضمان نہیں ہے، اسی لئے یتیم کے مال کی حفاظت کے سلسلے میں فقہاء نے اصول بتایا کہ کسی مالدار کے پاس بطور قرض رکھ دیا جائے، اس لئے کہ قرض کے ہلاک ہونے میں ضمان لازم ہوتا ہے اس طرح یتیم کا مال محفوظ رہے گا، اصلی فائدہ تو اس طریقہ کار کے اختیار کرنے میں یتیموں کا ہی ہے، لیکن ضمنا عام مسلمانوں کے لئے بغیر سودی قرض

---

(۱) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۱۹۵ دار الکتب العربی بیروت ۱۹۸۱ء، مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ للذہبی ص:۴۱

(۲) موفق احمد مکی ۱/۲۰۰ (۳) مناقب ابی حنیفہ ۱/۱۹۸

کی ایک جائز صورت نکل آتی ہے، مولانا گیلانی کی رائے ہے کہ ہوسکتاہیکہ امام صاحب بھی عام مسلمانوں کی امانتوں کواس کی اجازت سے اپنے استعمال میں لے آتے ہوں، یعنی یہ کہہ دیتے ہوں گے کہ اس مال کو اگر کسی کاروبار میں لگاؤں تو مجھے اس کی اجازت ہونی چاہئے، اس طرح گویا وہ شخص اپنی امانت کو بطور قرض کے امام صاحب کے پاس جمع کر دیتا تھا، یہ صورت دونوں کے لئے مفید ہے، امانت رکھنے والے کا مال ہر طرح کی ہلاکت سے بچ جاتا ہے اور امین کو اس مال سے نفع حاصل کرنے کی اجازت ہو جاتی ہے، اس کے ساتھ بہت سے لوگوں کے اموال بطور امانت بھی رکھے جاتے تھے جس میں امام صاحب کوئی تصرف نہیں کرتے تھے، اس خطیر رقم کی حفاظت امانت اور اس کی واپسی کا اجتماعی نظام، اس کے لئے دفاتر، رجسٹر، ملازم، حساب دانوں کی ضرورت اور فراہمی کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ سود و ربا سے پاک خالص اسلامی بنکاری کا ایک مکمل نظام امام صاحب نے قائم کر دیا تھا، مال کی حفاظت و صیانت اور مضاربت کے اصول کو ایک مربوط منصوبہ بندی کی شکل میں لوگوں کے سامنے سب سے پہلے آپ نے پیش کیا، اور پھر اسے عملا برت کر کامیابی تک پہنچایا۔

مولانا گیلانی کے بقول امانت کے اس مستحکم اور مفید اصول کو مدنظر رکھ کر امام صاحب نے لوگوں کے اموال کو تجارت میں لگادیا تھا، امام صاحب کی تجارت کی وسعت کی یہی حقیقت ہے، لیکن جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا کہ اس حکمت سے قطع نظر بھی تجارت کے وسیع ہونے کی مناسب توجیہ کی جاسکتی ہے، بلکہ شیخ زہرہ کے مطابق امام صاحب ابتداء سے ہی بہت متمول اور صاحب ثروت تھے، اس صورت میں کسی توجیہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

دوست واحباب کے ساتھ امام صاحب کا تجارتی معاملہ

امام صاحب بہت بڑے تاجر تھے، لیکن صرف دولت اکٹھا کرنا ان کا مقصود نہیں

(۱) امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص: ۱۲۲ مکتبہ الحق ممبئی

تھا بلکہ لوگوں کے لئے آسانی مہیا کرنا، اچھا سلوک کرنا، لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا ان کا مطمح نظر تھا، اس لئے کہ امت محمدیہ کا احترام اوران کے طبعی تقاضوں کو پورا کرنا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی زندگی کا نصب العین تھا؛ چنانچہ امام صاحب اپنے دوست واحباب اور رشتہ داروں سے نفع نہیں حاصل کرتے تھے؛ بلکہ اسے خرید کی قیمت پر اشیاء فروخت کردیا کرتے تھے، چنانچہ ایک شخص امام صاحب کی دکان پر آیا اور ایک خاص قسم کا کپڑا طلب کیا، امام صاحب نے فرمایا انتظار کرو ایسا کپڑا آجائے گا تو تمہارے لئے محفوظ رکھوں گا، ایک ہفتہ نہیں گزرا کہ مطلوبہ رنگ اور معیار کا کپڑا دکان پر آگیا وہ شخص دکان کی طرف سے گزرا آپ نے اس کو بلا کر کہا کہ تمہاری پسند کا کپڑا آگیا ہے، اس نے قیمت دریافت کی، امام صاحب نے قیمت ایک درہم بتائی، اس نے مذاق سمجھا، امام صاحب نے بتایا کہ میں نے دو کپڑے بیس دینار اور ایک درہم میں خریدے تھے اور ایک کپڑا بیس دینار میں فروخت ہوگیا، میرے رأس المال میں ایک درہم کی کمی رہ گئی ہے، تم یہ کپڑا لے لو اور ایک درہم دے دو میں اپنے احباب سے نفع نہیں لیتا ہوں۔(۱)

ایک شخص دکان پر آکر امام صاحب سے کہا کہ میری شادی کی بات چیت مکمل ہوگئی ہے، آپ مجھ پر احسان کریں مجھے دو خوبصورت کپڑے کی ضرورت ہے جس سے میں اپنے سسرال والوں کی نگاہ میں خوبصورت لگوں، امام صاحب نے اسے دو ہفتہ بعد بلایا جب دو ہفتے بعد وہ شخص آیا تو آپ نے اس کو بیس دینار سے زائد قیمت کے دو کپڑے اور ساتھ میں ایک دینار نقد دیا، وہ شخص تعجب سے پوچھنے لگا کہ یہ کیا ہے تو امام صاحب نے بتایا کہ میں نے تمہارے نام سے کچھ سامان بغداد بھیجا تھا ان کو فروخت کر کے تمہارے کپڑے خریدے گئے ہیں اور ایک دینار بچ گیا ہے تم ان کو لے لو ورنہ میں ان کو فروخت کر کے قیمت اور وہ ایک دینار خیرات کردوں گا، لوگوں نے صورت حال معلوم کرنی چاہی تو امام صاحب

(۱) تاریخ بغداد ۳۵۹/۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء

نے بتایا کہ اس شخص نے آکر کہا کہ مجھ پر احسان کریں اور میرے استاذ عطاء بن ابی رباح نے حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول بیان کیا ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی سے کہے کہ مجھ پر احسان کرو تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے راز کا امین بنا دیا، اس لئے میں اس شخص کے ساتھ زیادہ سے زیادہ حسن سلوک اور احسان کا معاملہ کرنا چاہتا ہوں۔(۱)

ایک بوڑھی عورت امام صاحب کے پاس آئی اور خز کا ایک کپڑا طلب کیا جب کپڑا دکھایا گیا تو کہنے لگی میں ایک کمزور عورت ہوں، مجھے یہ کپڑا اس قیمت میں دے دیجئے جو آپ کو پڑا ہے، امام صاحب نے فرمایا کہ چار درہم میں لے لو اس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ تفریح کر رہے ہیں، امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے دو کپڑے خریدے تھے، ایک کپڑے کو رأس المال سے چار درہم کم میں فروخت کر دیا ہے، اس کی قیمت اب صرف چار درہم ہے اس لئے چار درہم میں لے جاؤ۔(۲)

امام صاحب کی آمدنی کا مصرف

امام صاحب مال ودولت کی حرص وہوس سے بہت دور تھے وہ اپنی دولت سے علماء، مشائخ، فقراء اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کیا کرتے تھے، بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ اپنی آمدنی کے تین حصے کرتے، ایک حصہ علماء مشائخ اور ضرورت مندوں پر خرچ کرتے، ایک حصہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے اور ایک حصہ کو اپنی تجارت میں شامل کرتے اور تجارت کو وسعت دیتے تھے، موفق احمد مکی نے امام صاحب کی سوانح میں لکھا ہے:

ہر سال مخصوص رقم کا سامان کوفہ سے بغداد بھیجتے اور بغداد سے چیزیں منگوا کر کوفہ میں فروخت کراتے، اس لین دین سے جو آمدنی ہوتی

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۲۴۱ دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۸۱ء

(۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۱۹۶، الصیمری، ابوعبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص:۳۹، دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۷۶ء

اس سے پہلے کوفہ کے محدثین کے کھانے پینے اور پہننے کا سامان خرید کران لوگوں کے پاس بھیجتے، اس کے بعد سرمایہ اور منافع کی جو رقم باقی بچ جاتی اسے بھی انہی لوگوں میں یہ کہتے ہوئے تقسیم فرما دیتے کہ اپنی ضرورتوں میں خرچ کیجئے اور شکر وتعریف خدا کے سوا کسی کی نہ کیجئے، میں نے کچھ نہیں دیا، بلکہ آپ لوگوں کے متعلق مجھ پر خدا کا فضل ہوا اور آپ ہی لوگوں کے نام سرمایہ کا یہ منافعہ ہے (۱)

بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امام صاحب نے ایک خاص سرمایہ علماء ومشائخ کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ علماء ومشائخ پر خرچ کرتے تھے، اسی لئے فرمایا یہ آپ کے سرمایہ کے منافع ہیں، علماء ومشائخ کا احترام امام صاحب کے یہاں بہت زیادہ تھا، اپنے اہل وعیال پر بھی علماء ومشائخ کو ترجیح دیتے تھے، مسعر بن کدام سے منقول ہے کہ

امام صاحب کا عام دستور یہ تھا کہ اپنے بال بچوں کے لئے جب کوئی چیز خریدتے تو مشائخ وعلماء کے لئے بھی وہ چیز ضرور خریدتے، خود اپنے لئے جب کپڑا بنواتے تو علماء کے لئے بھی جوڑا تیار کراتے، اسی طرح جس قسم کے فواکہ اور پھلوں کا موسم آتا تو جو اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے خریدتے وہی پھل علماء ومشائخ کو بھی بھیجتے، علماء ومشائخ کے لئے جو چیزیں خریدتے اس میں اس کا لحاظ فرماتے کہ اچھی سے اچھی قسم کی ہوں، لیکن خود اپنے یا اپنے عیال کی خریداری میں عموماً لاپرواہی اور تساہل سے کام لیتے۔ (۲)

---

(۱) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۲۴۱، الصیمری، ابوعبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۴۸، ذہبی، حافظ ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ص: ۴۶، احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد ۱۴۱۹ھ

(۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۲۴۰، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۴۸

شاگردوں کے ساتھ امام صاحب کا معاملہ

علماء ومشائخ کی طرح شاگردوں کے ساتھ بھی آپ کا معاملہ فیاضانہ تھا، امام صاحب ہر طالب علم سے پوشیدہ طور پر اس کے حالات دریافت کرتے، کوئی ضرورت ہوتی تو اس کی تکمیل فرمادیتے جو ان میں بیمار ہوتا یا طالب علموں کے رشتہ دار بیمار ہوتے تو ان کی عیادت کرتے، جن کا انتقال ہو جاتا ان کے جنازے میں حاضر ہوتے، امام صاحب کا عام دستور یہ تھا کہ اگر ان کے پاس کچھ ہدیہ وتحائف آتے تو شاگردوں اور متوسلین میں تقسیم فرمادیتے (۱) یوسف بن خالد سمتی کا بیان ہے:

امام صاحب اپنے طلبہ کی ہر جمعہ دعوت فرمایا کرتے تھے اور طرح طرح کے کھانے پکواتے لیکن کھانے میں طلبہ کے ساتھ شریک نہیں ہوتے، کہتے کہ میں اپنے آپ کو اس لئے الگ کر لیتا ہوں کہ تم لوگ بے تکلفی کے ساتھ کھانا تناول کر سکو۔ (۲)

جمعہ کی دعوت کے علاوہ آپ اپنے تلامذہ کی دیگر ضرورتوں کا بھی خیال کرتے تھے، جن طلبہ کو شادی کی ضرورت ہوتی حضرت امام ان کی شادی بھی کرادیتے اور شادی کے مصارف خود ادا کرتے، اسی طرح تہواروں کے موقعوں پر سب کے ساتھ حسنِ سلوک اور ہر ایک کے رتبہ کے مطابق ان کے پاس چیزیں بھیجتے تھے، ان سب پر مستزاد یہ کہ طلبہ کے وظیفے بھی امام صاحب کے یہاں سے جاری تھے، موفق احمد مکی کا بیان ہے:

ہر جماعت کے شاگردوں کو ماہ وار وظیفہ بھی حضرت امام کی طرف سے ملتا تھا اور یہ عام حسنِ سلوک کے سوا تھا۔ (۳)

انفرادی طور پر جن جن طالب علموں کے ساتھ جو سلوک امام صاحب نے کیا اور بعد میں ان لوگوں نے جو بیان کیا اس کی فہرست طویل ہے، حضرت امام ابو یوسف کا بیان ہے:

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ ۱/۲۴۷ (۲) مناقب ابی حنیفہ ۲/۸۹ (۳) مناقب ابی حنیفہ ۱/۲۳۹

بیس سال تک میری اور میرے اہل وعیال کی کفالت حضرت امام ابو حنیفہ نے کی۔(۱)

موفق کی مناقب ابی حنیفہ میں دس سال کا تذکرہ ہے(۲) دس سال بھی کوئی معمولی مدت نہیں ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت امام ابویوسف فرماتے ہیں میں نے ان عمدہ خصلتوں کا جامع کسی اور کو نہیں دیکھا، حسن بن زیاد جو امام صاحب کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

میں امام صاحب کے پاس پڑھا کرتا تھا، میرے والد ایک دن امام صاحب کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور! میری چند لڑکیاں ہیں لڑکوں میں صرف حسن ہے، آپ ہی اسے سمجھایئے کہ کوئی ایسا کام اختیار کرے جس سے مجھے کچھ سہولت میسر آئے، حسن کا بیان ہے کہ جب میں آیا تو امام صاحب نے فرمایا میاں حسن! تمہارے والد آئے تھے اور یہ باتیں مجھ سے کہہ کر گئے ہیں؛ لیکن تم پڑھنے میں لگے رہو میں نے کسی عالم کو بھوک سے مرتے نہیں دیکھا ہے، حسن کا بیان ہے کہ امام صاحب نے اس دن سے میرے لئے کچھ ماہوار اس وقت تک مقرر کر دیا جب تک کہ میں روزگار سے نہیں لگ گیا۔(۳)

فقراء اور ضرورت مندوں پر خرچ

امام صاحب علماء، مشائخ اور تلامذہ پر کس قدر مال خرچ کرتے تھے اور ان کے حقوق کی کس طرح ادائیگی کرتے تھے اس کا حال اوپر ذکر کیا گیا، اس کے ساتھ ساتھ حضرت امام فقراء اور محتاجوں پر بھی کثرت سے خرچ کیا کرتے تھے، گویا ان کی تجارت کا

(۱) امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص:۱۱۲ (۲) مناقب ابی حنیفہ ۱/۲۳۸ (۳) مناقب ابی حنیفہ موفق ۱/۲۶۴

مقصد ہی ان حضرات کی خدمت کرنا تھا ورنہ حضرت امام زہد وتقویٰ اور استغنائیت کے جس مقام پر فائز تھے ان کو تجارت اور معیشت کو وسیع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، عبدالرحمٰن دوسی کا بیان ہے کہ امام صاحب اپنے فرزند حماد سے کہتے کہ روزانہ دس درہم کی روٹی خرید کر آس پڑوس اور دروازے پر آنے والے محتاجوں پر صدقہ کر دیا کرو (۱) حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ امام صاحب کی مجلس میں ایک شخص پراگندہ حالت میں تھا جب مجلس ختم ہوئی تو امام صاحب نے اس کو روک لیا اور فرمایا کہ مصلی اٹھاؤ اور اس کے نیچے جو ہے تم لے لو اور اپنی حالت کو درست کرلو، اس مصلی کے نیچے ایک ہزار درہم تھا اس شخص نے کہا میں تو مالدار ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، تو امام صاحب نے فرمایا کیا تمہیں یہ حدیث معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندوں پر دیکھنا پسند کرتے ہیں، تمہیں چاہئے کہ اپنی حالت کو بدل لو تاکہ تمہارا دوست تم سے دھوکہ نہ کھائے۔(۲)

امام صاحب کی سخاوت کا عجیب واقعہ

امام صاحب کے بعض سوانح نگاروں نے امام صاحب کی فیاضی اور حسن سلوک کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ کوفہ میں ایک شخص پہلے خوش حال تھا؛ لیکن زمانہ کی گردش نے اسے افلاس اور قحط سالی تک پہونچادیا، لیکن وہ شخص غیرت وحمیت کی دولت سے ابھی بھی مالدار تھا عسرت کی زندگی گزار رہا تھا؛ لیکن کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے قاصر تھا، ایک دن اس کی چھوٹی بچی تازہ ککڑیوں کو دیکھ کر چلاتی ہوئی گھر آئی اور ماں سے ککڑی لینے کے لئے پیسے مانگی؛ لیکن افلاس اس حد تک پہونچا ہوا تھا کہ ماں بھی ککڑی خریدنے کے لئے پیسے نہ دے سکی، لڑکی کا باپ اس تماشے کو دیکھ رہا تھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور طے کیا کہ کسی سے امداد حاصل کرنی چاہئے، چنانچہ وہ امام صاحب کی ''مجلس برکت'' میں حاضر ہوا جہاں سے ہر آدمی دنیوی، مادی یا روحانی کچھ نہ کچھ نفع لے کر ہی اٹھتا تھا، لیکن اس شخص نے کبھی

(۱) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۲۳۸) (۲) مناقب ابی حنیفہ ۱/۲۳۵، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۴۷

مانگا نہیں تھا، اس لئے اس کی زبان نہیں کھل سکی، بار بار کہنے کا ارادہ کرتا، لیکن طبعی حیا روک دیتی، آخر یوں ہی اٹھ کر چلا آیا، لیکن امام صاحب نے اپنی فراست سے اس آدمی کی کیفیت اور ارادہ کو محسوس کرلیا جب اٹھ کر جانے لگا تو امام صاحب بھی اس کے پیچھے روانہ ہوئے اور جس گھر میں وہ داخل ہوا اس کو خوب پہچان لیا، جب رات کو تاریکی نے اپنے آغوش میں لے لیا، تب امام صاحب اپنی آستین میں پانچ سو درہم کی ایک تھیلی لے کر اس کے گھر پر پہونچے، دروازہ کھٹکھٹایا اندھیرا کافی تھا، وہ شخص جب باہر نکلا تو امام صاحب دہلیز پر تھیلی رکھ کر یہ کہہ کر واپس ہوگئے کہ دہلیز پر تھیلی پڑی ہے، یہ تمہارے لئے ہی ہے، تھیلی تو اس نے اٹھالی، لیکن پتہ نہیں چلا کہ کون تھا، جب اس نے تھیلی کھولی تو پانچ سو درہم کے ساتھ ایک پرزہ ملا جس میں لکھا تھا کہ ابوحنیفہ اس رقم کو لے کر تیرے پاس آیا تھا یہ حلال ذریعہ سے حاصل کی گئی ہے، اس سے اپنی ضرورت پوری کرو۔(۱)

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ امام صاحب کی تجارت کوئی معمولی تجارت نہیں تھی اور نہ ہی معمولی سرمایہ سے یہ کاروبار جاری تھا بلکہ اسلامی بینک کا پورا نظام رائج تھا اور بہت بڑے پیمانہ پر تجارت ہو رہی تھی لیکن سوال یہ ہے کہ اتنے وسیع پیمانہ پر جو کاروبار کو اختیار فرمایا تھا اس کے اندرونی محرکات کیا تھے؟ کیوں کہ جو شخص معمولی معمولی شبہ اور غلطی کی بنا پر تیس تیس ہزار اور کبھی کبھی ستر ہزار دینار خیرات کر دیتا ہو اس کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا ہے کہ تجارت کا مقصد مال و دولت کا اکٹھا کرنا اور مالداروں کی فہرست میں نام شامل کرانا تھا، بلکہ ضرور اس کے کوئی اندورنی محرکات تھے، مولانا گیلانی نے تو لکھا ہے کہ وہ حکومت کی امداد سے بے نیاز رہنا چاہتے تھے، اس کے ساتھ میرا ایک خیال یہ بھی ہے کہ حضرت امام صاحب کا تجارت سے مقصود لوگوں کو کاروبار اور معاش کے ذرائع مہیا کرانا تھا، اس لئے ان کے کارخانے میں

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ ۱/۲۴۴

بہت سے لوگ کام کرتے تھے اور لوگوں کی عام ضرورتوں کو خاص طور پر علماء مشائخ طلبہ، شاگردوں اور فقراء محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا بھی ان کی معاشی سرگرمیوں کا بنیادی سبب تھا، امام صاحب اس حقیقت سے بھی واقف تھے جو شخص فقر و فاقہ اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا محتاج نہیں ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم بتانے میں یعنی فتوی دینے میں کسی قسم کا خوف محسوس نہیں کرتا ہے، جس کو اللہ مخلوق سے بے نیاز کر دیتے ہیں وہ حق کو جلدی قبول کر لیتا ہے اور حق کو اختیار کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی ہے اور جو فقیہ نان شبی کا محتاج ہو جاتا ہے تو پوری دنیا اس کے سامنے تاریک ہوتی ہے اسے حق دکھائی نہیں دیتا ہے، اسی وجہ سے امام شافعی فرماتے ہیں جس شخص کے گھر میں روٹی اور دانہ نہ ہو اس سے مشورہ مت کرو اس لئے کہ ایسے شخص کی عقل اپنی جگہ پر نہیں ہوتی ہے۔(۱)

امام صاحب کی معاشی سرگرمیوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو اپنی تجارت کو فروغ دینا چاہئے اور اس سے نیت ہونی چاہئے لوگوں کو ذریعہ معاش مہیا کرانا، ضرورت مندوں اور محتاجوں کی ضرورت پوری کرنا، علماء اور طلباء کی خدمت کرنا۔ اگر ان مقاصد کے لئے تجارت کو وسیع کیا گیا تو یہ تجارت کرنا بھی عبادت شمار ہوگا۔

(۱) ابوحنیفہ بطل الحریۃ ص:۳۱

تیسری فصل

امام ابو حنیفہ اور تصوف

تصوف کی حقیقت اخلاق کی پاکیز گی، باطن کی اصلاح، اپنا رشتہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط کرنا، دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی فکر اور اپنی زندگی کو زہد وتقویٰ سے آراستہ کر کے رذائل سے اپنے آپ کو پاک وصاف کرنا ہے، تمام عبادات میں صفاتِ حسن پیدا کرنا اور منکرات سے نفرت پیدا کرنا ہے اور انہی پاکیزہ صفات سے اپنے آپ کو متصف کرنے کو احادیث میں احسان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن متعارف تصوف اور اس کا نام قرن اول اور قرن ثانی میں نہیں ملتا ہے، حدیث اور آثار صحابہ میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے، تصوف کی اصطلاح کب رائج ہوئی اور کس طرح علم باطن اور تزکیہ نفس میں مشغول حضرات کو صوفیہ کہا جانے لگا؟ اس سلسلے میں مشہور صوفی بزرگ ابو القاسم القشیر ی اپنی انتہائی مقبول کتاب ''الرسالۃ القشیر یہ'' میں لکھتے ہیں:

> جان لو خدا تم پر رحم کرے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں کے لئے ان کے زمانہ میں کوئی نام بڑی فضیلت والا سوائے صحبت رسول ﷺ کے نہیں رکھا گیا، کیوں کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور فضیلت نہیں، تب ان کو صحابہ کہا گیا اور جب دوسرے زمانے والوں نے ان کو پایا تو جن لوگوں نے صحابہ کی صحبت حاصل کی ان کا نام تابعین رکھا گیا اور ان کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی نام نہ تھا پھر ان کے بعد

والوں کو تبع تابعین کہا گیا، پھر مختلف قسم کے لوگ پیدا ہوئے اور ان
کے مراتب میں فرق پڑ گیا، تب ان خواص لوگوں کو جنہیں دین کے
کام میں زیادہ توجہ تھی زاہد، عابد کہا گیا، پھر بدعت ظاہر ہوگئی
اور مختلف فرقوں کے مدعی پیدا ہوگئے، ہر ایک فریق نے دعویٰ کیا کہ
ہم زاہد ہیں تب اہل سنت کے خاص لوگوں نے جو خدا کے ساتھ اپنے
نفسوں کی رعایت رکھنے والے اور اپنے دلوں کی غفلتوں کے آنے
سے حفاظت کرنے والے تھے اس نام کو چھوڑ کر اپنا نام اہل تصوف
رکھا اور دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے ہی ان بزرگوں
کے لئے یہ نام شہرت پا گیا۔(۱)

تصوف کی اصطلاح کب رائج ہوئی

عہد صحابہ میں تصوف کی روح اور حقیقت، یعنی زہد وتقویٰ، انابت الی اللہ، عاجزی وانکساری وغیرہ روحانی اور باطنی صفات تو پائے جاتے تھے، لیکن اس لفظ کا استعمال عہد صحابہ تک نہیں تھا، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نے ابوالحسن بوشنجہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ

تصوف موجودہ زمانے میں صرف ایک نام ہے جس کی کوئی حقیقت
نہیں اور گذشتہ زمانے میں ایک حقیقت تھی جس کا کوئی (مخصوص)
نام نہ تھا یعنی صحابہ کرام اور سلف صالحین کے وقت میں لفظ صوفی تو
بیشک نہیں تھا؛ لیکن اس کی حقیقی صفات ان میں سے ہر ایک میں
موجود تھیں اور آج کل یہ نام تو موجود ہے؛ لیکن اس کے معنی موجود

(۱) روح تصوف اردو ترجمہ الرسالۃ القشیر یہ مترجم محمد عرفان خان بیگ نوزی ص: ۲۷، دار العرفان سرسید نگر علی گڑھ

نہیں اُس زمانے میں معاملات تصوف سے آگاہی کے باوجود لوگ
اس کے مدعی نہ ہوتے تھے؛ لیکن اب دعوی ہے مگر معاملات تصوف
سے آگاہی مفقود ہے۔(۱)

شیخ ہجویری کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں تصوف کی حقیقت موجود تھی لوگوں میں زہد وتقوی، خشوع وخضوع، فکرِ آخرت اور خوفِ خدا جیسی صفات تھیں اور ان صفات کے متصف حضرات عابد اور زاہد کہلاتے تھے، لیکن تصوف کا لفظ اس وقت رائج نہیں ہوا تھا، مولانا جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ پہلا شخص جو صوفی کہلایا ابو ہاشم تھا جن کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا اور انہی کے رفقاء کے لئے فلسطین کے مقام رملاء میں ایک پہاڑی پر صوفیہ کی پہلی خانقاہ تعمیر ہوئی جو ایک زرتشتی آتش پرست امیر کی فیاضی کا نتیجہ تھی۔(۲)

علامہ ابن تیمیہ صوفیاء کے وجہ تسمیہ کے سلسلے میں مختلف اقوال کو ذکر کرتے ہوئے قولِ فیصل ذکر کرتے ہیں، نیز زاہد کو صوفی کب سے کہنا شروع ہوا اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

زاہد کو صوفی کہنا دوسری صدی کے درمیان سے ہے اس لئے کہ
موٹے موٹے کپڑے زاہدوں میں زیادہ مستعمل ہوتے تھے اور جس
نے یہ کہا کہ یہ صفہ کی طرف منسوب ہے جس کی طرف بہت سے
صحابہ منسوب ہیں اور ان کو اہل صفہ کہا جاتا ہے یا یہ صفا یا صف اول یا
صوفہ بن مروان بن اد بن طابخۃ یا صوفۃ القفا کی طرف منسوب ہے
تو یہ سب اقوال ضعیف ہیں۔(۳)

سب سے پہلے صوفی کا لفظ کن کے لئے استعمال ہوا، اور تصوف کی تعریف وشرح

---

(۱) گنج مطلوب ترجمہ کشف المحجوب مترجم عبد المجید یزدانی، ص:۴۷، صابری بک ڈپو دیوبند

(۲) نفحات الانس ص:۳۱

(۳) نعمان بن محمود بن عبد اللہ الآلوسی، جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین ص:۶۲، مطبعۃ المدنی ۱۹۸۱ء

کس نے کی اور معارفِ تصوف کو کس نے پھیلایا اس سلسلے میں علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

> سب سے پہلے صوفی کا نام ابو ہاشم الکوفی کو حاصل ہوا یہ کوفہ میں پیدا ہوئے اور اپنی زیادہ زندگی شام میں گزاری اور ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی اور سب سے پہلے تصوف کی نظریات کی تعریف وشرح ذوالنون المصری نے کی جو امام مالک کے شاگرد ہیں اور سب سے پہلے جنید بغدادی نے تصوف کو جمع اور نشر کیا۔

امام صاحب اور تصوف

جیسا کہ ماقبل میں اس کی وضاحت کی گئی کہ تصوف کی حقیقت عہد صحابہ میں موجود تھی؛ لیکن یہ نام نہیں تھا اور پہلی مرتبہ یہ لفظ ۱۵۰ ہجری میں ابو ہاشم کے لئے استعمال کیا گیا اس لئے امام صاحب کے ساتھ تصوف اور صوفی کا لفظ تلاش کرنا ایک غیر ضروری اور عبث عمل کہلائے گا، البتہ امام صاحب کی زندگی تصوف کی حقیقت سے بھر پور تھی اور تصوف کی اصل، صفتِ احسان امام صاحب کی زندگی میں نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے، مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری کے ایک مکتوب کے جواب میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں:

> متعارف سلوک تو صحابہ اور تابعین کے دور میں نہ تھا البتہ اصل ہر چیز کی وہاں ملتی ہے اس لئے امام صاحب کا سلوک بھی اسی نوع کا تھا جو نوع اس زمانے میں متعارف تھی سلوک کے اہم اجزاء ورع، خشوع، انابت الی اللہ، تجرد عن الخلق، تبتل الی اللہ، کثرتِ عبادت، کثرتِ ریاضت یہ سب اجزاء امام صاحب کے سوانح میں بکثرت

ملیں گے۔(۱)

شریعت اور تصوف کے شہسوار اور ان دونوں چیزوں کے مسلّم رہنما حضرت شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

شریعت کے تین جز ہیں: علم، عمل اور اخلاص، جب تک یہ تینوں چیزیں متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہوگئی تو رضائے باری تعالیٰ حاصل ہوگئی اور یہی دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے افضل ہے۔(۲)

حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ الحدیث کی تحریر سے سلوک وتصوف کے اہم اجزاء سامنے آگئے اور یہ کہ امام صاحب کی زندگی میں شریعت وطریقت کے صفات بوجوہ اتم پائے جاتے تھے ذیل میں ہم امام صاحب کے ورع وتقویٰ، خوفِ خدا، کثرتِ عبادت اور کثرت ریاضت وغیرہ سلوک ومعرفت کے اہم اجزاء ہیں، ان کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں۔

کثرت عبادت

امام صاحب کے تذکرے میں ایسے واقعات کثرت سے ملتے ہیں جس میں امام صاحب کے عبادت وریاضت کو بیان کیا گیا ہے، بعض واقعات اور معمولات کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے جو ہم سب کے لئے عبرت ونصیحت ہے۔

(۱) امام صاحب رمضان میں ۶۰ قرآن ختم کیا کرتے تھے، ایک دن میں ایک رات میں۔(۳)

(۲) امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے امام صاحب کو دیکھا کہ انہوں

---

(۲) مکتوب حضرت شیخ الحدیث بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ مصنفہ مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری ص:۳۷۶

(۲) مکتوب ۳۶ دفتر اول بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ مصنفہ مفتی عزیز الرحمٰن ص:۳۷۶

(۳) تاریخ بغداد ۳۵۵/۱۳

نے نماز میں صرف اس ایک آیت پر پوری رات گزار دی بل الساعة موعدهم والساعة أدهى وأمر.(۱)

(۳) حضرت محارب بن دثار کہتے ہیں: میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ شب بیدار نہیں دیکھا۔

(۴) ابو عاصم نبیل کہتے ہیں: امام صاحب کو قیام صلاۃ اور کثرت عبادت کی وجہ سے میخ کہا جاتا تھا۔(۲)

(۵) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں ایام حج میں مکہ معظّمہ میں امام ابوحنیفہ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا۔

(۶) اسد بن عمر کہتے ہیں امام صاحب نے چالیس سال تک عشاء کی وضو سے فجر کی نماز ادا کی، آپ اکثر ایک ہی رکعت میں قرآن مجید ختم کرتے تھے، ابن مبارک نے بھی اس روایت کی تائید کی ہے۔

(۷) ابوزائدہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے امام صاحب کے ساتھ ان کی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی جب سب لوگ چلے گئے تو میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا تو امام صاحب نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے، جب آپ اس آیت پر پہونچے فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَينا ووقانَا عذابَ السَّمُومِ تو اسی آیت کا تکرار فرماتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔(۳)

(۸) ابو مطیع کہتے ہیں ہم مکہ میں تھے اور جب کبھی رات میں طواف کے لئے جاتے تو ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کو طواف میں دیکھتے۔(۴)

---

(۱) تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۶

(۲) تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۲

(۳) تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۵

(۴) تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۲

زہد وتقویٰ

یحیی بن سعید قطان کہتے ہیں ہم ابوحنیفہ کی مجلس میں بیٹھتے اوران سے استفادہ کرتے اور جب بھی ہم ان کی طرف دیکھتے تو ہم ان کے چہرے سے سمجھ جاتے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔(۱)

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں میں کوفہ آیا اور کوفہ والوں سے پوچھا سب سے زیادہ ورع وتقویٰ والے کون ہیں تو لوگوں نے کہا ابوحنیفہ، خود ابن مبارک کا بیان ہے کہ میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ زہد وتقویٰ کسی میں نہیں دیکھا، حالانکہ ان کو کوڑوں اور مالوں کے ذریعہ آزمایا گیا۔(۲)

مکی بن ابراہیم کہتے ہیں میں نے کوفیوں کی مجالست اختیار کی؛ لیکن میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ متقی کسی کو نہیں دیکھا۔(۳)

بیعت وصحبت

تصوف کے باب میں صحبت کو بڑا دخل ہے اگر یہ حاصل نہ ہو تو شاید کچھ بھی حاصل نہ ہو اسی صحبت کی وجہ سے حضرات صحابہ رضي الله عنهم ورضوا عنه کے اعزاز کے مستحق ہوئے اور یہی اعزاز حضرات تابعین کو ملا والذين اتبعوهم بإحسان اسی صحبت کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق مقامِ صدیقیت پر فائز ہوئے اور اسی فیضِ صحبت کی وجہ سے حضرت ابوذر کو مقامِ جذب وفنا حاصل ہوا، غرضیکہ صحبت کو تبدیلِ احوال اور تربیتِ اخلاق میں بڑا دخل ہے۔

---

(۱) تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۱

(۲) تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۶، ۳۵۷

(۳) تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۶

حضرت امام ابوحنیفہ اسی مبارک زمانہ (خیر القرون) ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور اسی میں پلے بڑھے اسی دور میں وفات پائے اس لئے حضرات صحابہ کی صحبت اوران کی ملاقات، اسی طرح جلیل القدر تابعین کی صحبتیں اوران کی ملاقات سے آپ کو حظ وافر ملا تھا، انہی قدسی صفات حضرات کی صحبتوں نے امام صاحب کی زندگی کو زہد وتقویٰ اور کثرت عبادت وریاضت سے معمور کردیا تھا۔

امام جعفر صادق کی صحبت میں

حضرت داتا گنج علی ہجویری فرماتے ہیں کہ امام صاحب طریقت میں امام جعفر صادق کے خلیفہ اور مجاز ہیں، حضرت امام اعظم نے سلوک وطریقت کے مراحل امام جعفر صادق سے دوسال میں طے کئے، پھر آپ نے فرمایا: لولا السنتان لهلك النعمان (۱) اگر یہ دوسال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا، یعنی اگر میں دوسال تک امام جعفر صادق کی خدمت میں نہ رہتا تو اصلاح باطن سے محروم ہوجاتا، تحفۂ حنفیہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ جب امام صاحب کے والد ثابت نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی اس وقت آپ بہت کم سن تھے، آپ کی والدہ ماجدہ نے امام جعفر صادق سے نکاح کرلیا، اس طرح امام صاحب کو جعفر صادق کی نگرانی میں پرورش پانے کا موقع نصیب ہوا اور آپ نے ان سے علوم ظاہری اور باطنی حاصل کیا۔ (۲)

مفتی ابوالحسن شریف الکوثری نے اپنی کتاب ''امام ابوحنیفہ شہید اہل بیت'' میں لکھا ہے کہ مولانا ابوالوفاء افغانی کے ایک شاگرد نے ان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ طریقت میں امام جعفر صادق کی مجاز وخلیفہ ہیں اور پھر داؤد طائی

---

(۱) تحفۃ اثناعشریۃ، عربی، ۸/۱، شاہ عبدالعزیز دہلوی مترجم غلام محمد محی الدین المطبعۃ السلفیۃ القاہرۃ، ۱۳۷۳

(۲) محمد صالح نقشبندی، تحفۂ حنفیہ ص: ۲۷۱، قادری کتب خانہ گنج روڈ لاہور

امام صاحب کے مجاز و خلیفہ ہیں، امام مناوی سمیت صوفیاء کے کئی سوانح نگار مصنفین نے امام صاحب کو تصوف وسلوک کے بڑے مشائخ میں شمار کیا ہے اور حضرت داؤد طائی جو کہ امام صاحب کے خاص شاگردوں میں ہیں ان کی شہرت ہی تصوف وسلوک سے ہے، شیخ ابو زہرہ نے بھی اپنی کتاب میں امام جعفر صادق کو امام صاحب کا استاذ قرار دیا ہے۔(۱)

شیخ ہجویری نے اگر چہ امام صاحب کو امام جعفر کا خلیفہ ومجاز قرار دیا ہے؛ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ خلافت واجازت کی تصوفانہ اصطلاح بعد کی رائج شدہ ہے، امام صاحب کی عہد تک تصوف ایک فن کی حیثیت سے دیگر علوم اسلامی سے علیحدہ نہیں ہوا تھا، اس لئے اس کے اصطلاحات بھی بعد کی پیداوار ہیں، لہٰذا خلافت واجازت سے نوازنا اس عہد میں نہیں تھا؛ بلکہ شیخ کی صحبت میں رہ کر اصلاح باطن کی طرف توجہ دی جاتی تھی، اس لئے اس حد تک کہنا درست ہوگا کہ امام صاحب نے امام جعفر صادق سے علوم ظاہری وعلوم باطنی دونوں میں کسب فیض کیا ہے۔

تصوف میں امام صاحب کا مقام ومرتبہ

امام اعظم ابوحنیفہ بلند پایہ محدث بھی تھے اور فقہ کے امام اعظم بھی، اسی کے ساتھ آپ طریقت وتصوف کے عظیم مردِ میدان بھی تھے، لیکن آپ نے روایت حدیث اور سلوک وطریقت کی ظاہری ترویج کے بجائے صرف فقہ کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا، آپ نے اپنی ساری زندگی امت مسلمہ کی بھلائی کی خاطر وقف کردی اور فقہ حنفی کی صورت میں امت کو اسلامی قانون کا مجموعہ عطا کیا، شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: میں نے عارف ربانی شیخ نصراللہ شیرازی مہاجر مکی کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو معارف اور حقائق شیخ ابو یزید بسطامی اور حضرت جنید بغدادی کو حاصل تھے وہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کو بھی

(۱) ابوالحسن شریف اللہ الکوثری، امام ابوحنیفہ شہید اہل بیت ص ۸۶، اولمپیا آرٹ پریس لاہور ۲۰۰۶ء

حاصل تھے، شریعت اور اس کے احکام کا علم اس کے علاوہ تھا، ان کا مقصد یہ تھا کہ فقہ کے ائمہ، فقہ اور تصوف دونوں کے ساتھ متصف تھے اور دونوں کے جامع تھے اور انصاف یہ ہے کہ ائمہ تصوف بھی دونوں کے جامع تھے، فرق غالب اور مغلوب کا تھا (یعنی ائمہ فقہ پر فقہ کا اور ائمہ تصوف پر تصوف کا غلبہ تھا۔(۱)

شریک نخعی کا بیان ہے:

ابوحنیفہ کی طویل خاموشی، دائمی فکر، اور لوگوں سے کم کلام کرنا یہ سب واضح علامت ہے، علم باطن اور دین کے اہم امور میں مشغولی کی اور پھر یہ کہ جس کو خاموشی اور زہد دیا گیا اس کو کل کا کل علم دے دیا گیا۔(۲)

شیخ علی ہجویری اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں:

اور انہی بزرگوں میں امامِ جہاں، مقتدائے خلق، زینت وشرف فقہاء، باعث شان علماء حضرت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الخزاز بھی شامل تھے، عبادت ومجاہدہ میں انتہائی ثابت قدم تھے اور طریقت کے اصولوں میں شان عظیم کے مالک تھے، ابتدائے حال میں گوشہ نشینی کا ارادہ رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ تمام مخلوق سے کنارہ کش رہیں، یوں کہ گویا ان کی درمیان میں ہیں ہی نہیں کیوں کہ ان کا دل امارت وجاہ وحشم سے پاک ہو چکا تھا اور وہ اپنے آپ کو شائستہ درگاہ الٰہی بنا چکے تھے۔(۳)

---

(۱) سیدنا امام اعظم، مصنفہ شاہ تراب الحق قادری ص ۱۲۵، زاویہ پبلشرز لاہور ۲۰۰۹ء

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ حالات، کمالات ملفوظات ص: ۹۴

(۳) شیخ علی ہجویری، کشف المحجوب عربی ص: ۳۰۲، دراسۃ وترجمہ دکتورۃ اسعاد عبدالہادی قندیل، مکتبۃ الاسکندریہ ۱۹۷۴ء

حضرت فریدالدین اولیاء نے تذکرۃ الاولیاء میں امام صاحب کے تصوف میں بلند مقام کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

> عارف، عامل،صوفی، فقیہ، محدث، عالم ِدنیا،ابو حنیفہ کوفی کے ریاضات ومجاہدات اور ان کے مشاہدات کی انتہا نہ تھی، شریعت وطریقت میں نظر غائر رکھتے تھے، باطن میں صاحب بصیرت تھے، امام ہمام جعفر صادق کے مرید خاص اور فیضیاب تھے، ابوحنیفہ کے مرید فضیل بن عیاض، ابراہیم، بشر حافی داؤد طائی جیسے اقطاب تھے۔(۱)

امام صاحب طریقت کے امام اعظم تھے

امام صاحب جس طرح حدیث اور فقہ میں امامت کے منصب جلیل پر فائز تھے اسی طرح طریقت وتصوف میں بھی آپ اپنے ہم عصروں میں امام اعظم تھے، امام صاحب کے بعض شاگردوں نے طریقت میں خوب شہرت حاصل کی تھی، پہلے بھی گزر چکا کہ داؤد طائی نے شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت کا علم بھی امام صاحب سے حاصل کیا تھا اور وہ امام صاحب کے بھی خلیفہ ومجاز تھے، علامہ حصکفی نے درمختار میں لکھا ہے:

> استاذ ابو القاسم القشیری اپنے رسالہ میں باوجود اپنے مذہب (شافعی) میں سخت ہونے کے اور طریقت میں پیش پیش ہونے کے فرماتے ہیں: میں نے استاذ ابوعلی دقاق سے سنا فرماتے تھے میں نے طریقت کو حضرت ابو القاسم نصر آبادی سے حاصل کیا اور ابو القاسم فرماتے تھے کہ میں نے حضرت شبلی سے حاصل کیا اور انہوں نے سری

(۱) تذکرۃ الاولیاء ص:۱۸

سقطی سے اخذ کیا تھا اور انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے
حضرت داؤد طائی سے اور انہوں نے علم شریعت اور طریقت دونوں
امام اعظم ابوحنیفہ سے حاصل کیا تھا۔(۱)

حضرت شبلی اور ان کے پیر حضرت سری سقطی کی بزرگی اور طریقت کا اعلیٰ ترین درجہ سب کو معلوم ہے تو جن حضرات سے ان کو یہ درجے حاصل ہوئے خیال کیجئے وہ کیا ہوں گے، علامہ حصکفی لکھتے ہیں کہ امام صاحب علم ظاہر و باطن میں اعظم ترین تھے، بہت سے معروف اولیاء اللہ آپ کے متبع ہوئے ہیں، اگر ان حضرات اولیاء اللہ کو کسی بھی بات میں ذرا سا بھی شبہ پیش آتا تو وہ کبھی بھی ان کا اتباع نہ کرتے نہ اقتداء کرتے نہ موافقت کرتے۔

واقعہ یہ ہے کہ آپ کے اخلاص، صداقت و دیانت، عبادت و ریاضت اور زہد وتقویٰ کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصوف وطریقت میں بلند درجہ عطا کیا اور امامت واجتہاد کے مقام پر فائز فرمایا، اس کی تائید حضرت داتا گنج صاحب کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے خواب میں آقا ومولیٰ ﷺ کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپ ﷺ امام اعظم ابوحنیفہ کو اپنی گود میں اٹھائے ہوئے تشریف لا رہے ہیں، آپ لکھتے ہیں خواب سے ظاہر ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ ان پاک لوگوں میں سے تھے جو اوصاف طبع میں فانی اور احکام شرع میں باقی ہیں، اس لئے کہ حضور آپ کو اٹھا کر لائے یعنی آپ کو چلانے والے سید عالم ہیں اگر آپ خود چل کر آتے تو باقی الصفت ہوتے، باقی الصفت لوگ منزل پا بھی سکتے ہیں اور منزل سے بھٹک بھی سکتے ہیں، چوں کہ رسول اللہ نے آپ کو اٹھایا ہوا تھا اس لئے یقیناً آپ کی ذاتی صفات فنا ہو چکی تھیں اور وہ آقا کریم کی صفات کے ساتھ صاحب بقا تھے۔(۲)

---

(۱) حصکفی، علاء الدین، درمختار ۱/۱۲، مکتبہ زکریا دیوبند

(۲) کشف المحجوب عربی ص: ۳۰۵

امام صاحب کے صوفیاء تلامذہ

امام صاحب طریقت وتصوف میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے اور فقہ وحدیث کی طرح وہ اس میدان کے بھی شہباز تھے اور اس میں انہوں نے بلندی ورفعت کے آسمان کو چھولیا تھا، اس فن میں امام صاحب کی عظمت شان کا اندازہ ان تلامذہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے، جنہوں نے اس میدان میں خوب شہرت حاصل کی ہے، امام صاحب کے ان صوفیاء تلامذہ کے مقام ومرتبہ اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت ومحبت، خدمت خلق میں ان کی جانفشانی کو دیکھ کر امام صاحب کی عظمت ورفعت کا اعتراف کیا جاسکتا ہے، چند مشہور تلامذہ کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے:

حضرت براہیم بن ادھمؒ

آپ بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے ایک روز شکار کے لئے نکلے اور ایک لومڑی یا خرگوش کو ہکایا آپ اس کا پیچھا کررہے تھے کہ غیب سے آواز آئی اے ابراہیم! کیا تو اسی لئے پیدا کیا گیا ہے، چنانچہ آپ اپنی سواری سے اتر پڑے ایک مویشی کا معمولی جبہ پہن لیا اور جنگل کی راہ لی، کچھ عرصے بعد مکہ مکرمہ پہونچے وہاں سفیان ثوری اور فضیل بن عیاض کی صحبت اختیار کی، حضرت خضر علیہ السلام کے مرید تھے اور بے شمار مشائخ متقدمین کی صحبت اٹھاچکے تھے، امام ابوحنیفہ سے ربط خاص تھا، انہی سے تحصیل بھی کی تھی، حقائق تصوف کے بیان میں ان کے نادر مقولے اور لطائفِ نفیس خاص مقام رکھتے ہیں، حضرت جنید بغدادی کہتے ہیں علوم طریقت کی کنجیاں ابراہیم بن ادھم کی پاس ہیں۔(۱)

ابراہیم بن ادھم تقویٰ وپرہیز گاری میں بلند مقام پر فائز تھے، ان سے منقول ہے کہ اپنی روزی کو پاکیزہ بنالو پھر کوئی مضائقہ نہیں کہ تم رات کو تہجد نہ پڑھو اور دن میں نفلی روزہ

(۱) گنج مطلوب ترجمہ کشف المجوب ص:۱۶۵

نہ رکھو، آپ عام طور پر یہ دعا کرتے تھے اے اللہ مجھے اپنی معصیت کی ذلت سے اپنی طاعت کی عزت کی طرف پہونچادے، ابراہیم بن ادھم سے کہا گیا کہ گوشت مہنگا ہوگیا ہے تو آپ نے فرمایا: اسے سستا کردو یعنی اسے مت خریدو اور یہ شعر پڑھا:

وإذا غلا شيء علّي تركته ☆ فيكون أرخص ما يكون إذا غلا

اور جب کوئی چیز مہنگی ہوتی ہے تو میں اس کو ترک کردیتا ہوں اور اس طرح وہ باوجود مہنگی ہونے کے سب سے سستی ہوجاتی ہے۔

ایک مرتبہ طواف کے دوران انہوں نے ایک شخص سے فرمایا خوب سمجھ لو تمہیں صالحین کا درجہ نصیب نہیں ہوسکتا جب تک تم چھ گھاٹیاں طے نہ کرلو اول یہ کہ اپنے اوپر عیش وعشرت کا دروازہ بند کرلو اور مشقت کا دروازہ کھول لو، دوسرے یہ کہ عزت کا دروازہ بند کرلو اور ذلت کا دروازہ کھول لو، تیسری یہ کہ راحت کا دروازہ بند کرلو اور محنت کا دروازہ کھول لو، چوتھی یہ کہ نیند کا دروازہ بند کرلو اور شب بیداری کا دروازہ کھول لو، پانچویں یہ کہ غناء کا دروازہ بند کرلو اور فقر کا دروازہ کھول لو، چھٹی یہ کہ امیدوں کا دروازہ بند کرلو اور موت کی تیاری کا دروازہ کھول لو۔(۱)

داؤد طائی

کبار مشائخ اور اہل تصوف کے سرداروں میں ان کا شمار ہوتا ہے، امام اعظم کے شاگرد اور ابراہیم بن ادھم اور فضیل بن عیاض کے ہم عصر تھے، شریعت وطریقت کا علم امام صاحب سے حاصل کیا تھا، جملہ علوم وفنون پر بڑی دسترس رکھتے تھے، فقہ میں تو فقیہوں کے استاذ اور رہنما تھے، گوشہ نشینی اختیار کرلی اور دنیاوی جاہ وحشم سے اعراض کرتے ہوئے طریق زہد وتقویٰ کو اختیار کرلیا تھا، معروف کرخی کہتے ہیں: میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا

---

(۱) روح تصوف ص:۲۸

جو داؤد طائی کی طرح دنیا کو بالکل بے وقعت اور بے قیمت تصور کرتا ہو یہاں تک کہ تمام دنیا اور سارے دنیا داران کے نزدیک مچھر کے برابر بھی قدر و قیمت نہ رکھتے تھے (۱) محارب بن دثار جو مشہور محدث تھے کہا کرتے تھے اگر داؤد اگلے زمانہ میں ہوتے تو خدا قرآن مجید میں ان کا قصہ بیان کرتا، ۱۶۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (۲)

فضیل بن عیاض

ان کا شمار طریقت کے مشہور بزرگوں میں ہوتا ہے، سمرقند میں پیدا ہوئے اور مکہ میں ۱۸۷ھ میں وفات پائی، شریک بن عبداللہ کا قول ہے، ہمیشہ ہر قوم کے لئے ان کے زمانہ میں کوئی حجت ہوا کرتا ہے، فضیل بن عیاض اپنے زمانے والوں کے لئے حجت ہیں۔ (۳) عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ حجاز میں فضیل بن عیاض اور ان کے بیٹے علی بن فضیل کے علاوہ کوئی ابدال باقی نہیں رہا۔ (۴) اوائل عمر میں ٹھگ پیشہ تھے اور رہزنی کیا کرتے تھے، لیکن اس حالت میں بھی طبیعت نیکی وصلاح کی طرف مائل تھی، یہاں تک کہ اگر کسی قافلہ میں کوئی عورت ہوتی تو اس کے قریب تک نہ جاتے اور اگر اس کے پاس سرمایہ قلیل ہوتا تو اس سے بھی ہرگز نہ چھینتے تھے، بلکہ ہر شخص کے پاس کچھ نہ کچھ باقی رہنے دیتے، ایک مرتبہ ایک سوداگر مرو سے روانہ ہوا تو لوگوں نے اسے کہا کہ حفاظتی دستہ ساتھ لیتے جاؤ کیوں کہ راستہ میں فضیل موجود ہے، اس نے کہا میں نے سنا ہے وہ ایک خدا ترس انسان ہے، لہٰذا مجھے اس کا خوف نہیں، اس نے ایک قاری کو ہمراہ کرلیا اور اسے اونٹ پر بٹھا دیا، جہاں سے وہ شب و روز قرآن پڑھتا رہتا تھا، حتی کہ قافلہ اس جگہ پہونچ گیا جہاں فضیل

(۱) گنج مطلوب ص: ۱۷۳
(۲) شامی، ابن عابدین، ردالمحتار ۱/۱۵۴، مکتبہ زکریا دیوبند
(۳) تہذیب الکمال ۲۳/۲۰۸، ڈیجیٹل لائبریری
(۴) سیر اعلام النبلاء، ترجمہ فضیل بن عیاض ۷/۳۹۵

گھاٹ میں بیٹھا تھا، عین اس وقت قاری یہ آیت پڑھ رہا تھا، کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت قریب نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے سامنے جھک جائیں (۱) یہ سنتے ہی ان کے دل پر رقت طاری ہوگئی اور اس کار مذموم سے توبہ کرلی اور جن لوگوں کا مال لوٹ رکھا تھا انہیں خطوط لکھ لکھ کر مال واپس کردیا، پھر مکہ چلے گئے کچھ مدت وہاں قیام رہا، بعض اولیاء اللہ سے ملاقات کی پھر وہاں سے کوفہ چلے گئے اور امام اعظم ابوحنیفہ سے جا ملے اور ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں رہ کر علم شریعت وطریقت حاصل کیا۔(۲) تصوف کے باب میں ان کے اقوال کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ان کا قول ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے کوئی اس کو نقصان نہیں پہونچا سکتا ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرے کوئی اس کو نفع نہیں پہونچا سکتا ہے۔(۳)

بشر حافی

بشر بن الحارث حافی کا شمار انہی بزرگوں میں ہوتا ہے جو مجاہدات میں نرالی شان کے مالک تھے، فضیل بن عیاض کی صحبت سے مستفیض تھے، تصوف کے متعدد مصنفین نے آپ کو امام صاحب کے تلامذہ میں شمار کیا ہے، آپ کا اصل وطن مرو تھا؛ لیکن بغداد میں سکونت اختیار کی تھی اور وہیں ۲۲۷ھ میں وفات پائی، آپ کی توبہ اور زہد وتقویٰ کا واقعہ یہ ہوا کہ ایک بار راستے میں آپ کو کاغذ کا ایک پرزہ ملا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا اور وہ پیروں کے نیچے پڑتا تھا آپ نے اسے اٹھالیا اور آپ کے پاس ایک درہم تھا اس سے عطر خریدا اور اس پرزے کو معطر کر کے ایک دیوار کے شگاف میں رکھ دیا، اسی رات اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا جو ان سے فرما رہا تھا اے بشر! تو نے مرے نام کو خوشبودار کیا مجھے اپنے نام کی قسم میں بھی دنیا اور آخرت میں تیرے نام کو خوشبودار کروں گا، اسی وقت توبہ کی اور زہد کا

(۱) سورۃ الحدید:۱۶

(۲) گنج مطلوب ص:۱۵۶

(۳) سیر اعلام النبلاء ترجمہ فضیل بن عیاض ۷/۳۹۵

راستہ اختیار کیا، ان کے زہد وتقویٰ کے حکایات اور بزرگی کا چرچا لوگوں میں بہت زیادہ تھا، شیخ ابوعلی دقاق کا بیان ہے کہ بشر حافی کا کچھ لوگوں کے پاس سے گزر ہوا، آپ کو دیکھ کر وہ کہنے لگے یہ وہ شخص ہے جو ساری رات عبادت کرتا ہے اور تین تین دن پر افطار کرتا ہے یہ سن کر بشر رو پڑے، آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے یاد نہیں ہے کہ میں کبھی بھی پوری رات جاگا ہوں یا کسی دن بھی روزہ رکھا ہو اور رات کو افطار نہ کیا ہو، لیکن بندہ جتنا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے اس سے کہیں زیادہ لوگوں کے دل میں ڈال دیتا ہے۔(۱)

یہ حضرت امام ابوحنیفہ کے بعض تلامذہ ہیں جنہوں نے آپ سے کسب فیض کیا، آپ کے دامن تربیت میں رہ کر اصلاح ظاہر وباطن میں کمال حاصل کیا، یہ حضرات تصوف کے اساطین شمار کئے جاتے ہیں، ان کی باتوں کو ارباب تصوف کے یہاں کافی استناد حاصل ہے، ان کی زندگی نے نہ جانے کتنے لوگوں کی زندگیوں کے دھارے کو اعمال واخلاق کی طرف موڑ دیا، مشہور ہے کہ پھل کو درخت سے اور خوشبو کو پھول سے پہچانا جاتا ہے، ان حضرات کی زندگی اور تصوف کے مقام بلند کو دیکھ کر امام صاحب کے مقام ومرتبہ اور تصوف میں ان کی امامت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

❍❖❍

(۱) روح تصوف ترجمہ الرسالۃ القشیریہ ص:۳۸

چوتھی فصل

امام ابوحنیفہ کے سیاسی افکار

امام اعظم ابوحنیفہ کو اللہ تعالیٰ نے ہمہ گیر و ہمہ جہت فکر ونظر کا حامل بنایا تھا، آپ کی زندگی میں امت محمدیہ کا حد درجہ احترام پایا جاتا تھا، آپ کے زمانے میں عالم اسلامی کی سیاسی صورت حال بڑی بدامنی اور ظلم و بربریت پر مبنی تھی، آپ عالم اسلام اور بالخصوص کوفہ کے سیاسی حالت سے بہت متاثر تھے، لیکن آپ جن عزم وحوصلہ اور بلند کرداری و بلند پروازی کے حامل تھے کہ کوفہ کے سیاسی ماحول نے کئی دفعہ آپ کے پنجۂ آہن کو مروڑنے اور آپ کی فکر کو دبانے کی کوشش کی، لیکن بڑے بڑے سیاسی سورماؤں کو اس میں ناکامی ملی اور آپ کی بصیرت کے سامنے ان کی آہنی گرزیں چکنا چور ہوگئیں، ذیل میں ہم امام صاحب کے عہد کے سیاسی حالات کا جائزہ لے کر امام صاحب کے سیاسی افکار ونظریات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

امام صاحب کے عہد کی سیاسی صورت حال

امام صاحب کی ولادت ۸۰ میں ہوئی اور وفات ۱۵۰ میں ہوئی، ۱۳۲ھ میں بنوامیہ حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور ابوالعباس سفاح کے ہاتھوں حکومت عباسیہ کی بنیاد پڑی اس طرح امام صاحب نے اموی اور عباسی دونوں حکومتوں کا زمانہ پایا۔اموی حکومت میں سرحدی فتوحات کی کثرت ہوئی اور عباسی حکومت میں علمی اور قلمی ترقیاں ہوئیں، لیکن مجموعی طور پر دونوں حکومتوں میں عوام ظلم و بربریت کا شکار ہوئیں، اپنی حکومت کی بقاء وتحفظ

لئے عام انسانوں کی گردنیں اڑا دینا عام معمول تھا، پورا عالمِ اسلام بنوامیہ کے خوں چکاں مظالم سے تھرا رہا تھا، حضور ﷺ کے محبوب نواسوں اور آپ کے خاندان کے پیاسوں کو فرات کے ساحل پر شہید کر دیا گیا تھا، صدیق اکبرؓ کے نواسے عبداللہ بن زبیر کو بیت اللہ کے چوکھٹ پر خاک وخون میں تڑپا دیا گیا تھا، یزید، ابن زیاد، حجاج بن یوسف کو کھلا کھیل کھیلنے کا موقع مل گیا تھا، اس سلسلہ میں سب سے قابلِ رحم حالت مولد ابی حنیفہ کوفہ کی تھی، اس شہر میں ابن زیاد پھر حجاج کی تلواریں بیکسوں پر لٹکتی رہی، عراق کے گورنر ابن ہبیرہ کے ہاتھوں نے چھ لاکھ لوگوں کے خون سے ہولی کھیلی، ایسی صورت حال میں لوگوں کا بے چین ہونا، انسانی جانوں پر ہو رہے اس بھیانک ظلم سے متاثر ہونا ایک فطری امر تھا، پھر امام ابوحنیفہ جن کے دل میں امت محمدیہ کا بے پناہ درد تھا، جیسا کہ سلم بن سالم کا بیان ہے میں نے بڑے بڑے علماء سے ملاقاتیں کیں، لیکن رسول اللہ کی امت کے احترام کا جذبہ جتنا شدید ابوحنیفہ کے دل میں پایا اس کی نظیر کہیں نہیں ملی (۱) ایسی صورت حال میں ظالم حکام کے ظلم سے امام صاحب کس قدر بے چین ہوتے ہونگے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

ظالم حکومت کے خلاف علم بغاوت

جب حکومت کا ظلم وستم عام ہو جائے اور احترام انسانیت کو بالائے طاق رکھکر مظالم کی حد کر دی جائے ایسی صورت حال میں علماء امت کی کیا ذمہ داری ہے، اس حکومت پر نکیر فرض ہے یا نہیں، ایسی حکومت کے خلاف خروج کرنا ظلم ہے یا عدل، تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں علماء امت کا دو گروہ تھا، ایک محدثین کا گروہ تھا جن کا مسلک یہ تھا کہ حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں چلی جائے، خواہ کسی بھی ذریعہ سے ان کے ہاتھوں پہونچی ہو، لیکن جب وہ اقتدار کے مالک ہو گئے تو ان کے مقابلہ میں کچھ کہنا

(۱) مناقب للموفق ص: ۲۴۸

شرعاناجائز ہے،خواہ ان کا طرز عمل کچھ بھی ہو،مسلمانوں کے مذہب نے ان کواس کا پابند بنایا ہے کہ خاموشی کے ساتھ ان کے آگے سر جھکا دیں (۱) اس کے بالمقابل امام صاحبؒ کا مسلک یہ تھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر حکومت کے ساتھ بھی کیا جائیگا اگر زبانی مفاہمت کے ذریعہ حکومت عدل کی طرف رجوع نہ کرے تو مقابلہ کے لئے کھڑا ہونا فرض ہے،ابراہیم الصائغ خراسان کے بڑے لوگوں میں شمار ہوتے تھے،انہوں نے جب ابو مسلم خراسانی کی ظلم وزیادتی دیکھی تو انہوں نے ظالم حکومت کے خلاف خروج کے سلسلے میں امام صاحب سے مشورہ کیا،اس وقت امام صاحب نے اپنے اسی رائے کو ظاہر فرمایا،ابراہیم الصائغ کے حوالے سے امام صاحب کی طرف منسوب ہے کہ ظالم حکمراں کے سامنے معروف کے امر اور منکر کے نکیر کے لئے جو کھڑا ہوا وہ اور حمزہ بن مطلبؓ دونوں شہدا کے سردار ہونگے ،لیکن امام صاحب ظالم حکومت کے خلاف خروج کے لئے تنظیمی اور اجتماعی قوت کو ضروری قرار دیتے ہیں اور ان سب پر مستزاد یہ کہ اس کے ذریعہ صالح اور مفید انقلاب لانا ممکن ہو،امام صاحب کا قول تاریخ میں مذکور ہے:

> اگر ایک دو آدمی کھڑے ہونگے تو قتل کر دیے جائیں گے اور مخلوق خدا کے لئے کوئی کام انجام نہ دے سکیں گے البتہ اگر اس کام کی سرانجامی میں کچھ اچھے صالح لوگ مددگار بن جائیں اور ان کا کوئی ایسا سردار ہو جس کے دین پر بھروسہ کیا جا سکتا ہو اور وہ اپنے مسلک سے نہ پلٹے تو اس وقت مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑا ہونا چاہئے۔(۲)

امام ابوحنیفہ اور حکومت بنوامیہ کی پالیسی

امام صاحب اپنی تجارت وسخاوت ،امانت و دیانت ،علم وفن اور تقوی وطہارت کی وجہ سے

---

(۱) احکام القرآن للجصاص ۲/۳۴ (۲) امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص:۲۸۶

کوفہ کے انتہائی با اثر لوگوں میں شمار ہوتے تھے، اس لئے حکومت بنو امیہ آپ کو حکومت کا حصہ بنا کر عوام سے ہمدردی حاصل کرنا چاہتی تھی، چنانچہ آپ کو نرمی و گرمی ہر طرح سے مختلف عہدوں کی پیش کش کی گئی، اس سلسلے میں کوفہ کے گورنر ابن ہبیرہ کو اس پالیسی پر عمل کرنے کا زیادہ موقعہ ملا، ایک مرتبہ ابن ہبیرہ نے امام صاحب سے عرض کیا ''شیخ اگر آپ اپنی آمد و رفت کو ہمارے یہاں بڑھادیں تو ہم آپ سے فائدہ اٹھائیں اور ہمیں آپ سے نفع پہونچے،، امام صاحب نے جواباً ارشاد فرمایا ''تمہارے پاس آکر کیا کرونگا اگر تم مجھے نزدیکی اور قرب عطا کروگے تو فتنہ میں مبتلا کروگے اور اگر دور رکھا یا قرب عطا کرنے کے بعد نکال دیا تو خواہ مخواہ غم میں مبتلا کروگے،، اس کے بعد ابن ہبیرہ نے ربیع کے ذریعہ امام صاحب کو گورنر کے بعد سب سے با اختیار وزیر بنائے جانے کی پیش کش کی اور پیغام بھیجا کہ ''گورنر کی مہران کے پاس رہیگی تاکہ کوئی حکم نافذ ہو اور کوئی کاغذ جو حکومت کی طرف سے صادر ہو اور خزانہ سے کوئی مال برآمد ہو وہ سب ابوحنیفہؒ کی نگرانی میں ہو اور ان کے ہاتھ سے نکلے۔

جب امام صاحب نے دولت بنی امیہ کی اس جلیل منصب کو ٹھکرا دیا تو اکابر علماء، داؤد بن ابی ہند، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ جیسے بڑے بڑے فقہاء کا ایک وفد امام صاحب کی تفہیم کے لئے حاضر ہوا اور سمجھانا شروع کیا کہ ہم لوگ تمہیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں، تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو، ہم لوگ آخر تمہارے بھائی ہیں اور حکومت کے اس تعلق کو ناپسند کرتے ہیں، لیکن کوئی چارہ کار اس وقت قبول کرنے کے سوا نظر نہیں آتا؛ لیکن امام صاحب ترک موالات کا فیصلہ کر چکے تھے، اس لئے ان اکابر علماء کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا، اور امام صاحب نے اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، ابن ہبیرہ نے امام صاحب کو پندرہ دن کے لئے جیل بھیج دیا اور وہاں بھی طمع و لالچ اور جاہ و منصب کی پیش کش ہوتی

رہی اور جب مسلسل انکار دیکھا تو عہدہ قضاء قبول کرنے پر مجبور کرنے لگا اور غیض وغضب سے مامور قسم کھاتے ہوئے اعلان کیا اگر عہدہ قضاء کو بھی قبول نہ کیا تو میں ان کو کوڑے ماروں گا،،لیکن امام صاحب جو دین کے نشے میں مخمور تھے،ابن ہبیرہ کے کوڑے سے زیادہ آخرت کی آہنی گرز کی چمک ان کے یقین کے آنکھوں کے سامنے کوندرہی تھی،انہوں نے بھی قسم کھا کر کہا''ہرگز عہدہ قضاء قبول نہ کروں گا ابن ہبیرہ قتل ہی کیوں نہ کردے،،ابن ہبیرہ غصے میں تلملا اٹھا اور موت کی دھمکی دینے لگا،امام صاحب نے انتہائی سکینت واستقامت کے ساتھ فرمایا صرف ایک ہی موت تک ابن ہبیرہ کا اقتدار ہے،گورنر کے اشارہ پر جلاد نے کوڑے برسانے شروع کردئے،چند کوڑوں کے بعد امام صاحب کی زبان سے ایک تاریخی جملہ نکلا جس میں ابن ہبیرہ کو خطاب کر کے فرمایا''یاد کر اس وقت کو جب اللہ کے سامنے تو بھی کھڑا کیا جائیگا اور تیرے سامنے میں جتنا ذلیل کیا جارہا ہوں اس سے کہیں زیادہ ذلت کے ساتھ تو خدا کے دربار میں پیش کیا جائیگا،ابن ہبیرہ تو مجھے موت کی دھمکی دیتا ہے،حالانکہ دیکھ میں شہادت دے رہا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں،دیکھ میرے متعلق تو بھی پوچھا جائے گا،اس وقت بجز سچی بات کے کوئی جواب تیرا نہیں سنا جائے گا،، کہتے ہیں کہ اس آخری فقرہ پر ابن ہبیرہ کا چہرہ فق پڑ گیا،جلاد کی طرف اشارہ کیا''بس''سزا کے بعد جب امام صاحب کو واپس جیل لے جایا جارہا تھا،تو ان پر مار کے گہرے نشان پڑے تھے اور مظلوم امام کا چہرہ سوجا ہوا تھا،لیکن امام صاحب ظالم حکومت کے خلاف جو مقاطعہ کا فیصلہ کر چکے تھے،اس سے سرمو انحراف نہ کیا تا آنکہ بنوامیہ حکومت کا سورج غروب ہوگیا۔

امام صاحب عہد عباسی میں

بنوامیہ کے خاتمہ اور حکومتِ عباسی کے آغاز میں امام صاحب مکہ معظّمہ میں مقیم

رہے، عباسی حکمراں منصور کے عہد میں امام صاحب کوفہ آئے، بنو امیہ کے عہد میں حضرت زین العابدین کے صاحبزادے حضرت زید بن علی الشہید (م ۱۲۲ھ) نے کوفہ میں خروج کیا، ان کے متعلق امام صاحب نے فتوی دیا" حضرت زید کا اس وقت اٹھ کھڑا ہونا رسول اللہ ﷺ کی بدر میں تشریف آوری کے مشابہ ہے،، گو چند وجوہات کی بنا پر عملا امام صاحب، حضرت زید شہید کے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوئے، لیکن آپ نے اس جہاد کے لئے کثیر رقم بھی عنایت فرمائی۔

منصور حضرت زید شہید کی تحریک میں امام کی اس شرکت سے یقیناً واقف تھا، اور کوفہ میں امام صاحب کے اثر ورسوخ کو اپنی آنکھوں دیکھ رہا تھا، اس لئے سابقہ فرماں رواؤں کی طرح منصور نے امام صاحب کو اپنی حکومت کا حصہ بنانا ضروری خیال کیا، چنانچہ منصور نے جب بغداد کی تعمیر کا فیصلہ کیا تو اس نے علماء، فقہاء، مہندس، انجنئر، اور ارباب فضل وکمال کو جمع کیا، اس میں امام صاحب بالخصوص بلائے گئے اور ناظم تعمیرات کی حیثیت سے امام صاحب کا تقرر ہوا، امام صاحب نے ابتداء منصور کے حکم کی مخالفت کو مناسب خیال نہ کیا اور جز وقتی طور پر اس عہدہ کو قبول کر کے منصور کے قریب ہو گئے، منصور بڑا مدبر اور سیّاس تھا، اس نے دھیرے دھیرے امام صاحب کو اپنی گرفت میں کرنے کی کوشش کی، چناچہ امام صاحب کی خدمات سے خوشی ظاہر کر کے دس ہزار کا انعام یہ کہتے ہوئے پیش کیا کہ میری خواہش ہے کہ آپ یہ رقم قبول فرمالیں، امام صاحب نے کسی حیلے کے ذریعہ رقم قبول کرنے سے معذرت کر دی، اس لئے کہ امام صاحب جانتے تھے کہ حکومت کے لقمۂ تر ہضم کر لینے کے بعد حکومت کے خلاف زبان استعمال کرنے کی جرأت ختم ہو جاتی ہے، گویا یہ انعام یا تحفہ نہیں؛ بلکہ زبان بندی کی رشوت ہے، امام صاحب کی مفکرانہ فہم اور مدبرانہ صلاحیت اس سے اچھی طرح واقف تھی۔

بیت المال کے سلسلے میں حضرت امامؒ کی رائے

ایک مرتبہ نہیں، بلکہ متعدد مرتبہ منصور نے امام صاحب کو مال کی پیش کش کی، یحیٰ بن نصر کے حوالے سے منقول ہے کہ دوسری مرتبہ منصور نے مال کے ساتھ خوبصورت حسین وجمیل باندی کی بھی پیش کش کی، لیکن امام صاحب بیت المال کے بیجا استعمال کو حرام سمجھتے تھے، بلکہ ان کے نزدیک فیصلے میں ظلم اور بیت المال میں خیانت ایک امام کی امامت کو باطل کردینے والے افعال تھے، اس لئے انہوں نے مال کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

> امیر المؤمنین اگر ذاتی مال سے دیتے تو شاید میں قبول کرلیتا، لیکن یہ جو کچھ آپ مجھے دے رہے ہیں یہ تو مسلمانوں کے بیت المال کا روپیہ ہے جس کا میں اپنے آپ کو کسی طرح مستحق نہیں سمجھتا ہوں، نہ میں ننگا، بھوکا محتاج، فقیر ہوں، اگر یہ صورت ہوتی تو فقیروں کے مد سے شاید میرے لئے کچھ لینا جائز ہوتا، اور نہ میں ان لوگوں میں ہوں جو مسلمانوں کی حفاظت کے لئے لڑتے ہیں، اگر میرا تعلق ان فوجیوں سے ہوتا تو اس وقت بھی اس مد سے لے سکتا تھا، جب میرا تعلق نہ اس گروہ سے ہے اور نہ اس طبقے سے تو آپ ہی انصاف کیجئے میں یہ رقم کس بنیاد پر لے سکتا ہوں۔(۱)

بیت المال کے بے جا استعمال پر آپ ہمیشہ معترض رہتے تھے اور حکومت کے تحفوں کو انتہائی بے نیازی کے ساتھ ٹھکرا دیتے تھے، جب منصور نے امام صاحب کے سامنے عہدہ قضاء پیش کیا اور امام صاحب نے انکار کردیا تو منصور نے امام صاحب کو ۳۰ کوڑے

---

(۱) امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص: ۳۷۲

لگوائے جس سے امام صاحب کا سارا بدن لہولہان ہو گیا، خلیفہ کے چچا عبدالصمد بن علی نے ان کی سخت ملامت کی کہ یہ تم نے کیا کیا ایک لاکھ تلواریں اپنے اوپر کھچوالیں یہ عراق کا فقیہ ہے، بلکہ پورے مشرق کا فقیہ ہے، لاکھوں لوگ اس کے عقیدت مند ہیں اور ان کے نام پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا فخر سمجھتے ہیں، منصور اس پر نادم ہوا اور فی تازیانہ ایک ہزار درہم کے حساب سے تیس ہزار درہم امام صاحب کو بھجوائے، لیکن امام صاحب نے لینے سے انکار کر دیا، آپ سے کہا گیا لے کر خیرات کر دیجئے جواب میں ارشاد فرمایا'' کیا اس کے پاس کوئی حلال مال بھی ہے،، اسی زمانہ میں جب پے در پے تکلیفیں سہتے ہوئے امام کا آخری وقت آ گیا تو انہوں نے وصیت کی کہ'' بغداد کے اس حصے میں ان کو دفن نہ کیا جائے جسے شہر بسانے کے لئے منصور نے لوگوں کی املاک میں سے غصب کر لیا تھا، چنانچہ مقام خیزران امام صاحب کی نگاہ میں مغصوبہ نہ تھا اس لئے وہیں امام صاحب کو دفن کیا گیا، انتقال کے بعد منصور بھی قبر پر نماز پڑھنے کے لئے آیا جب وصیت کا حال سنا تو چیخ اٹھا کہ ابوحنیفہ زندگی اور موت میں تیری پکڑ سے کون بچا سکتا ہے۔(۱)

حضرت امامؒ کی حق گوئی

امام صاحب کے نزدیک اظہار رائے کی آزادی کو بڑی اہمیت تھی اور یہ ہر مسلمان اور ہر شہری کا بنیادی حق تھا، امام صاحب اظہار رائے کی آزادی بڑی بے باکی سے استعمال کرتے تھے، اور اس سلسلے میں سخت سے سخت تکلیف کی بھی پروا نہیں کرتے تھے جس زمانہ میں امام صاحب تعمیر بغداد کے سلسلے میں منصور کے ساتھ تھے، ان دنوں کا واقعہ ہے کہ منصور کو موصل والوں کی بغاوت کی اطلاع ملی، دربار میں امام صاحب بھی بیٹھے تھے، منصور نے مجلس کی طرف خطاب کر کے کہا کہ موصل والوں نے یہ معاہدہ مجھ سے کیا تھا کہ

(۱) خلافت وملوکیت ص: ۲۳۷

میری اور میری حکومت کے وفادار رہیں گے اور کبھی سرکشی پر آمادہ نہ ہوں گے، معاہدہ میں انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا تھا کہ اگر حکومت عباسیہ کے خلاف وہ کبھی بھی بغاوت پر آمادہ ہوں تو خلیفہ کو حق ہوگا کہ وہ ہر ایک کو قتل کر دے، منصور نے پوچھا میرے گورنر کے خلاف وہ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، کیا ان کی خوں ریزی خود ان کے معاہدہ کی رو سے میرے لئے جائز نہیں ہو چکی ہے؟ چند لوگوں کے موافق رائے آجانے کے بعد منصور امام صاحب کی طرف متوجہ ہو کر بولا ''شیخ'' آپ کی کیا رائے ہے، امام صاحب منصور کے بد نیتی، اور اس کی ذہنی کج روی کو محسوس کر چکے تھے، اس لئے امام صاحب نے تمہیدی گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ''کیا اس وقت میں نبوت کی جانشینی کے جو مدعی ہیں ان کے سامنے نہیں کھڑا ہوں ،توقع ہے کہ جس گھر میں اس وقت ہوں یہ مسلمانوں کی پناہ گاہ ہے،، منصور نے کہا ایسا ہی ہے اس کے بعد امام صاحب نے فرمایا ''امیر المؤمنین موصل والوں نے اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ آپ سے کیا تھا، یعنی بغاوت کی صورت میں ان کا خون خلیفہ کیلئے حلال ہو جائیگا تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ایک ایسی چیز کا اختیار آپ کو سپرد کیا جس کے سپرد کرنے کا شرعا انہیں قطعا اختیار نہیں تھا، اس کے بعد بھی اگر آپ ان کی خوں ریزی پر آمادہ ہوں گے تو ایسی چیز میں آپ ہاتھ ڈالیں گے جو آپ کیلئے کسی طرح جائز نہیں، امیر المؤمنین خدا کا عہد زیادہ مستحق ہے کہ اس کا ایفا کیا جائے،، (۱)

مذکورہ واقعہ سے امام صاحب کی جرأت وحق گوئی اور ظالم بادشاہ کے سامنے اظہار حق کا برملا اظہار نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے، مجلس کی برخواستگی کے بعد منصور امام صاحب کی طرف متوجہ ہو کر بولا ''شیخ'' بات وہی ہے جو آپ نے کہی، امام صاحب کی یہی جسارت وحق گوئی شاہی کیمپ سے نجات کا ذریعہ ثابت ہوئی، منصور آپ کی بے باکی،

(۱) مناقب للکردری ص:۱۷

وحق گوئی سے اچھی طرح واقف تھا، اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر امام صاحب ہمارے ساتھ رہیں گے تو مختلف مسائل میں اپنی بے باک اور جرأت مندانہ رائے ظاہر کر کے ہماری اور حکومت کی شان وشوکت کو زد پہونچاتے رہیں گے، منصور نے امام صاحب سے فرمایا آپ اپنے وطن تشریف لے جائیں، آخر میں بڑی لجاجت سے بطور وصیت اور وداعی ہدایت کے اس نے کہا مگر اس کا ذرا خیال رکھا کیجئے کہ ایسا فتوی لوگوں کو نہ دیجئے جس سے آپ کے امام (خلیفہ) کی ذات پر حرف آجائے آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کے فتوؤں سے خوارج (یعنی حکومت کے باغیوں) کو حکومت کے خلاف دست درازی کا موقع مل جاتا ہے۔(۱)

ظالم حکومت کے خلاف خروج

جس وقت منصور بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا، اسی ایام میں مدینہ میں محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ اور بصرہ میں ان کے بھائی ابراہیم نے خروج کیا، منصور اس بغاوت کو ختم کرنے کے لئے کوفہ آیا اور عیسیٰ بن موسیٰ کو مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ امام صاحب چونکہ اس حکومت کو ظالم حکومت تصور کرتے تھے، اور امام صاحب کی رائے تھی کہ ظالم حکومت نہ صرف باطل ہے، بلکہ اگر صالح اور مفید انقلاب ممکن ہو، افراد مہیا ہوں، اور کوئی ایسا قائد ہو جن کے دین پر اعتماد کیا جا سکتا ہو، تو ایسی صورت میں خروج کرنا واجب ہے، نفس ذکیہ کا تعلق حسنی سادات سے تھا، اس لئے مدینہ، عراق، اور مختلف اسلامی ریاستوں میں لوگ ان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے، امام صاحب نے موقع غنیمت جان کر ابراہیم بن عبداللہ کی کھل کر حمایت کر دی، اور آپ اس درجہ اس کی حمایت پر آمادہ تھے کہ آپ کے شاگردوں کو خیال ہو گیا کہ ہم لوگ باندھ لئے جائیں گے، آپ اور آپ کے تلامذہ حکومت کے عتاب اور عذاب میں گرفتار کئے جائیں گے، لیکن امام صاحب ابراہیم کا ساتھ دینے اور ان کے

(۱) امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص: ۳۷۷

ہاتھ پر بیعت کی تلقین کرتے رہے، ان کے ساتھ خروج کو پچاس گنا نفلی حج سے عظیم قرار دیتے تھے، ابو اسحاق فزاری سے امام صاحب نے کہا تھا کہ ''تیرا بھائی جو ابراہیم کا ساتھ دے رہا ہے، اس کا یہ فعل تیرے اس فعل سے کہ تو کفار کے خلاف جہاد کرتا ہے افضل ہے،، ان اقوال کے صاف معنی یہ ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک مسلم معاشرہ کی اندرونی نظام کی بگڑی ہوئی قیادت کے تسلط سے نکالنے کی کوشش باہر کے کفار سے لڑنے کی بہ نسبت بدرجہا فضیلت رکھتی ہے، ظالم حکومت کے خاتمہ کے لئے امام صاحب کا حیرت انگیز کارنامہ یہ تھا، کہ منصور کا نہایت معتمد جنرل حسن بن قحطبہ کو آپ نے نفس ذکیہ اور ابراہیم کے خلاف جنگ پر جانے سے روک دیا تھا، اس کا باپ قحطبہ وہ شخص ہے جس کی تلوار نے ابو مسلم کی تدبیر و سیاست سے مل کر سلطنت عباسیہ کی بنا رکھی تھی، اس کے مرنے کے بعد حسن اس کی جگہ سپہ سالار اعظم بنایا گیا، منصور کو سب سے زیادہ اسی پر اعتماد تھا، لیکن حسن کوفہ میں رہ کر امام صاحب کا گرویدہ ہو گیا تھا، اور امام صاحب کے اشارہ پر اس نے جنگ میں جانے سے انکار کر دیا، امام صاحب کی سیاسی بصیرت اور نفس ذکیہ کی اس درجہ حمایت سے تقریباً منصور بھی ناامید سا ہو چکا تھا، بلکہ اس نے کوفہ سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے تیز رفتار سواری کا انتظام بھی کر لیا تھا، اگر تقدیر عباسیوں کا ساتھ نہ دیتی تو یقیناً عباسی حکومت کا تختہ پلٹ دیا جاتا، لیکن تقدیر، تدبیر پر غالب آ گئی اور نفس ذکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم شہید کر دئے گئے اور منصور اپنی حکومت بچانے میں کامیاب ہو گیا، اس پورے واقعہ میں امام صاحب کی سرگرمی کھل کر سامنے آ جاتی ہے، اور امام صاحب کا سیاسی مسلک عملی طور پر نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

امام صاحب اور عہدہ قضاء

منصور، نفس ذکیہ کے خروج کے واقعہ میں امام صاحب کی سرگرمی سے بخوبی واقف تھا، جس کی وجہ سے منصور کے دل میں امام صاحب کے خلاف گرہ بیٹھ گئی تھی، لیکن

امام صاحب جیسے با اثر شخص پر ہاتھ ڈالنا آسان نہ تھا، اسے معلوم تھا کہ ایک حسین کے قتل نے بنی امیہ کے خلاف مسلمانوں میں کتنی نفرت پیدا کر دی تھی، اور اسی وجہ سے ان کو اقتدار سے کتنی آسانی سے اکھاڑ کر پھینکا گیا، منصور ایسی غلطی دہرانا نہیں چاہتا تھا، وہ بھی سیاسی تدبر میں فن کار کی حیثیت رکھتا تھا، اس لئے اس نے امام صاحب کو مارنے کے بجائے سونے کی زنجیروں میں باندھ کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا زیادہ بہتر خیال کیا، اسی نیت سے منصور نے بار بار امام صاحب کو عہدہ قضاء پیش کیا، بلکہ سلطنت عباسیہ کا قاضی القضاۃ مقرر کرنے کی پیش کش کی مگر امام صاحب طرح طرح کے حیلوں سے ٹالتے رہے، آخر کار جب منصور بہت زیادہ مصر ہوا تو امام صاحب نے ایک مرتبہ نرم انداز میں معذرت کرتے ہوئے فرمایا ''قضاء کے لئے وہ شخص موزوں ہے جو اپنے اندر اتنی جان رکھتا ہو کہ آپ پر، آپ کے شہزادوں پر، اور سپہ سالاروں پر قانون نافذ کر سکے، اور مجھ میں وہ جان نہیں'' منصور کے بار بار اصرار پر ایک مرتبہ سخت لہجے میں منصور کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''مجھ پر بھروسہ تم کو نہ کرنا چاہئے میں اگر خوشی سے بھی اس عہدہ کو قبول کرلوں جب بھی آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے خلاف بھی فیصلہ دینے کا موقع میرے سامنے آگیا اور مجھے یہ دھمکی دی گئی کہ اس فیصلہ سے باز آجاؤ یا دریا فرات میں تمہیں غرق کر دیا جائے گا تو میں کہے دیتا ہوں کہ فرات میں ڈوب مرنے کو قبول کروں گا، لیکن فیصلہ بدلنے پر راضی نہیں ہو سکتا، اور جب رضامندی سے عہدہ قبول کرنے پر میرا یہ حال ہے، تو اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ زبردستی اگر مجھے قاضی بنایا گیا تو اس وقت غصہ کی حالت میں جو کروں گا وہ ظاہر ہے'' (۱)

عدلیہ کے تعلق سے امام صاحب کی رائے

اس طرح کے متعدد واقعات تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں، جس سے قضاء اور عدلیہ کے تعلق سے امام صاحب کا نقطہ نظر بخوبی سمجھا جا سکتا ہے، عدلیہ کے متعلق ان کی

(۱) مناقب موفق مکی ۲/۱۷۱

قطعی رائے یہ تھی کہ اسے انصاف کرنے کے لئے انتظامیہ کے دباؤ اور مداخلت سے نہ صرف آزاد ہونا چاہئے، بلکہ قاضی کو اس قابل ہونا چاہئے کہ خود خلیفہ بھی اگر لوگوں کے حقوق پر دست درازی کرے تو وہ اس پر اپنا حکم نافذ کر سکے، امام صاحب کو اخیر زمانہ میں جب اپنی وفات کا یقین ہو گیا تھا تو انہوں نے اپنے تلامذہ کو جمع کر کے خطاب فرمایا:

پس اب وقت آ گیا کہ آپ لوگ میری مدد کریں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک عہدہ قضاء کی ذمہ داریوں کے سنبھالنے کی پوری صلاحیت اپنے اندر پیدا کر چکا ہے، اور دس آدمی تو تم میں ایسے ہیں جو صرف قاضی ہی نہیں؛ بلکہ قاضیوں کی تربیت کا کام بخوبی انجام دے سکتے ہیں، اللہ کا واسطہ دیتے ہوئے، اور علم کا جتنا حصہ آپ لوگوں کو ملا ہے، اس علم کی عظمت وجلالت کا حوالہ دیتے ہوئے آپ لوگوں سے میری یہ تمنا ہے کہ اس علم کو محکوم ہونے کی بے عزتی سے بچائے رہنا، اور تم میں سے کسی کو قضا کی ذمہ داریوں میں مبتلا ہونے پر اگر مجبور ہونا پڑے تو میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ایسی کمزوریاں جو مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوں جان بوجھ کر اپنے فیصلوں میں جو ان کا ارتکاب کریگا اس کو معلوم ہونا چاہئے ایسے آدمی کا فیصلہ جائز نہ ہوگا اور نہ قضاء کی ملازمت اس کی حلال ہوگی، جو تنخواہ اس سلسلے میں اس کو ملے گی وہ اس کے لئے پاک نہ ہوگی، قضاء کا عہدہ اسی وقت تک صحیح رہتا ہے، جب تک کہ قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو، اور اسی قضاء کی تنخواہ حلال ہے'' اس تقریر کا آخری فقرہ تھا، امام (یعنی مسلمانوں کا بادشاہ اور امیر اگر مخلوقِ خدا کے ساتھ کسی غلط رویہ کو اختیار کرے تو اس امام سے قریب ترین قاضی کا فرض ہوگا کہ اس

سے باز پرس کرے۔(۱)

امام صاحب کے اس طویل خطاب میں جس کا چند اقتباس یہاں پیش کیا گیا ہے قضاء اور عدلیہ کے تعلق سے امام صاحب کی رائے بہت نمایاں ہو جاتی ہے۔

خلاصہ

اس مختصر مضمون سے حضرت الامام کا سیاسی نظریہ بآسانی سمجھا جاسکتا ہے، اسلامی نظام حکومت میں عدل وانصاف، اظہار رائے کی آزادی، عدلیہ کا بااختیار ہونا، بیت المال کے نظام کا صاف وشفاف ہونا ،امام صاحب کی نگاہ میں لازمی اور ناگزیر امر تھا، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ جس طرح عام لوگوں کے ساتھ ضروری ہے اسی طرح حکومت کے ساتھ بھی ضروری ہے اور اگر حکومت عدل وانصاف پر قائم نہ ہو اور تبدیلی کے لئے مناسب ذرائع اور وسائل ہوں تو ایسی صورت میں حکومت کے خلاف بغاوت کرنا اور تختۂ حکومت کو زیروزبر کردینا جائز ہے، یہ وہ افکار ہیں جس کے لئے انسان میں جرأت، شجاعت، بلندکرداری، استغنائیت جیسے لازمی صفات کی ضرورت پڑتی ہے اور امام صاحب اس جیسے اعلی اور عبقری صفات سے متصف تھے، اس لئے انہوں نے ابن ہبیرہ اور منصور کے کوڑوں اور قید کی سلاخوں کو تو برداشت کرلیا؛ لیکن حکومت کے کسی خلافِ شرع حکم کے سامنے سرنگوں نہیں کیا ہے، جزاہ اللہ خیر الجزاء.

❍❖❍

(۱) موفق مکی ۲/۱۰۰-امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص: ۴۹۷

پانچویں فصل
امام ابوحنیفہ کی فراست

امام اعظم ابوحنیفہ کو اللہ تعالی نے بے پناہ فراست وذکاوت سے نوازا تھا، آپ مشکل سے مشکل مسائل کو اتنی آسانی سے حل فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علم وفن کے تاجدار بھی حیران وششدر رہ جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وقت کے جبال العلم علماء اور فقہ وحدیث کے آفتاب وماہتاب نے آپ کی ذہانت، حاضر جوابی اور فراست وذکاوت کا اعتراف کیا ہے، اور نہ صرف آپ کے معتقدین؛ بلکہ معاصرین اور متعصبین نے بھی اس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو فہم وفراست میں ابوحنیفہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا ہے(۱) علی بن عاصم کا قول ہے اگر ابوحنیفہ کی عقل کو نصف اہل زمین کی عقل سے تولیں تو ابوحنیفہ کی عقل غالب آجائیگی (۲) علامہ ذہبی نے لکھا ہے وہ بنی آدم میں ذہین ترین لوگوں میں سے تھے (۳) ہارون رشید نے جب امام صاحب کے بارے میں سنا تو فرمایا کہ ابوحنیفہ اپنے دل کی آنکھوں سے وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جو ہم اپنے سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھ پاتے ہیں (۴) خارجہ بن مصعب کہا کرتے تھے میں کم وبیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں

---

(۱) صیمری، ابوعبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۳۰، دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۷۶ء

(۲) صیمری، ابوعبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۳۰، دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۷۶ء

(۳) الذہبی، العبر فی خبر من غبر، باب سنۃ خمسین ومائۃ ۱/۱۶۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۱ء ڈیجیٹل لائبریری

(۴) ذہبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ص: ۱۸، احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد ۱۴۱۹ء

جن میں عاقل صرف تین شخص دیکھے، ایک ان میں ابوحنیفہ تھے(۱) امام شافعی فرماتے ہیں کہ عورتوں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو عقلمند پیدا نہیں کیا۔(۲)

تاریخ کی کتابوں میں امام صاحب کی ذہانت وذکاوت اور فہم وفراست کے بہت سے حیران کن واقعات مذکور ہیں امام صاحب کی فراست کے ان واقعات سے علمی وفقہی مسائل کی گرہ کشائی کے راستے اور عقدہ لاینحل کوحل کرنے کے طریقے معلوم ہوتے ہیں نیز یہ واقعات ہمیں غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں اور فکر صحیح وفکر سلیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، امام صاحب کی فراست کے واقعات کو پڑھ کر ذہن ودماغ کی گرہیں کھلتی ہیں اور گرداب میں پھنسی ہچکولے کھارہی کشتی کو ساحل کا پتہ ملتا ہے، ذیل میں چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں جن سے امام صاحب کا علمی تبحر، جامعیت وکاملیت ،قوتِ استحضار اور مجتہدانہ شان چھلکتی نظر آتی ہے۔

تین طلاق کا ایک پیچیدہ مسئلہ

ایک مرتبہ امام صاحب کی مجلس میں ایک شخص آیا اور دریافت کیا کہ ایک شخص نے تین قسمیں کھائیں ہیں اور نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے، آپ ہی اسکا کوئی حل فرمادیں، امام صاحب نے معلوم کیا تو اس شخص نے بتایا کہ صاحب واقعہ نے اولاً قسم کھائی کہ اگر میں کوئی نماز قضاء کروں تو میری بیوی کو تین طلاق، پھر قسم کھائی اگر آج میں بیوی سے وطی نہ کروں تو اس کو تین طلاق پھر قسم کھائی کہ اگر میں غسل جنابت کروں تو میری بیوی کو تین طلاق۔

علماء اس مسئلہ سے عاجز آچکے تھے؛ لیکن امام صاحب کی باریک بینی اور دوررسی

(۱) نعمانی، شبلی، سیرت النعمان ص:۵۷، دارالکتاب دیوبند

(۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۱۵۵

کی داد دیجئے، سر اٹھایا اور چٹکی میں حل فرما دیا، امام صاحب نے فرمایا صاحب واقعہ آج عصر کی نماز پڑھ لے اور عصر کی نماز سے فراغت کے بعد اپنی بیوی سے وطی کر لے پھر جب سورج غروب ہو جائے تو یہ شخص غسل کر لے اور مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ لے طلاق واقع نہیں ہوگی اور تینوں قسمیں پوری ہو جائیں گی۔(۱)

مسئلہ یہ ہے کہ شریعت کی اصطلاح میں رات دن کے تابع ہوتی ہے، لہٰذا جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اسی وقت سے اگلا دن شمار ہونے لگتا ہے، مثلاً عید کا چاند نظر آتے ہی عید کا حکم لگایا جاتا ہے، اسی حکم کے پیش نظر صاحب واقعہ کا غسل آج کے دن میں شمار نہیں ہوگا؛ بلکہ غروب کے بعد نہانا گویا کل آئندہ کا عمل ہے۔

امام صاحب کا حکیمانہ فیصلہ

کوفہ کے ایک شخص نے بڑے دھوم دھام سے ایک ساتھ اپنے دو بیٹوں کی شادی کی، ولیمہ کی دعوت میں تمام اعیان و اکابر موجود تھے، مسعر بن کدام، حسن بن صالح، سفیان ثوری، امام اعظم بھی شریک دعوت تھے، لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک صاحب خانہ بدحواس گھر سے نکلا اور کہا ''غضب ہو گیا'' زفاف کی رات عورتوں کی غلطی سے بیویاں بدل گئی جس عورت نے جس کے پاس رات گزاری وہ اس کا شوہر نہیں تھا۔

سفیان ثوری نے کہا امیر معاویہ کے زمانے میں ایسا واقعہ پیش آیا تھا اس سے نکاح پر کچھ فرق نہیں پڑتا ہے البتہ دونوں کو مہر لازم ہوگا، مسعر بن کدام، امام صاحب کی طرف متوجہ ہوئے کہ آپ کی کیا رائے ہے، امام صاحب نے فرمایا پہلے دونوں لڑکے کو بلایا جائے تب جواب دونگا، دونوں شوہر کو بلایا گیا امام صاحب نے دونوں سے الگ الگ پوچھا کہ تم نے جس عورت کے ساتھ رات گزاری ہے اگر وہی تمہارے نکاح میں رہے کیا تمہیں

---

(۱) عقود الجمان ص: ۲۷۷

پسند ہے؟ دونوں نے کہا ہاں تب امام صاحب نے فرمایا تم دونوں اپنی بیویوں کو جن سے تمہارا نکاح پڑھایا گیا تھا اسے طلاق دے دو اور ہر شخص اس سے نکاح کرلے جو اس کے ساتھ ہم بستر رہ چکی ہے۔(۱)

حضرت سفیان ثوری نے جو جواب دیا تھا مسئلہ کے لحاظ سے وہ بھی صحیح تھا، وطی بالشبہ کی وجہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا ہے مگر امام صاحب نے جس مصلحت کو پیش نظر رکھا وہ ان ہی کا حصہ تھا اس لئے کہ وطی بالشبہ کی وجہ سے عدت تک انتظار کرنا پڑتا جو اس وقت ایک مشکل امر تھا پھر عدت کے زمانے میں ہر ایک کو یہ خیال گزرتا کہ میری بیوی دوسرے کے پاس رات گزار چکی ہے، اور اس کے ساتھ رہنے پر غیرت گوارہ نہ کرتی اور نکاح کا اصل مقصد الفت و محبت، اتحاد و اعتماد بڑی مشکل سے قائم ہو پاتا۔

تکفیر میں حزم واحتیاط

امام صاحب حتی الامکان مومن کی تکفیر سے احتراز کرتے تھے، امام صاحب کا مسلک تھا کہ اگر کسی مسلمان میں کفر کے ننانوے وجوہات ہوں اور صرف ایک وجہ ایمان کی موجود ہوں تو اسی کو ترجیح دی جائیگی اور ممکن حد تک مومن کے فعل کی تاویل کی جائیگی، چنانچہ امام صاحب کے مختلف سوانح نگاروں نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص امام صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اس کے باوجود وہ جنت کی خواہش نہیں رکھتا، جہنم سے ڈرتا نہیں، مردہ کھاتا ہے، بلا رکوع وسجدے کے نماز پڑھتا ہے، اس چیز کی شہادت دیتا ہے جسے اس نے دیکھا تک نہیں، حق بات کو ناپسند کرتا ہے، رحمت خداوندی سے دور بھاگتا ہے اور یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے۔

بظاہر یہ سب وجوہات کفر کے ہیں جو اس شخص میں موجود ہیں، اس کے بارے

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۱۱۲، عقود الجمان ص: ۲۵۵

میں آپ کی کیا رائے ہے، جس شخص نے یہ سوال کیا تھا وہ امام صاحب سے بغض رکھتا تھا، آپ نے پوچھا تم اس سوال کا حل جانتے ہو؟ اس نے کہا نہیں: لیکن یہ بہت بری چیز ہے، امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے پوچھا، اس شخص کے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے، ان سب نے ایک زبان ہوکر کہا جس شخص کے یہ صفات ہوں وہ بدترین انسان ہے، امام صاحب نے فرمایا میرے نزدیک وہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہے، سائل کو حیرت ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا: سنو! تمہارا یہ کہنا کہ جنت کی آرزو نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص جنت کے مالک کی آرزو رکھتا ہے اور جہنم کے مالک سے ڈرتا ہے، تمہارا یہ کہنا کہ مردار کھاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مچھلی کھاتا ہے، تمہارا یہ کہنا کہ بلا رکوع وسجدہ کے نماز پڑھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھتا ہے، تمہارا یہ کہنا کہ حق کو ناپسند کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص زندگی کو پسند کرتا ہے، تاکہ اللہ کی خوب اطاعت کرسکے اور موت کو ناپسند کرتا ہے جبکہ موت حق ہے، تمہارا یہ کہنا کہ فتنہ کو پسند کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مال اور اولاد سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا إنما أموالكم وأولادكم فتنة، تمہارا یہ کہنا کہ رحمت سے بھاگتا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ بارش سے بھاگتا ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ یہود ونصاری کی تصدیق کرتا ہے تو وہ یہود کے اس قول ليست النصارى على شيء اور نصاری کے قول ليست اليهود على شيء کی تصدیق کرتا ہے جو کہ عین ایمان ہے، یہ سن کر وہ آدمی کھڑا ہوا اور امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ آپ نے حق فرمایا، میں اسکی گواہی دیتا ہوں۔(۱)

رافضی نے توبہ کرلی اور شنیع حرکت سے باز آگیا

کوفہ کا ایک رافضی حضرت عثمان ذوالنورین کے خلاف بکواس کرتا تھا، کبھی انہیں

---

(۱) عقود الجمان ص:۲۴۶

کافر کہتا اور کبھی یہودی، امام صاحب کو خبر ہوئی تو دفاع صحابہ کے لئے تڑپ اٹھے اور جب تک اس سے ملاقات نہ کرلی بے چین رہے آخراس رافضی کے پاس تشریف لے گئے اور بڑے ادب، محبت اور نرمی سے کہا بھائی! میں تیری لخت جگر (بیٹی) کے لئے فلاں صاحب کی طرف سے منگنی کا پیغام لایا ہوں، اللہ نے اس صاحب کو حفظ قرآن کی دولت سے نوازا ہے، اس کی تمام رات نوافل اور تلاوت قرآن میں گزرتی ہے، خدا کا خوف ہمہ وقت غالب رہتا ہے، تقوی میں اس کی نظیر نہیں، رافضی نے کہا بہت اچھا یہ تو میری لڑکی کے لئے نہیں؛ بلکہ ہمارے پورے خاندان کے لئے سعادت کی بات ہے، امام صاحب نے فرمایا مگراس میں ایک عیب یہ ہے کہ وہ مذہباً یہودی ہے، رافضی کا رنگ بدل گیا اور جھلا کر بولا کیا میں اپنی لڑکی کی شادی یہودی سے کردوں؟ تب امام صاحب نے فرمایا بھائی! آپ تو اپنی لخت جگر کو ایک یہودی کے نکاح میں دینے کو تیار نہیں تو حضور ﷺ نے اپنے نور دل کے دو ٹکڑے (دو بیٹیاں) حضرت عثمان (جو آپ کے گمان میں یہودی تھا) کو کس طرح دے دیا؟ امام صاحب کا یہ ارشاد رافضی کی تنبیہ اور ہدایت کا باعث ہوا، وہ اپنے کئے پر نادم اور پشیمان ہوا اور خلوص دل سے توبہ کر کے ہمیشہ کے لئے ایسی حرکتوں سے باز آ گیا۔(۱)

امانت کے منکر نے امانت واپس کردی

ایک صاحب کوفہ میں ایک شخص کے پاس کچھ امانت رکھ کر حج کو گیا اور واپسی پر اس نے اپنی امانت واپس طلب کی تو اس شخص نے انکار کردیا، وہ سیدھا امام صاحب کے پاس حیران و پریشان آیا اور اپنا حال بیان کیا، آپ نے اس شخص سے فرمایا ابھی اس واقعہ کو کسی سے بیان مت کرنا اور اس شخص کو اپنے پاس بلوایا اور اس سے تنہائی میں فرمایا کہ ان دنوں چند اشخاص میرے پاس اس مشورہ کے لئے آئے ہیں کہ کون شخص قضاء کی لیاقت رکھتا

---

(۱) تاریخ بغداد ۱۳/۳۶۲

ہے اگر تو پسند کرتا ہے تو میں تیرے لئے سفارش کردونگا اس نے بظاہر کچھ انکار کیا؛ لیکن عہدہ کی ہوس سے آخر راضی ہوگیا امام صاحب نے اس کو رخصت کردیا اور امانت رکھنے والے کو بلا کر کہا تو اب جا کر اپنی امانت طلب کرلے مل جائیگی، جب اس نے جا کر دوبارہ امانت طلب کی تو اس نے اس خیال سے کہ میری بددیانتی کا شہرہ ہوجائیگا اور عہدۂ قضاء سے محروم ہوجاؤنگا اس نے امانت واپس کردی، بعد میں وہ شخص امام صاحب کے پاس عہدہ قضاء کا طالب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ عہدہ تیرے مرتبہ سے کم ہے، اس سے بڑے عہدہ کے لئے میں خیال رکھوں گا۔(۱)

ایک عجیب وغریب تدبیر

امام طحاوی نے لیث بن سعد سے روایت کی کہ میں امام صاحب کا ذکر سنتا تھا، پھر مجھے امام صاحب کو دیکھنے کی تمنا ہوئی اچانک میں نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے پاس بھیڑ لگائے ہوئے ہیں، میں ادھر متوجہ ہوا تو ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا اے ابوحنیفہ! میں سمجھ گیا کہ یہ وہی ابوحنیفہ ہیں، اس آدمی نے کہا کہ میں مالدار آدمی ہوں، میرا ایک لڑکا ہے، میں اس کی شادی کرتا ہوں اور بہت سارا مال خرچ کرتا ہوں مگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے اور اس طرح میرا مال برباد ہوجاتا ہے، اس کی کوئی تدبیر ہے؟ امام صاحب نے فوراً فرمایا اس کو غلاموں کے بازار میں لے جاؤ جب وہ کسی باندی کو دیکھنے لگے تو تم اس باندی کو اپنے لئے خرید کر اس کے ساتھ نکاح کرادو، اگر وہ طلاق دے گا تو وہ تمہارے ملک میں رہے گی اور اگر آزاد کریگا تو اس کا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا۔ لیث بن سعد کہتے ہیں خدا کی قسم ان کا صحیح اور برجستہ جواب دینا مجھے بہت پسند آیا، اس کے بعد میں ہمیشہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ کرنے لگا۔(۲)

---

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری ص:۴۰

(۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۱۳۸، الانتقاء ۱۵۴

امام ابو یوسف کی تنبیہ

خطیب بغدادی نے محمد بن سلمہ سے اور ابوعبداللہ صیمری نے فضل بن غانم سے روایت کی ہے کہ امام ابو یوسف بیمار ہو گئے تو امام صاحب نے ان کی متعدد بار عیادت کی، آخری بار جب عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو ان کو بہت کمزور پایا تو انا للہ پڑھا اور فرمایا تمہارے بارے میں توقع ہے کہ تم میرے بعد مؤمنین کے لئے موجود رہو گے اور تمہاری موت کی مصیبت مؤمنین پر آئی تو تمہارے ساتھ علم کا بڑا ذخیرہ ضائع ہو جائیگا۔

ایک روایت یہ ہے کہ امام صاحب نے فرمایا اگر نوجوان مر گیا تو کوئی نہیں ہے جو اس نوجوان کی جگہ پر کر سکے، یہ خبر امام ابو یوسف کو پہونچ گئی، ادھر اللہ کے فضل سے شفاء ہو گئی تو دل میں عُجب پیدا ہو گیا اور امام ابو یوسف نے علم فقہ کی الگ مجلس قائم کر لی اور امام صاحب کی مجلس میں جانا چھوڑ دیا لوگوں کی توجہ ان کی طرف بھی ہو گئی، امام صاحب نے ان کے بارے میں لوگوں سے معلومات کیں تو لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے اپنا حلقۂ درس قائم کر لیا ہے، امام صاحب نے ایک آدمی کو بلایا اور فرمایا کہ ابو یوسف کی مجلس میں جاؤ اور معلوم کرو کہ ایک آدمی نے دھوبی کو دو درہم کے عوض کپڑا دھونے کے لئے دیا کچھ دنوں کے بعد جب دھوبی کے پاس کپڑا لینے گیا تو دھوبی نے کپڑے کا ہی انکار کر دیا اور کہا تمہاری کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے، وہ آدمی واپس آ گیا پھر دوبارہ اس کے پاس گیا اور اپنا کپڑا طلب کیا تو دھوبی نے دھلا ہوا کپڑا واپس اسے کر دیا اب دھوبی کو اجرت ملنی چاہئے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں ہاں ملنی چاہئے تو کہنا آپ سے غلطی ہو گئی اور کہیں اس کو اجرت نہیں ملنی چاہئے تو بھی کہنا غلط، وہ آدمی امام ابو یوسف کی مجلس میں گیا اور مسئلہ معلوم کیا، امام ابو یوسف نے فرمایا اجرت واجب ہے اس آدمی نے کہا غلط۔ امام ابو یوسف نے غور کیا پھر فرمایا اس کو اجرت نہیں ملنی چاہئے، اس آدمی نے پھر کہا غلط۔ امام ابو یوسف فوراً اٹھے اور امام صاحب کی مجلس

میں پہونچ گئے ،امام صاحب نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دھوبی کا مسئلہ لایا ہے ، ابو یوسف نے عرض کیا جی ہاں ،امام صاحب نے فرمایا سبحان اللہ جو شخص اس لئے بیٹھا ہو کہ لوگوں کوفتوی دے، اس کام کے لئے حلقۂ درس جمالیا، اللہ کے دین میں گفتگو کرنے لگا اور اس کا مرتبہ یہ ہے کہ اجارہ کے ایک مسئلہ کا صحیح جواب نہیں دے سکتا، امام ابو یوسف نے عرض کیا حضرت صحیح جواب بتا دیجئے ؟ امام صاحب نے فرمایا اگر اس نے دینے سے انکار کے بعد دھویا تو اجرت کا استحقاق نہیں ہے، کیونکہ اس نے اپنے لئے دھویا ہے اور اگر غصب سے پہلے دھویا تھا تو اس کو اجرت ملے گی، اس لئے کہ اس نے مالک کے لئے دھویا تھا۔(۱)

ابن ابی لیلی کی چھ غلطیاں

حسن بن زیاد لؤلؤی کہتے ہیں کہ میرے گھر کے قریب ایک پاگل عورت رہتی تھی، جس کا نام ام عمران تھا ایک آدمی اس کے قریب سے گزرا اور اس سے کچھ کہا، اس پر پاگل عورت نے کہا یا ابن الزانیین (اے دو زنا کرنے والوں کے بیٹے) اتفاق سے قاضی ابن ابی لیلی نے سن لیا، انہوں نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ لاؤ، ابن ابی لیلی نے اس کو مسجد میں داخل کرا کر دو حدیں لگوائیں ایک ماں پر تہمت لگانے کی، دوسرے باپ پر تہمت لگانے کی، امام صاحب کو معلوم ہوا تو فرمایا ابن ابی لیلی نے اس فیصلے میں چھ غلطیاں کی ہیں، اول یہ کہ وہ مجنونہ تھی اور مجنونہ پر حد نہیں ہے، دوسری یہ کہ مسجد میں حد لگوائی اور حدود مسجد میں نہیں لگائی جاتی، تیسری غلطی یہ کی کہ اسے کھڑی کر کے حد لگوائی جب کہ عورتوں پر حد بٹھا کر لگائی جاتی ہے، چوتھی یہ کہ اس پر دو حدیں لگوائی جبکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی پوری قوم پر تہمت لگائے تو اس پر ایک ہی حد لگائی جاتی ہے، پانچویں غلطی یہ کی کہ حد لگانے کے وقت اس آدمی کے ماں، باپ موجود نہیں تھے، حالانکہ ان کا حاضر ہونا ضروری تھا، چھٹی غلطی یہ کی کہ دونوں

---

(۱) تذکرۃ النعمان ص:۲۲۳

حدوں کو جمع کردیا حالانکہ جس پر دو حد واجب ہوں، جب تک پہلی حد خشک نہ ہوجائے دوسری نہیں لگا سکتے، یہ فتوی ابن ابی لیلی تک پہونچ گیا، انہوں نے امیر سے شکایت کردی، امیر نے امام صاحب کو فتوی دینے سے روک دیا، اس کے کچھ دنوں کے بعد امیر کوفہ عیسی بن موسی کو کچھ مسائل پیش آئے، امام صاحب سے وہ مسائل پوچھے گئے آپ نے جواب دیا جو امیر کو پسند آیا، اس کے بعد اس نے امام صاحب کو اجازت دیدی اور امام صاحب اپنے مسند درس پر رونق افروز ہوئے۔(۱)

امام صاحب کی ذہانت کا حیرت انگیز واقعہ

امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اورعرض کیا کہ میں نے کچھ مال گھر میں دفن کیا تھا؛ لیکن جگہ بھول گیا کہ کہاں دفن کیا تھا، امام صاحب نے فرمایا تو میں کس طرح بتا سکتا ہوں؟ یہ سن کر وہ آدمی رونے لگا، امام صاحب نے اپنے تلامذہ سے کہا میرے ساتھ اس کے گھر پر چلو، وہ آدمی سب کو لے کر اپنے گھر پر آیا، امام صاحب نے فرمایا تم سوتے کہاں تھے اور کپڑے کہاں رکھتے تھے؟ وہ آدمی ایک کمرے میں لے گیا، اب امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے کہا اگر یہ گھر آپ لوگوں کا ہوتا اور کچھ دفن کرنا ہوتا تو کہاں دفن کرتے؟ ایک نے کہاں یہاں دوسرے نے کہا وہاں، اس طرح پانچ جگہوں کی نشان دہی کی گئی امام صاحب نے ان جگہوں پر کھودنے کا حکم دیا چنانچہ تیسری جگہ کھودنے پر مال نکل آیا امام صاحب نے اس آدمی سے کہا اللہ تعالی کا شکر ادا کر اس نے تیرا مال لوٹا دیا۔(۲)

ضحاک ہکا بکا رہ گیا

ابو ولید طیالسی سے روایت ہے کہ ضحاک شاری کوفہ آیا اور امام صاحب سے کہا

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۳۵۰/۱۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء، الانتقاء ۱۵۲

(۲) عقود الجمان ص: ۲۵۷

توبہ کرو، امام صاحب نے فرمایا کس چیز سے؟ اس نے کہا حَکَم کو جائز قرار دینے سے، امام صاحب نے اس سے فرمایا تو مجھے قتل کریگا یا مناظرہ؟ اس نے کہا مناظرہ، تو امام صاحب نے فرمایا اگر کسی چیز میں ہمارا، تمہارا اختلاف ہو تو فیصلہ کون کریگا؟ اس پر ضحاک نے کہا تم جس کو چاہو فیصل بنالو، امام صاحب نے اس کے ساتھیوں میں سے ایک شخص سے کہا بیٹھ جاؤ جس چیز میں ہمارا اختلاف ہو فیصلہ کرنا، پھر ضحاک شاری سے فرمایا میرے اور اپنے درمیان اس کے حکم ہونے پر راضی ہو؟ اس نے کہا ہاں، تو امام صاحب نے فرمایا پھر تو تم نے خود ہی تحکیم کو جائز قرار دے دیا، اس پر ضحاک ہکا بکا رہ گیا۔(۱)

طلاق سے بچنے کی بہترین تدبیر

امام ابوحنیفہ نے حماد کی ماں کے علاوہ ایک اور عورت سے نکاح کرلیا تھا، جب حماد کی ماں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اصرار کیا کہ دوسری بیوی کو طلاق دے دو اور خود امام صاحب سے الگ ہوگئیں، امام صاحب نے ایسی تدبیر کی کہ حماد کی ماں کو یقین ہوگیا کہ نئی بیوی کو تین طلاق پڑگئی ہے اور ان کے قلب کو سکون ہوگیا۔

ہوا یہ کہ امام صاحب نے دوسری بیوی سے کہا کہ ام حماد کے پاس آنا میں وہاں رہوں گا اور آکر یہ مسئلہ پوچھنا کہ جب کسی نے دوسری عورت سے نکاح کرلیا تو کیا پہلی عورت کے لئے جائز ہے کہ اپنے شوہر کو چھوڑ دے؟ امام صاحب کی تعلیم کے مطابق وہ آئیں اور یہی سوال کیا، امام صاحب نے جواب دیا کہ اس کے لئے جائز نہیں کہ اپنے شوہر کو چھوڑ دے، حماد کی ماں سن رہی تھی، کہنے لگی جب تک نئی بیوی کو طلاق نہیں دو گے میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی، اس پر امام صاحب نے فرمایا میری ہر وہ بیوی جو اس گھر کے باہر ہے اس کو تین طلاق بس کیا تھا ام حماد خوش ہوگئیں اور معافی مانگی، جب کہ امام صاحب

---

(۱) الانتقاء ص:۱۵۹

نے نئی بیوی کو طلاق بھی نہیں دی، اس لئے کہ وہ بھی گھر میں ہی تھی۔(۱)

قسم سے بچنے کی تدبیر

مناقب زرنجری میں ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی اگر میں انڈا کھاؤں تو میری بیوی کو طلاق، اتفاق سے اس کی بیوی آستین میں رکھ کر انڈا لائی، اس نے کہا جو کچھ تیری آستین میں ہے اسے اگر نہ کھاؤں تو تمہیں طلاق، اس کو معلوم نہیں تھا کہ آستین میں انڈا ہی ہے، امام صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا کہ کس طرح یہ آدمی اپنی قسم سے بری ہوسکتا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا وہ انڈے مرغی کے نیچے رکھے جائیں، جب بچے نکل آئیں تو ذبح کر کے بھون کر کھائے یا پکا کر شوربا پی لے تو حانث نہ ہوگا، اس طرح جو کچھ آستین میں تھا اسے کھا لیا خول اور چھلکے کا اعتبار نہیں اس لئے کہ یہ کھائے نہیں جاتے ہیں۔(۲)

امام صاحب کے زمانے میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ کوفہ کے خاندان سادات میں سے کسی ہاشمی جوان کا انتقال ہوگیا، فرط محبت میں اس کی ماں نے جنازے کے ساتھ چلنے اور نماز پڑھنے کی ضد کی، بہت سمجھایا اور منع کیا تو قسم کھالی کہ بغیر جنازہ کی نماز پڑھے واپس نہ ہوں گی، اس کے شوہر یعنی میت کے باپ نے جب دیکھا تو کہا اگر یہ یہیں سے واپس نہ ہوئی تو اس کو طلاق، اس وقت سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، ابوالاحوص اور امام ابوحنیفہ موجود تھے، جنازہ رکھا ہوا تھا کسی میں اٹھانے کی ہمت نہ تھی، کسی عالم کے سمجھ میں مسئلے کا حل نہ آتا تھا، سب پریشان تھے، آخر میں امام صاحب نے میت کی ماں کو بلوایا اور فرمایا تو یہیں جنازہ پڑھ لے جب وہ جنازہ پڑھ چکی تو آپ نے فرمایا اب تو واپس ہوجا، وہ واپس چلی گئی، تب جنازہ اٹھایا گیا، اس موقع پر ابن شبرمہ نے فرمایا: عجزت النساء

(۱) تذکرۃ النعمان ص:۲۵۱

(۲) تذکرۃ النعمان ص:۲۵۳

أن یلدن مثلہ عورتیں ان جیسا پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔(۱)

حسن تدبیر کی بہترین مثال

ابوبکر محمد بن عبداللہ نے روایت کی ہے کہ ''لولویہ'' قبیلہ کے چند لوگ کوفہ آئے ان میں سے ایک کی بیوی بہت خوبصورت تھی، ایک کوفی شخص اس سے چمٹ گیا اور دعوی کیا کہ یہ میری بیوی ہے، عورت نے بھی کہہ دیا کہ میں اس کی بیوی ہوں، دوسری طرف لولوئی نے بھی دعوی کیا کہ یہ میری بیوی ہے؛ لیکن گواہ نہیں پیش کرسکا، امام صاحب کے سامنے مسئلہ پیش ہوا، امام صاحب قاضی ابن ابی لیلی اور دیگر علماء کو ساتھ لے کر وہاں گئے اور کچھ عورتوں کو حکم دیا کہ لولوئی کے خیمہ میں جائیں، جب عورتیں قریب گئیں تو لولوئی کے کتے نے حملہ کر دیا عورتیں واپس ہوگئیں، پھر امام صاحب نے اس عورت کو لولوئی کے خیمہ میں جانے کا حکم دیا، جب وہ عورت قریب گئی تو کتا اس کے چاروں طرف دم ہلا ہلا کر گھومنے لگا، امام صاحب نے فرمایا حق ظاہر ہوگیا، تب عورت نے بھی اعتراف کرلیا اور مرد کے سامنے جھک گئی۔(۲)

امام صاحب کی حاضر جوابی

ایک مرتبہ ابن ہبیرہ نے امام صاحب کو طلب کیا اور ایک انگوٹھی کا نگینہ دکھایا جس پر عطاء بن عبداللہ لکھا تھا اور کہا اس کو پہننا اچھا نہیں سمجھتا ہوں کیونکہ اس پر غیر اللہ کا نام لکھا ہوا ہے اور اس کو مٹانا ممکن نہیں، اب کیا کیا جائے؟ امام صاحب نے فوراً جواب دیا کہ باء کے سر کو گول کردو عطاء من عنداللہ ہو جائیگا ابن ہبیرہ کو امام صاحب کی اس برجستگی پر بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا کتنا اچھا ہوتا اگر آپ ہمارے پاس بکثرت آتے، امام صاحب نے فرمایا آپ کے پاس آ کر کیا کرونگا اگر آپ مجھے مقرب بنائیں گے تو فتنہ میں

(۱) المناقب کردری ۱/۲۸۱ بحوالہ امام اعظم، مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری ص:۶۹

(۲) تذکرۃ النعمان، ص:۲۵۵

مبتلا کریں گے، اور اگر دور کردیں گے تو رنجیدہ کردیں گے، آپ کے پاس وہ چیز نہیں، جس کی مجھے تمنا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہیں جس کا مجھے آپ کے حوالے سے خطرہ ہے۔(۱)

ذہانت کی حیرت انگیز مثال

امام صاحب ایک جگہ تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی کا آپ کے سامنے سے گزر ہوا، امام صاحب نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ یہ شخص مسافر اور اجنبی ہے، وہ شخص تھوڑی دور چلا تو امام صاحب نے فرمایا کہ اس کی آستین میں کوئی میٹھی چیز ہے، وہ تھوڑی دور اور آگے گیا تو امام صاحب نے فرمایا یہ شخص بچوں کو پڑھاتا ہے، امام صاحب کے شاگردان کے پیچھے ہو لئے تو پتہ چلا کہ واقعی وہ مسافر ہے اور اس کی آستین میں کشمش ہے اور بچوں کو پڑھاتا ہے، شاگردوں نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ نے کیسے جان لیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ یہ شخص دائیں بائیں دیکھ رہا ہے، جس طرح مسافر دیکھتا ہے اور میں نے دیکھا کہ مکھیاں اس کی آستین میں آرہی ہیں تو میں نے سمجھ لیا کہ اس کی آستین میں کوئی میٹھی چیز ہے اور میں نے دیکھا کہ وہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھ رہا ہے تو میں سمجھ گیا کہ یہ بچوں کا استاذ اور معلم ہے۔(۲)

ایک رومی سے مناظرہ

بغداد میں ایک رومی آیا اور اس نے خلیفہ سے آکر عرض کیا میرے یہ تین سوال ہیں اگر آپ کی سلطنت میں کوئی موجود ہو تو بتلائیے! خلیفہ نے اعلان کردیا سب علماء جمع ہوئے، امام صاحب بھی تشریف لائے، رومی ممبر پر چڑھا اور اس نے سوال کیا (۱) بتاؤ خدا سے پہلے کون تھا؟ (۲) بتاؤ خدا کا رخ کدھر ہے؟ (۳) بتاؤ اس وقت خدا کیا کر رہا ہے؟

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۱۴۷

(۲) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۱۶۳، دارالکتب العربی بیروت ۱۹۸۱ء

یہ سن کر سب خاموش ہو گئے، کسی کو جواب نہ آ رہا تھا، امام صاحب آگے بڑھے اور کہا میں جواب دوں گا، لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ممبر سے نیچے اتر آئیں، رومی ممبر سے نیچے آ گیا، امام صاحب ممبر پر جا بیٹھے اور سوال دہرانے کو کہا، رومی نے سوالات کا اعادہ کیا تو امام صاحب نے فرمایا: گنتی شمار کرو رومی نے گننا شروع کیا، امام صاحب نے روکا اور فرمایا ایک سے پہلے گنو! رومی نے کہا ایک سے پہلے گنتی نہیں ہے تو امام صاحب نے فرمایا خدا سے پہلے بھی کوئی نہیں ہے۔ دوسرے سوال کے جواب میں امام صاحب نے ایک شمع روشن کی اور فرمایا اس کا رخ کدھر کو ہے؟ رومی نے کہا سب طرف ہے، امام صاحب نے فرمایا خدا سب طرف ہے۔ تیسرے سوال کے جواب میں امام صاحب نے فرمایا خدا نے تجھے نیچے اتار دیا اور مجھے اوپر چڑھا دیا، خدا اس وقت یہی کر رہا ہے، رومی یہ سن کر شرمندہ ہوا اور واپس چلا گیا۔ (۱)

ابن ابی لیلیٰ کا اعتراف

ایک شخص نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ میں اپنی دیوار میں جنگلہ کھولنا چاہتا ہوں، امام صاحب نے فرمایا کھول سکتے ہو، لیکن پڑوسی کے گھر میں تانک جھانک مت کرنا، جب وہ کھڑکی کھولنے لگا تو اس کا پڑوسی ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی، انہوں نے کھڑکی کھولنے سے منع کر دیا، اب وہ شخص بھاگا ہوا امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، امام صاحب نے فرمایا اچھا جاؤ اب دروازہ کھول لو، وہ دروازہ کھولنے لگا تو اس کا پڑوسی اس کو لے کر ابن ابی لیلیٰ کے پاس آیا، ابن ابی لیلیٰ نے منع کر دیا، وہ پھر امام ابوحنیفہ کی خدمت میں آیا اور صورت حال بتائی، امام صاحب نے پوچھا تمہارے پوری دیوار کی قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا تین اشرفیاں، امام صاحب نے فرمایا یہ تین اشرفیاں میرے ذمہ ہیں جاؤ اور ساری دیوار گرا دو، وہ آیا اور دیوار گرانے لگا، پڑوسی نے منع

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ، مفتی عزیز الرحمٰن ص: ۱۰۲

کیا اوراس کو لے کرابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا، ابن ابی لیلیٰ نے کہا وہ اپنی دیوار گراتا ہےاورتم چاہتے ہومیں اسے منع کردوں، چنانچہ اس آدمی سے فرمایا جا گرادےاور جو تیراجی چاہے کر، پڑوسی نے کہا آپ نے مجھے کیوں پریشان کیااورایک جنگلا کھولنے سے منع کردیا، کھڑکی کا کھولنا میرے لئے آسان تھا، اب یہ پوری دیوار گرائے گا میری تو اور مصیبت آجائیگی، ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا یہ آدمی ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو میری غلطی بتاتا ہےاب جب میری غلطی واضح ہوگئی تو میں کیا کروں۔(۱)

امام صاحب کی ذہانت وذکاوت کے حیرت انگیز واقعات کے یہ چندنمونے ہیں، اس طرح کے واقعات کو اگر جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، امام صاحب کے اکثر سوانح نگاروں نے امام صاحب کی فراست کےان واقعات کواہمیت کے ساتھ اپنی کتابوں میں درج کیا ہے،عقود الجمان، اخبار ابی حنیفہ، تاریخ بغداد، مناقب ابی حنیفہ میں کثرت سے ایسے واقعات منقول ہیں، اہل شوق حضرات ان کتابوں کا مطالعہ کرسکتے ہیں، مولانا عبدالقیوم حقانی نے اردو میں ان واقعات کو''امام ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات'' کے نام سے جمع کردیا، ذہن ودماغ کی تفریح اور عقل کی منجمد تہوں کوکھولنے اوران سے لطف اندوز ہونے کے لئے یہ واقعات بہت مفیداوردلچسپ ہیں۔

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص:۱۸

دوسرا باب

علمی خدمات

پہلی فصل

امام اعظم ابوحنیفہ بحیثیت محدث

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کی کامیابی وکامرانی کے لئے دو مضبوط آئیڈیل دیے ہیں، کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ، حضور پر نور ﷺ کا ارشاد ہے: ''ترکت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه''.(۱)

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے، کتاب اللہ اور میری سنت، یہ دونوں شریعت غرہ کی وہ اساس ہیں جن پر شریعت کی پوری عمارت قائم ہے اور فقہ انہی دونوں سے ماخوذ قانونِ اسلامی کا ذخیرہ ہے۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اگر فقہ حنفی کا غائرانہ اور حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے، تعصب کی غلاظت دور کر کے انصاف کی آنکھ سے دیکھا جائے اور مسائل احناف کو قرآن وحدیث کے ترازو پر تولا جائے تو ہر منصف محقق یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ فقہ حنفی قرآن وسنت سے کشید کیا ہوا ''مجموعہ قوانین'' کا نام ہے، قرآن وسنت یہ دو قیمتی موتی ہیں جسے امام ابوحنیفہ نے فقہ کی لڑی میں پرو دیا ہے، اسی وجہ سے امام صاحب کا تفقہ سبھی کو تسلیم ہے، فقہ میں امام صاحب کی مرجعیت کا اعتراف حضرت امام شافعی نے بھی کیا ہے الناس عيال في الفقه لأبي حنيفة (۲) لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے خوشہ چیں ہیں، یحیٰ بن

---

(۱) موطا مالک، عن النھی عن القول بالقدر، حدیث نمبر: ۳۳۳۸

(۲) خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی، تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء

سعید قطان جیسے عظیم محدث کہتے ہیں: "لا نکذب واللہ ما سمعنا أحسن رأیا من رأي أبي حنیفة وقد أخذنا بأکثر أقواله (۱) خدا کی قسم میں نے ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر رائے نہیں سنی میں نے ان کے بہت سے اقوال کو لیا ہے، حضرت وکیع جیسے امامِ وقت بھی امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے؛ لیکن ہر دور میں کچھ ناعاقبت اندیش افراد نے فقہ حنفی کو ہدف ملامت بنایا ہے اور ہر دور کے محقق اور منصف مزاج علماء نے اس کا منصفانہ اور محققانہ جواب دیا ہے، آج ایک مخصوص مکتب فکر کی جانب سے امام ابوحنیفہ کی بے داغ شخصیت کو داغ دار کرنے اور ان کے فقہی استنباطات کو قرآن وحدیث کے مخالف قرار دینے اور فقہ حنفی سے لوگوں کے اعتماد کو متزلزل کرنے کی ناروا کوشش کی جارہی ہے اور نہ صرف کوشش کی جارہی ہے بلکہ ایک ناپاک سازش کے تحت فقہ حنفی سے لوگوں کو بے زار کر کے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان وعمل پر حملے کئے جارہے ہیں، صاف شفاف خالی الذہن عوام کو باور کرایا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ علم حدیث میں طفل مکتب بھی نہ تھے، علم حدیث میں ان کا مبلغ علم کل سترہ حدیثیں تھیں، انہوں نے تمام مسائل قیاس کی مدد سے اختراع کئے ہیں، اور قیاس ہی ان کے مستنبط مسائل کی اصل مأخذ ہے (نعوذ باللہ) امام ابوحنیفہ قرآن وحدیث پر قیاس کو ترجیح دیتے تھے وغیرہ ذلک۔

پیش نظر مقالے میں واضح کیا گیا ہے کہ علم حدیث میں حضرت الامام کا مرتبہ کیا ہے، امام صاحب کے متعلق محدثین کی کیا رائے ہے اور فقہ حنفی میں احادیث کی حیثیت کیا ہے؟

امام صاحب اور طلب حدیث

امام صاحب کو ابتداء سے ہی حدیث کی حد درجہ طلب تھی، چنانچہ انہوں نے کوفہ کے تمام محدثین کی احادیث کو جمع کرلیا تھا، اسی طرح بصرہ اور حرمین شریفین کے متعدد اسفار

---

(۱) تاریخ بغداد ۳۴۵/۱۳

کے ذریعہ حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ آپ نے محفوظ کرلیا تھا، حتی کہ جب آپ کوفہ میں حضرت حماد کے جانشین مقرر ہوئے اور کوفہ کی درس گاہ کو رونق بخشی اس زمانہ میں اگر کوئی محدث کوفہ آتا تو امام صاحب اپنے شاگردوں کو ان کے پاس بھیجتے کہ دیکھو ان کے پاس کوئی ایسی حدیث تو نہیں ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے اور جب جب کوفہ میں کسی محدث کی تشریف آوری ہوتی تو امام صاحب اس طرح شاگردوں کو بھیجتے تھے۔(۱)

امام صاحب کے اساتذہ وتلامذہ

کسی بھی محدث کا اصل مقام ومرتبہ ان کے اساتذہ وتلامذہ کی تعداد اوران کی علمی وعدالتی حیثیت سے معلوم ہوتا ہے، امام صاحب کے اساتذہ جن سے امام صاحب نے علم حدیث حاصل کیا ہے اکثر تابعین ہیں، حافظ ابن حجر مکی ''الخیرات الحسان'' میں لکھتے ہیں:

> امام صاحب نے چار ہزار ائمہ تابعین سے استفادہ کیا ہے اسی لئے حافظ ذہبی نے آپ کا شمار حفاظ حدیث میں کیا ہے پس جو شخص امام صاحب کی طرف قلت روایت کو منسوب کرتا ہے یہ یا تو تساہل ہے یا حسد اس لئے کہ لاتعداد مسائل کا استنباط بغیر معرفت حدیث کے کیسے ہوسکتا ہے، جب کہ امام صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے دلائل کی روشنی میں مخصوص طریقہ پر مسائل کو مستنبط کیا ہے۔(۲)

عبداللہ بن داؤد کہتے ہیں میں نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے بڑوں میں سے کن کن کا فیض اٹھایا ہے تو آپ نے کہا:

> قاسم، سالم، طاؤس، عکرمہ، مکحول، شعبی، عبداللہ بن دینار، حسن بصری،

---

(۱) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۶۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۹ء

(۲) ابن حجر المکی، شیخ شہاب الدین احمد بن حجر۔ الخیرات الحسان ص: ۶۸، مطبع السعادہ بجوار محافظ مصر

عمرو بن دینار، ابوزبیر، عطاء، قتادہ، ابراہیم، نافع اوران جیسے بزرگوں سے۔(۱)

غور کرنے کی بات ہے کہ امام صاحب نے جن اساتذہ کا شمار کرایا ہے ان میں اکثر علم حدیث کے بلند مقام پر فائز ہیں اور بعض تو امیر المومنین فی الحدیث کی حیثیت سے معروف ومشہور ہیں۔

علم حدیث میں حضرت امام کی بالا دستی، تبحر معلومات اوراس میدان میں آپ کی رفعت شان کا نتیجہ تھا کہ وقت کے بڑے بڑے محدثین نے آپ کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا ہے، ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

> ائمہ محدثین اور علماء راسخین میں سے جلیل القدر ائمہ نے جن کی عظمت شان پر اتفاق ہے آپ کی شاگردی اختیار کی، جیسے عبداللہ بن مبارک، امام لیث بن سعد وغیرہ اور آخر میں لکھتے ہیں ناهيك بهؤلاء الأئمة آپ کی عظمت قدر کو سمجھنے کے لئے یہ ائمہ کافی ہیں۔(۲)

امام بخاری تاریخ کبیر میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب سے عباد بن عوام، ابن المبارک، ھشیم، وکیع، مسلم بن خالد، ابومعاویہ اور مقری وغیرہ روایت کرتے ہیں (۳) بہر حال امام صاحب کے شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے، ابن حجر عسقلانی نے ''تہذیب التہذیب'' میں آپ کے شاگردوں کا تذکرہ کیا ہے، جو سب کے سب حفاظ حدیث ہیں۔(۴)

---

(۱) مقدمہ اعلاء السنن، ابوحنیفہ واصحابہ المحدثون ۲۶/۲۱، مکتبہ اشرفیہ دیوبند

(۲) الخیرات الحسان ص:۱۸

(۳) بخاری، محمد بن اسماعیل، التاریخ الکبیر ۲۲۵۳، باب نافع بن عتبۃ ۸/۸۱، ڈیجیٹل لائبریری

(۴) تہذیب التہذیب، باب من اسمہ نعمان ۸۱۷-۱۰/۴۴۹، ڈیجیٹل لائبریری

امام ابوحنیفہ امام الجرح والتعدیل

امام صاحب نہ صرف حافظ حدیث تھے؛ بلکہ آپ علم حدیث کے بلند مقام پر فائز تھے، محدثین آپ کی جرح وتعدیل پر اعتماد کرتے تھے اور آپ کے معاصرین آپ کی جرح وتعدیل کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، مشہور اور مستند مؤرخ علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ کے مقدمہ میں آپ کو فن حدیث کا امام اور جرح وتعدیل کا ماہر ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علم حدیث میں آپ کے کبار محدثین میں ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ کا مذہب ان کے درمیان معتمد سمجھا جاتا تھا، نیز روایتوں کے قبول کرنے نہ کرنے کے سلسلے میں آپ کی رائے معتبر اور مستند خیال کی جاتی تھی'' (۱)

ابن خلدون کے اس دعوے کی تاریخی شہادت رئیس المحدثین شیخ الاسلام سفیان بن عیینہ کا قول ہے:

أول من صيرني محدثا أبو حنيفة مجھے سب سے پہلے محدث بنانے والے ابوحنیفہ ہیں، انہوں نے لوگوں سے کہا یہ شخص عمرو بن دینار کی حدیث کے سب سے زیادہ جاننے والا ہے تو لوگ میرے پاس جمع ہو گئے تو میں نے لوگوں سے حدیثیں بیان کی۔ (۲)

سفیان بن عیینہ کی اس شہادت سے علم حدیث میں امام صاحب کی جلالت شان اور تعدیل رجال میں آپ کے قول پر لوگوں کے اعتماد کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ امام صاحب

---

(۱) ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد بن محمد، تاریخ ابن خلدون ۱/۵۶۲، الفصل السادس فی علوم الحدیث، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۸ء (۲) الخیرات الحسان ص:۲۸

کے ایک اشارہ پر طالبین حدیث سفیان بن عیینہ کے پاس جمع ہو گئے، پس امام صاحب نہ صرف محدث تھے؛ بلکہ محدث بنانے والے تھے۔

امام الجرح والتعدیل علامہ شمس الدین م ۷۴۸ھ اپنی کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں لکھتے ہیں:

هذه تذكرة معدلي حملة العلم النبوي ومن يرجع إلى اجتهادهم في التوثيق والتضعيف والتصحيح والتزييف.

اس میں ان حضرات کا تذکرہ ہے جو حاملین علم نبوی کی تعدیل وتوثیق کرنے والے ہیں اور جن کے اجتہاد کی روشنی میں کسی راوی کی توثیق وتضعیف اور حدیث کی صحت وسقم کا علم ہوتا ہے۔(۱)

اس کتاب میں حافظ ذہبی نے طبقہ خامسہ کے حفاظ حدیث میں امام صاحب کا ذکر کیا ہے، حافظ ذہبی جن کے متعلق حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ نقد رجال میں وہ استقراء تام کے مالک ہیں، علامہ ذہبی کے اس طرز عمل اور اسلوب بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ فن جرح وتعدیل میں عظمت شان کے مالک ہیں اور امام اعظم کے اقوال اس باب میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں، امام ترمذی نے اپنی کتاب ''العلل'' میں جرح وتعدیل کے امام کی حیثیت سے امام اعظم کی ابویحی الحمانی سے روایت کرتے ہیں حدثنا محمود بن غيلان حدثنا أبو يحى الحماني قال سمعت أبا حنيفة يقول ما رأيت أحدا أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح میں نے ابوحنیفہ کو کہتے ہوا سنا ہے کہ جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۱

زیادہ فضیلت والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔(۱)

الجواہر المضیئہ میں ہے کہ ابو سعد صنعانی نے امام صاحب سے پوچھا کہ سفیان ثوری سے اخذِ روایت کے سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا ان سے روایتیں لکھو، سوائے ابو اسحاق کی حدیث کے جو وہ حارث سے روایت کرتے ہیں، زید بن عیاش کے بارے میں امام صاحب نے فرمایا کہ وہ ضعیف راوی ہے، حماد بن زید کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار کی کنیت ہمیں امام صاحب کے واسطے سے معلوم ہوئی، ہم لوگ مسجد حرام میں تھے اور عمرو بن دینار امام صاحب کے ساتھ تھے، ہم نے امام صاحب سے درخواست کی کہ عمرو بن دینار سے حدیث بیان کرنے کو کہئے تو ابو حنیفہ نے کہا اے ابو محمد! ان سے حدیث بیان کرو۔(۲) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں زید بن عیاش کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا قول نقل کیا ہے وقال أبو حنيفة مجهول.(۳)

امام صاحب کا استدلال بالحدیث

علم حدیث میں امام صاحب کی تبحر معلومات کا اندازہ ان کے استدلال بالحدیث سے بھی لگایا جا سکتا ہے، امام صاحب مسائل کے مستنبط کرنے میں سب سے زیادہ آحادیث پر عمل کرنے والے تھے، نضر بن محمد مروزی کہتے ہیں:

لم أر رجلا الزم للأثر من أبي حنيفة میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ حدیث کا پابند کسی شخص کو نہیں دیکھا۔(۴)

اس کی تائید نہ صرف ان مسائل سے ہوتی ہے جس کو امام صاحب نے مستنبط کیا

---

(۱) العلل الصغیر للترمذی، باب جواز الحکم علی الرجال والاسانید ۱/۳۹۷، ڈیجیٹل لائبریری

(۲) الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ ۱/۳۱

(۳) تہذیب التہذیب من اسمہ زید ۴۷۷-۴/۴۲۴

(۴) الجواہر المضیئۃ للقرشی ۲/۲۰۱، میر محمد کتب خانہ کراچی

ہے؛ بلکہ واقعات بھی اس پر شاہد عدل ہیں، امام اعمش کے سامنے امام صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا تو امام صاحب نے جواب دیا، امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے دیا، امام صاحب نے اعمش کی ہی روایت کردہ کئی حدیث کو مع سند کے بیان کیا اس پر اعمش نے کہا ''اے ابوحنیفہ بس کرو جن حدیثوں کو میں نے سودن میں بیان کیا ہے تم نے تھوڑی دیر میں بیان کردیا اے فقہاء کی جماعت! ''تم طبیب ہو اور ہم دوافروش'' (۱)

علامہ صیمری نے ''اخبار ابی حنیفہ واصحابہ'' میں لکھا ہے ''محمد بن واسع خراسان آئے تو لوگوں نے ان سے فقہ کے مسائل دریافت کیئے تو انہوں نے کہا کہ فقہ تو کوفہ کے جوان ابوحنیفہ کا فن ہے، لوگوں نے کہا وہ حدیث نہیں جانتے اس پر عبداللہ بن مبارک نے کہا تم لوگ یہ کیوں کر کہتے ہو کہ ابوحنیفہ حدیث سے ناواقف ہیں، امام صاحب سے پوچھا گیا کہ رطب کی بیع تمر سے کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں تو امام صاحب نے فرمایا جائز ہے لوگوں نے کہا حضرت سعد کی حدیث ہے (جس سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے) تو امام صاحب نے فرمایا وہ روایت شاذ ہے، زید بن عیاش کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ جو شخص حدیث پر اس طرح کی گفتگو کرتا ہو وہ کیسے حدیث سے ناواقف ہوگا''؟ (۲)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نہ صرف یہ کہ حدیث پر عمل کرتے تھے؛ بلکہ حدیث کی علتوں اور معروف ومنکر وغیرہ سے خوب واقف تھے، اس کی تائید امام ابویوسفؒ کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے، فرماتے ہیں جب امام صاحب کسی مسئلہ پر پختہ رائے قائم کرلیتے تو میں کوفہ میں چکر لگاتا تاکہ اس مسئلہ کی تائید میں کوئی روایت حاصل کرسکوں، بعض مرتبہ میں دوتین حدیثیں امام صاحب کی خدمت میں پیش کرتا تو امام صاحب کہتے هذا غير صحيح أو غير معروف تو میں کہتا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا حالانکہ یہ حدیث آپ

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری ص:۱۳، الخیرات الحسان ص:۶۹

(۲) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص:۲۱

کے موافق ہے تو امام صاحب کہتے أنا عالم بعلم أهل الكوفة میں کوفہ والوں کے علم کو زیادہ جانتا ہوں۔(۱)

کوفہ علم حدیث کا بڑا مرکز تھا، وہاں ابن عیینہ، سفیان ثوری، حفص بن غیاث، اعمش، وکیع، ابن المبارک، جیسے جبال العلم محدثین تھے، اور امام صاحب تمام محدثین کی تمام احادیث کے حافظ تھے، امام صاحب کوئی بھی مسئلہ عام طور پر احادیث کی روشنی میں ہی بیان کرتے تھے، اسی لئے امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں:

لا تقولوا رأي أبي حنيفة بل قولوا إنه تفسير الحديث یہ مت کہو کہ ابوحنیفہ کی رائے ہے؛ بلکہ کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے۔(۲)

امام صاحب کے عمل بالحدیث کے التزام اور استدلال بالحدیث کے اہتمام کا اندازہ ان کتابوں سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس میں امام صاحب کے اقوال مروی ہیں، مثلا امام محمد کی کتب ستہ یعنی ظاہر الروایت اسی طرح کتب نوادر، امام ابو یوسف کے امالی وغیرہ، ان کتابوں کا اگر منصفانہ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اکثر مسائل اشارۃ یا صراحتا احادیث کے موافق ہیں، بلکہ بیشتر مسائل تو حدیث کے الفاظ ہیں جس پر امام صاحب نے شدت احتیاط کی بنا پر قال الرسول نہیں کہا ہے۔

امام صاحب کی وحدانیات

علم حدیث میں سند کا مقام سب سے بلند ہے، عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے الاسناد من الدين (۳) کہ اسناد بھی دین میں سے ہے، اگر اسناد کا یہ مبارک سلسلہ نہ ہوتا تو جو شخص چاہتا اور جو چاہتا کہہ دیتا، احادیث میں اسی اسنادی حیثیت کی وجہ سے علو اسناد کو

(۱) الخیرات الحسان ص:۶۹ (۲) مناقب للموفق ۱۱۶/۲

(۳) صحیح مسلم، باب فی ان الاسناد من الدین ۱۴/۱

بہت اہمیت دی گئی ہے اور جو سند حضور سے جس قدر قریب ہوتی ہے وہ اسی درجہ معتبر اور اہمیت کی حامل ہوتی ہے، اس مقدمہ کے پیش نظر امام صاحب کی احادیث کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس لئے کہ آپ کی احادیث میں وحدانیات اور ثنائیات ہیں جو کسی بھی محدث کے پاس نظر نہیں آتی ہیں، ''امام اعظم اور علم حدیث'' کے مصنف مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی لکھتے ہیں:

ائمہ اربعہ میں چونکہ تابعی ہونے کا شرف امام اعظم کو حاصل ہے اور یہ وہ فخر ہے کہ بقول حافظ ابن حجر عسقلانی امام صاحب کے معاصرین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہے، نہ امام اوزاعی کو شام میں، نہ حماد بن زید اور حماد بن سلمہ کو بصرہ میں نہ سفیان ثوری کو کوفہ میں نہ امام مسلم بن خالد کو مکہ میں اور نہ لیث بن سعد کو مصر میں اور اس کے نتیجے میں امام اعظم ابوحنیفہ ائمہ اربعہ میں اس شرفِ خاص میں بھی امتیازی مقام رکھتے ہیں کہ ان کو بارگاہ رسالت سے براہ راست صرف بیک واسطہ تلمذ حاصل ہے، امام صاحب کی ان روایات کو جو آپ نے صحابہ سے سنی ہے احادیات یا وحدان کہتے ہیں، چنانچہ علامہ سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں والثنائيات في الموطا للإمام مالك والواحدان في حديث الإمام أبي حنيفة، امام اعظم کے یہ وحدان مندرجہ ذیل صحابہ سے آتے ہیں، حضرت انس بن مالک حضرت عبداللہ بن حارث بن جز، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت واثلہ بن الاسقع، حضرت عبد اللہ بن انس، حضرت عائشہ بنت عجرہ، ان روایات کی تعداد چھ ہیں۔(۱)

(۱) مولانا محمد علی صدیقی، امام اعظم اور علم حدیث ص: ۳۸۰، مکتبۃ الحسن، لاہور، ۲۰۰۵ء

امام اعظم کی ثنائیات

امام صاحب اگرچہ خود تابعی ہیں؛ لیکن ان کو جلیل القدر تابعین اور محدثین سے شرف تلمذ حاصل ہے، امام شعبی اور عطاء بن ابی رباح آپ کے خاص شیوخِ حدیث ہیں، اس لئے احادیات کے بعد امام اعظم کی مرویات میں ثنائیات کا درجہ ہے، یعنی وہ حدیثیں جو آپ نے تابعین سے سنی ہیں اور تابعین نے صحابہ کرام سے، امام مالک چونکہ تابعی نہیں ہیں، اس لئے ان کی سند میں سب سے عالی مرویات ثنائیات ہی ہیں، جب کہ امام صاحب کی مرویات میں ثنائیات کا درجہ دوسرے نمبر پر ہے، امام محمد کی کتاب الآثار میں ثنائی روایات حسب ذیل اسانید سے آتی ہیں:

(۱) ابو حنیفه عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی ﷺ (۲) ابو حنیفه عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ (۳) ابو حنیفه عن عبد الله بن ابی حیه قال سمعت ابا الدرداء قال قال رسو ل الله ﷺ (٤) ابو حنیفه عن عبد الرحمن عن ابی سعد عن النبی ﷺ (٥) ابو حنیفه عن عطیه عن ابی سعید عن النبی ﷺ (٦) ابو حنیفه عن شداد عن ابی سعید عن النبی ﷺ (٧) ابو حنیفه عن عطاء عن ابی سعید عن النبی ﷺ (٨) ابو حنیفه عن عاصم عن رجل من ا صحابه عن النبی ﷺ (٩) ابو حنیفه عن عون عن رجل من اصحابه ﷺ (١٠) ابو حنیفه عن محمد بن عبد الرحمن عن ابی امامة عن ا لنبی ﷺ (١١) ابو حنیفه عن مسلم الاعور عن انس بن مالك عن النبی ﷺ (١٢) ابو حنیفه عن محمد بن قیس ابی عامر انه کان یهدی النبی ﷺ۔

امام اعظم کی ثلاثیات

امام شافعی اور امام احمد کی کسی تابعی سے ملاقات نہیں ہوسکی، اس لئے ان کی مرویات

میں سب سے اونچا مقام ثلاثیات کا ہے، صحاح ستہ کے مولفین میں امام بخاری، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی نے بعض اتباع تابعین کو دیکھا ہے اوران سے حدیثیں روایت کی ہیں، اس لئے اسناد عالی کے بازار میں یہ اکابر بھی امام شافعی اور امام احمد کے ہم پلہ ہیں، ان حضرات کی عالی سند ثلاثیات ہے جب کہ امام صاحب کی ثلاثیات تیسرے نمبر پر ہے، اور اس قسم کی روایات کا امام صاحب کے یہاں بہت بڑا ذخیرہ ہے، امام صاحب کی وحدانیات ثنائیات اور ثلاثیات سے علم حدیث میں امام صاحب کے عالی مقام کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

امام صاحب کی مرویات اوران کے مجموعے

امام صاحب کے پاس احادیث کا بیش بہا ذخیرہ؛ بلکہ گنجہائے گراں مایہ تھا، ابن القیم کے حوالے سے گزر چکا کہ آپ کوفہ کے تمام احادیث کے حافظ تھے، امام صاحب خود فرماتے ہیں:

عندي صناديق الحديث ما أخرجت إلا اليسير الذي ينتفع به میرے پاس احادیث سے بھرے ہوئے صندوق ہیں میں نے اس میں سے استفادہ کے لئے تھوڑے نکالے ہیں۔(۱)

یحیٰ بن نصر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام صاحب کے پاس حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کا کمرہ کتابوں سے بھرا ہوا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ احادیث کی کتابیں ہیں، امام صاحب پر جو قلت روایت کا اعتراض کیا جاتا ہے وہ بے جا اور غلط ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام صاحب کی حدیث میں کوئی تصنیف نہیں ہے، یہ بھی ایک قسم کا دھوکہ ہے، امام صاحب نے فقہ کے ابواب پر مشتمل صحیح احادیث کا ایک مجموعہ مرتب فرما کر اسے درس کی صورت میں اپنے تلامذہ کے سامنے پیش فرمایا، لائق وفائق شاگردوں نے امام صاحب کے درس کو کتابی شکل میں جمع فرمادیا جیسا کہ متقدمین کے زمانے میں اس

---

(۱) مناقب للموفق

کا معمول تھا، آپ کے ان درسی افادات کا نام ’’کتاب الآثار‘‘ ہے جو دوسری صدی کے ربع ثانی کی تصنیف ہے، محمد بن سماعہ کہتے ہیں کہ امام صاحب نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث ذکر کی ہیں اور کتاب الآثار کو چالیس ہزار سے منتخب کیا ہے(۱) کتاب الآثار کے مختلف نسخے امام صاحب کے مختلف شاگردوں کی طرف منسوب ہیں، جس میں زیادہ تر مشہور دو ہیں ایک امام ابویوسفؒ کا جو مولانا ابوالوفاء افغانی کی نفیس تعلیق وتحشیہ کے ساتھ ’’لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد‘‘ کے زیر اہتمام حیدرآباد سے شائع ہو چکا ہے، اس نسخے کی کل مرویات ایک ہزار ستر ہیں، دوسرا نسخہ امام محمد کا ہے یہ بھی مولانا ابوالوفاء افغانی کی سرکردگی میں ان کی قابل قدر تعلیقات کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہوکر منصۂ مشہود پر آچکا ہے اس نسخے کی مرویات میں صرف مرفوع روایت کی تعداد ایک سو بیس ہے جب کہ زیادہ تر آثار صحابہ وتابعین ہیں۔(۲)

کتاب الآثار کی اہمیت

مشہور محقق شیخ ابوزہرہ مصری نے کتاب الآثار کے متعلق لکھا ہے کہ یہ کتاب علمی طور پر تین وجہ سے قیمتی ہے ، اول یہ کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مرویات کا ذخیرہ ہے، اس کے ذریعہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف نے استخراج مسائل میں احادیث کو کیسے دلائل کے طور پر استعمال کیا ہے، دوم یہ کہ کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف کے یہاں مواقع استدلال میں فتاویٰ صحابہ اور احادیث مرسلہ کا کیا مقام تھا، سوم یہ کہ اس کے ذریعہ تابعین فقہائے کوفہ کے خصوصا اور فقہائے عراق کے عموما فتاویٰ تک رسائی ہوجاتی ہے۔ (۳)

کتاب الآثار للامام محمد کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کا بیان ہے: والموجود من حديث أبي حنيفة مفرداً إنما هوكتاب الآثار التي رواها محمد بن

---

(۱) مناقب للموفق ۱/۹۵ (۲) مسند الامام ص:۸۶ بحوالہ حدیث وفہم حدیث ص:۴۸۳

(۳) حیات امام ابوحنیفہ ص:۲۸۲، ترجمہ غلام احمد حریری، مسلم اکیڈمی، سہارنپور

الحسن عنه اس وقت امام ابوحنیفہ کی احادیث میں سے کتاب الآثار موجود ہے جسے محمد بن حسن نے روایت کیا ہے(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب الآثار کے رواۃ کے حالات پر دو کتابیں لکھی ہیں ایک کتاب مستقلا کتاب الآثار کے رجال کے متعلق ہے جس کا نام ''الایثار بمعرفة رواة الآثار "ہے، دوسری کتاب "تعجيل المنفعة بزوائد رجال الاربعة" ہے۔

جامع المسانید

اس کے علاوہ امام صاحب کے شاگردوں نے امام صاحب کی روایت کو اپنے اپنے مزاج و مذاق کے اعتبار سے مسند کی شکل میں جمع کیا ہے اور علامہ خوارزمی (م ۵٦٦ھ) نے اکثر مسانید کو ''جامع المسانید'' کے نام سے یکجا کردیا ہے، وہ اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں میں نے شام میں بعض جاہلوں سے امام ابوحنیفہ کی حدیثوں کے مقدار کے بارے میں ایسی باتیں سنی جس سے امام صاحب کی تنقیص ہوتی تھی وہ امام صاحب کی طرف قلت حدیث کو منسوب کرتے تھے اور اس قلت حدیث کی دلیل میں مسند شافعی اور موطا مالک کو پیش کرتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی مسند نہیں ہے، وہ تو صرف چند حدیثیں ہی روایت کرتے تھے، اس پر دینی غیرت وحمیت دامن گیر ہوئی تو میں نے فیصلہ کرلیا کہ بڑے بڑے علمائے حدیث نے ابوحنیفہ کی لکھائی ہوئی حدیثیں جو پندرہ مسندوں میں جمع ہیں ان کو یکجا کردوں۔

ان سب پر مستزاد یہ کہ بہت سے محدثین نے بھی امام صاحب کی روایت کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے، امام شافعیؒ نے ''کتاب الام'' میں امام صاحب کی سند سے ۱۸/ احادیث نقل کی ہے، مصنف ابن ابی شیبہ میں چالیس حدیثیں، مصنف عبدالرزاق میں پچپن حدیثیں، ابن حزم کی ''محلی'' میں گیارہ حدیثیں مذکور ہیں، اس کے علاوہ بیہقی، ابن خزیمہ،

(۱) ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد، تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ ۱/۲۳۹، دارالبشائر، بیروت، ۱۹۹٦ء

ابن حبان، نسائی، دارقطنی، سرخسی، خطیب بغدادی اور حاکم وغیرہ نے امام صاحب کی سند سے روایت نقل کی ہے۔(۱) علامہ ظفر تھانوی لکھتے ہیں:

فلو جمعنا تلك الآحاديث كلها في مجلد واحد لكان كتابا ضخما .

اگر تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔(۲)

امام صاحب کی کتاب الآثار، جامع المسانید اور دیگر احادیث کی کتابوں اور اس کثرتِ روایت کے باوجود اگر کوئی کہے کہ امام صاحب کی حدیث میں کوئی کتاب نہیں، یا علم حدیث میں امام صاحب کا کوئی مقام ومرتبہ نہیں تو یہ تجاہل عارفانہ، یا حسد وعناد، حق سے چشم پوشی اور انصاف سے عداوت نہیں تو اور کیا ہے؟

امام ابوحنیفہ اور روایت حدیث

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ اگر امام ابوحنیفہ علم حدیث کے اس بلند مقام پر فائز تھے اور امام صاحب کے اساتذہ وتلامذہ کی فہرست بھی اس قدر وسیع ہے، علم حدیث میں امام صاحب کی کتابیں اور روایتیں موجود ہیں تو پھر احادیث کے حفظ اور نقل وروایت میں آپ کی وہ حیثیت نمایاں کیوں نہ ہوسکی جو دیگر محدثین کی ہوئی، اس کا جواب دیتے ہوئے شیخ محمد یوسف صالحی رقم طراز ہیں:

حضرت امام کو احادیث بہت زیادہ یاد ہونے کے باوجود روایتیں آپ کی سند سے بہت کم ہیں، جس کے دو بنیادی اسباب ہیں، اول یہ کہ آپ کا اہم ترین مشغلہ فقہ واجتہاد اور ادلہ شرعیہ سے احکام کا

(۱) محمد خواجہ شریف، امام الاعظم امام المحدثین، ص:۱۳۶، مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

(۲) مقدمہ اعلاء السنن ابوحنیفہ واصحابہ المحدثون ۲۱/۲۴

استنباط تھا نہ کہ نقلِ روایت جس طرح سے جلیل القدر کبار صحابہ
احادیث پر عمل اور ان سے احکام کے استنباط سے دلچسپی رکھتے تھے
اور انتہائی احتیاط کے باعث حدیثوں کی روایت سے گریز کرتے
تھے، چنانچہ ان کی مرویات بہ نسبت دوسرے صحابہ کے کم ہیں،
حالانکہ انہیں حدیثوں کا علم کم نہیں ہوتا تھا، دوم یہ کہ خود حضرت امام
کے یہاں حدیث بیان کرنے کے لئے شرائط سخت تھے منجملہ شرائط
میں سے ایک شرط یہ تھی کہ کسی شخص کو حدیث بیان کرنے کی اجازت
اسی وقت ہوگی جب کہ اس نے سننے کے وقت سے لے کر بیان
کرنے کے وقت جوں کا توں محفوظ رکھا ہو۔(۱)

شیخ صالحی کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو اسباب ہیں جن کی بنیاد پر امام صاحب کی روایتیں کم ہیں، لیکن اگر امام صاحب کی تصنیفات و مرویات کا جائزہ لیا جائے تو قطعا اس سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ امام صاحب کی روایتیں کم ہیں اس لئے کہ صرف خوارزمی کی ''جامع المسانید'' میں آپ کی سند سے مرفوع احادیث کی تعداد نو سو سولہ (۹۱۶) ہے اور اگر آثار صحابہ کو ملا لیا جائے تو یہ تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے، جب کہ امام مالک کے متعلق علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

امام مالک کے پاس صحیح احادیث کا جو کچھ سرمایہ ہے وہ سب موطا
میں موجود ہے اور موطا مالک کی کل حدیثیں تین سو (یا کچھ کم
وبیش) ہیں۔(۲)

---

(۱) یوسف صالحی دمشقی، عقود الجمان ص:۲۹۴ تحقیق و دراسہ عبد القادر افغانی، رسالۃ ماجستر، جامعہ ام القری، ۱۳۹۹ھ

(۲) مقدمہ ابن خلدون ۱/۵۵۶ الفصل السادس فی علوم الحدیث

امام صاحب کے نزدیک روایت حدیث کے شرائط

امام صاحب کا دیگر محدثین سے ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ کے یہاں روایت حدیث کے شرائط بہت سخت تھے، احتیاط کا جو پہلو امام صاحب نے اختیار کیا کسی بھی محدثین کے یہاں وہ احتیاط نظر نہیں آتا ہے، مشہور محدث وکیع بن جراح علم حدیث میں آپ کی احتیاط کے بارے میں گواہی دیتے ہیں میں نے حدیث میں جیسی احتیاط امام اعظم کے یہاں دیکھی ایسی احتیاط کسی دوسرے کے یہاں نہ پائی۔(۱) امام اعظم کی سخت شرائط کے حوالے سے علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

> یہ سخت مذہب ہے یعنی انتہائی درجہ کی احتیاط ہے، اس سلسلے میں دیگر محدثین اس اصول کو نہیں اپنا سکے، بہت ممکن ہے کہ بخاری و مسلم کے ان راویوں کی تعداد جو مذکورہ شرط پر پورے اترتے ہوں نصف تک بھی نہ پہونچتی ہو۔(۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے امام اعظم کی قبول روایت کے لئے شرائط امام بخاری و مسلم کی شرائط سے بھی زیادہ سخت ہیں، امام صاحب کی روایتِ حدیث کے سخت اور بلند معیار کے سلسلے میں علامہ شبلی کا اعتراف بھی ملاحظہ کرتے چلئے، فرماتے ہیں:

> امام ابوحنیفہ کو جس بات نے تمام ہم عصروں میں امتیاز دیا وہ احادیث کی تنقید اور بلحاظ ثبوت احکام، ان کے مراتب کی تفریق ہے، امام ابو حنیفہ کے بعد علم حدیث کو بہت ترقی ہوئی، غیر مرتب اور پریشان حدیثیں یکجا کی گئیں، صحاح کا التزام کیا گیا، اصول حدیث کا مستقل فن قائم ہوا جس کے متعلق سینکڑوں بیش بہا کتابیں تصنیف ہوئیں،

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۱۹۷ (۲) تدریب الراوی ۱۶۰

زمانہ اس قدر ترقی کر گیا ہے، باریک بینی اور دقت آفرینی کی کوئی حد نہیں، تجربہ اور دقت نظر نے سینکڑوں نئے نکتے ایجاد کئے؛ لیکن تنقید احادیث، اصولِ درایت، امتیاز مراتب میں امام ابوحنیفہ کی جو حد ہے آج بھی ترقی کا قدم اس سے آگے نہیں بڑھتا۔(۱)

علامہ شبلی کے بیان سے امام صاحب کے دقت نظر، اورفن حدیث میں خصوصی مقام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک روایت حدیث کے جو شرائط ہیں وہ سب سے سخت ہیں، یوسف بن صالح دمشقی اور ابن خلدون نے امام صاحب کی قلت روایت کی وجہ ان کی سخت شرائط کو قرار دیا ہے والامام أبو حنيفة إنما قلت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل.(۲) ذیل میں چند شرائط کو مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) امام صاحب کے نزدیک روایت حدیث کے لئے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ سماع کے وقت سے بیان کے وقت تک وہ حدیث بعینہ یاد ہو، اگر اس حدیث کو سننے کے دن سے بیان کرنے کے دن تک صحیح یاد نہ رکھتا ہو تو وہ روایت بیان کرنا جائز نہیں ہے۔(۳)

(۲) جمہور محدثین کے یہاں روایت بالمعنی جائز ہے، لیکن امام صاحب کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہیں ہے، ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ امام صاحب روایت بالمعنی کو جائز نہیں کہتے تھے، چاہے وہ مترادف الفاظ ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) امام عبدالوہاب شعرانی نے آپ کی ایک شرط یہ تحریر کی ہے کہ جو حدیث سرکار دو عالم سے منقول ہو اگر اس کا تعلق اسلام کی عام عملی زندگی سے ہو تو اس میں امام ابو حنیفہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس پر عمل سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ راویِ حدیث سے صحابی تک

(۱) شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان ص:۱۱۲، دارالکتاب دیوبند

(۲) مقدمہ ابن خلدون ۵۶۲/۱، الفصل السادس فی علوم الحدیث (۳) الخیرات الحسان ص:۲۲۰

متقی و عادل لوگوں کی ایک خاص جماعت نقل کرتی ہو(۱) اس حوالے سے دیکھا جائے تو امام اعظم نے وہی روایات لی ہیں جن پر عمل کرتے ہوئے تابعین اور کبار تابعین کو آپ نے خود ملاحظہ فرمایا، علامہ ذہبی تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ احادیث کی وہ روایت لیتے ہیں جو آپ کے نزدیک صحیح ہوتی تھیں اور جنہیں ثقہ راویوں کی جماعت روایت کرتی ہو۔(۲)

امام صاحب مجتہد مطلق تھے

امام صاحب کی محدثیت پر ایک مضبوط دلیل یہ ہے کہ امام صاحب بالاتفاق مجتہد مطلق ہیں اور مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ دیگر علوم کے ساتھ علم حدیث میں مہارت اور ناسخ و منسوخ کی کامل معرفت ہو؛ بلکہ امام احمد بن حنبل نے مجتہد کے لئے پانچ لاکھ احادیث کے حفظ کو بھی شرط قرار دیا ہے اور جب امت نے امام صاحب کے اجتہاد کو بلا اختلاف قبول کیا ہے تو گویا التزاماً امام صاحب کے علم حدیث میں امتیازی شان کو بھی تسلیم کیا ہے، اس لئے اس کے بعد امام صاحب کی محدثیت پر کسی دلیل کی چنداں ضرورت نہیں۔

علم حدیث میں امام صاحب سب سے ممتاز ہیں

جس طرح فقہ میں امام صاحب کو امتیاز وتفوق اور اولیت و مرجعیت حاصل ہے اسی طرح علم حدیث میں بھی اولیت واسبقیت حاصل ہے،(۱) علم فقہ کی طرح علم حدیث کی روایت و درایت کے اصول سب سے پہلے آپ نے قائم کیا، (۲) محدثین میں سب سے زیادہ حدیثیں آپ کو یاد تھیں، (۳) اصول استنباط بھی سب سے پہلے آپ نے قائم کیا، (۴) احادیث کو فقہ کی ترتیب پر سب سے پہلے آپ نے جمع کیا، (۵) آپ کی سند سب سے عالی ہے، آپ کی سندوں میں وحدانیات وثنائیات اور ثلاثیات بھی ہیں جب کہ بخاری کے پاس صرف ثلاثیات ہیں اور بخاری کی اکیس ثلاثیات میں سولہ ثلاثیات امام صاحب

(۱) المیزان الکبری ا/۶۳ (۲) مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ للذہبی ص: ۲۰

کے شاگردوں سے ہی مروی ہیں، گیارہ حدیثیں مکی بن ابراہیم سے اور پانچ حدیثیں ضحاک بن مخلد سے مروی ہیں(۱) (٦) علم حدیث میں سب سے پہلی تصنیف آپ کی ''کتاب الآثار'' ہے اور فقہی ترتیب پر یہ پہلی کتاب ہے، امام مالک نے بھی ترتیب میں کتاب الآثار سے استفادہ کیا ہے، علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

آپ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علم حدیث کو ابواب فقہیہ پر مرتب فرمایا ہے، پھر امام مالک نے موطا کی ترتیب میں آپ کی اتباع کی آپ سے پہلے کسی نے یہ قدم نہیں اٹھایا۔(۲)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ علم حدیث کے روشن مینار ہیں جن کی ضیابار کرنوں سے پورے عالم نے روشنی حاصل کی ہے، آپ جس طرح فقہ میں امامت واجتہاد کے اعلی مرتبہ پر فائز تھے بالیقین حدیث میں بھی آپ اپنے بعد والوں کے لئے قدوہ اور نمونہ تھے، امام صاحب کے محدثین اساتذہ وتلامذہ کی طویل فہرست، روایت حدیث میں مضبوط شرائط، جرح وتعدیل میں آپ کے قول پر اعتماد، فن حدیث میں ابواب کی ترتیب پر آپ کی فائق تصنیف، آپ کے مسانید کی محدثین کے یہاں اہمیت اور روایت حدیث کے ساتھ درایت حدیث میں آپ کی امتیازی حیثیت کو دیکھ کر بلا خوف وتردد نہایت وثوق واعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحب ''امام المحدثین'' ہیں، ان تمام حقائق وشہادات کے باوجود اگر کسی کو امام صاحب کے علم حدیث میں مقام ومرتبہ کا پتہ نہیں چلتا تو کہنا پڑے گا۔

گرنہ بیند بروز شپرۂ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

---

(۱) امام اعظم امام المحدثین، خواجہ محمد شریف ص:۷۱

(۲) علامہ سیوطی، تبییض الصحیفہ ص:۲۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۹۰ء

دوسری فصل
امام ابوحنیفہ اوران کا فقہی منہج

علوم اسلامی کی اصل و بنیاد قرآن وسنت ہے اورفقہ، قرآن وحدیث سے ماخوذ ومستفاد احکامات کا وہ ذخیرہ ہے جسے ''قانون اسلامی'' اور''دستوراسلامی'' سے تعبیر کیا جاتا ہے ،عہد صحابہ سے ہی فقہ کی قانون سازی، مسائل کی تنقیح وتخریج اوراجتہادواستنباط کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا،لیکن باضابطہ تدوین کا آغاز عہد تابعین میں شروع ہوااور دوصدی کے عرصے میں دس سے زائد مذاہب مدون ومرتب ہوکر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے،جس میں ائمہ اربعہ کے علاوہ امام اوزاعی (م۱۵۷) سفیان بن سعید بن مسروق (م۱۶۰) امام لیث بن سعد (م۱۷۵) سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸) ابوداؤد ظاہری (م۲۷۰) اسحاق بن راہویہ (م ۲۳۸) کے مذاہب مشہور ہیں،لیکن پانچویں صدی سے قبل ہی اکثر مذاہب کا سورج غروب ہوگیا، ان کے متبعین ومقلدین ناپید ہوگئے اورمرورایام کے ساتھ ان مذاہب نے اپنا وجود ہی کھودیا، صرف بعض مجتہدین کے مذاہب نقل وبیان کی حدتک باقی رہ گئے،لیکن جن مجتہدین کی فقہ کو بقاودوام حاصل ہوااور جن کی فقہ پرایام طلوع سے آج تک منجانب اللہ عمل جاری وساری ہے وہ ائمہ اربعہ۔امام اعظم ابوحنیفہؒ (م۱۵۰) امام مالکؒ (م۱۷۹) امام شافعی (م۲۰۴) امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱) کے مذاہب ہیں اوراس میں بھی اولیت ومرجعیت ، امتیاز وتفوق ، بلندی وبرتری امام ابوحنیفہ کی فقہ کو ہی حاصل ہے اس لیے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ باقی تینوں فقہیں جواس وقت رائج ہیں فقہ حنفی سے ہی ماخوذ ومستفاد ہیں۔

امام ابوحنیفہ کا علمی مقام ومرتبہ

امام ابوحنیفہ فقہ اسلامی کے وہ عظیم سپوت ہیں جنھوں نے فقہ اسلامی کو لعل و گہر سے مالا مال کردیا، آپ اس میدان کے امام وقدوہ اوراس بحر کے سب سے بڑے غواص ہیں، علوم اسلامی کے سرتاج وبے تاج بادشاہ اوراجتہادواستنباط کے استاذ الاساتذہ ہیں، فقہ میں آپ کا امتیاز مسلم ہے، امام شافعی نے جن کوفقہ حنفی سے استفادہ کا بہت زیادہ موقع ملا ہے کھلے لفظوں میں امام صاحب کی مرجعیت اوراس باب میں آپ کی اولیت کا اعتراف کیا ہے۔

من أراد أن يعرف الفقه فليلزم أبا حنيفة وأصحابه فإن الناس عيال عليه في الفقه۔(۱)

جوشخص فقہ حاصل کرنا چاہے وہ امام ابوحنیفہ اوران کے اصحاب کولازم پکڑلے کیوں کہ تمام لوگ فقہ میں ان کے خوشہ چین ہیں۔

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن قطان نے امام صاحب کے علومِ قرآن وسنت میں تبحراوروسعتِ معلومات کا اعتراف ان وقیع کلمات سے کیا ہے۔

إنه والله لأعلم هذه الأمة بما جاء عن الله ورسوله ۔ (۲)

واللہ امام ابوحنیفہ اس امت میں خدااوراس کے رسول سے جوکچھ وارد ہوا ہے اس کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

سرتاج محدثین عبد اللہ بن مبارک جن کوشرف تلمذ کی بنا پرقریب سے امام صاحب کودیکھنے اورپرکھنے کا موقع ملا ہے، فرماتے ہیں:

لولا أن الله قد أدركني بأبي حنيفة وسفيان لكنت بدعيا ۔(۳)

(۱) خطیب بغدادی، ابوبکراحمد بن علی، تاریخ بغداد:۳۴۶/۱۳دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء

(۲) مقدمۂ کتاب التعلیم:۱۳۴ (۳) مناقب ابی حنیفہ للذہبی ص:۱۸

اگر اللہ تعالیٰ مجھے امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری سے نہ ملایا ہوتا تو میں
بدعتی ہوتا۔

انہیں کا قول ہے، إنه مخ العلم۔ (۱) کہ امام صاحب علم کا مغز ہیں، علامہ کردری سے امام صاحب کی رفعت شان اور بلندی مقام کو سنتے چلئے، فرماتے ہیں: ما رأيت أحداً أفقه منه۔ (۲) میں نے امام صاحب سے بڑا افقیہ نہیں دیکھا، حافظ حدیث سفیان بن عیینہ نے اپنے منصفانہ رائے کا اظہار یوں کیا ہے ما مقلت عيني مثل أبي حنيفة ۔ (۳) میری آنکھ نے ابوحنیفہ کا مثل نہیں دیکھا شیخ الاسلام یزید بن ہارون کا قول مشہور ہے۔

سمعت كل من أدركته من أهل زمانه يقول إنه ما
رأى أفقه منه۔ (۴)

میں نے ان کے معاصرین میں سے جتنے لوگوں کو پایا سب کو یہی
کہتے سنا کہ میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

حضرت امام صاحب کے فضائل ومناقب اور علمی وفقہی بالادستی کے حوالے سے یہ اساطین امت کے چند اقوال ہیں، جن سے امام ہمام کے عالی مقام کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، امام صاحب کے عالی مقام کے لیے اگر ان مجتہدین ومحدثین کے اقوال کو جمع کیا جائے تو ایک دفتر جمع ہوسکتا ہے، بطور نمونہ از خروارے چند اقوال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

امام اعظم کا طریقۂ استنباط

امام صاحب نے اپنے فقہ کی بنیاد انہی متفق علیہ اور محکم اصولوں پر رکھی ہے جو در حقیقت علوم اسلامیہ کی بنیاد و ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں اور جن پر اہل حق کے تمام مذاہب

---

(۱) الخیرت الحسان ص: ۳۳ (۲) مناقب ابی حنیفہ للکردی ص: ۹۹ (۳) تاریخ بغداد: ۳۳۶/۱۳

(۴) الصمیری، ابوعبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ۳۶، دار الکتب العربی بیروت ۱۹۷۶ء

متحد و متفق ہیں، امام صاحب نے اپنے طریقۂ استنباط کی وضاحت بالکل جلی اور روشن الفاظ میں کی ہے جس کو امام صاحب کے اکثر سوانح نگاروں نے نقل کیا ہے:

إنـی آخـذ بـکتـاب الـلــه إذا وجدتـه فما لم أجد فيـه أخـذت بسنة رسول الله والآثار الصحاح التي فشت فـي أيـدي الثـقـات عن الثقات فإذا لم أجد في كتاب الـلـه ولا سـنة رسـول الله أ خذت بقول أصحابه من شئـت وادع مـن شـئـت ثـم لا أخـرج عـن قولهم إلیٰ غيـرهـم وإذا انتهـی الأمـر إلـیٰ ابـراهيم والشعبي والـحسـن والـعطاء وابن سيرين وسعيد بن المسيب وعــدّ رجـالا فـقـوم اجتهـدوا فـلـی ان اجتهـد كـمـا اجتهدوا۔(۱)

میں (شرعی احکام میں) اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتا ہوں جب وہ احکام مجھے کتاب اللہ میں مل جائیں اور جو احکام مجھے قرآن میں نہیں ملتے تو پھر سنت رسول اللہ اور ان صحیح آثار پر عمل کرتا ہوں جو ثقہ راویوں سے منقول ہو کر ثقہ راویوں میں پھیل چکے ہیں اور اگر کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور حدیث نبوی میں نہیں پاتا ہوں تو صحابہ کے اقوال میں سے جن کا قول کتاب وسنت کے قریب پاتا ہوں اس پر عمل کرتا ہوں (البتہ حضرات صحابہ کے اقوال سے باہر نہیں جاتا کہ) سارے صحابہ کے قول کو چھوڑ کر دوسرے قول کو اختیار کروں اور جب

(۱) مناقب ابی حنیفہ للامام الموفق: ۱/۸۰، دار الکتب العربی بیروت ۱۹۸۱ء۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۱۳/۳۶۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء

نوبت ابراہیم نخعی، عامر شعبی، محمد بن سیرین، حسن بصری، عطاء، سعید بن مسیّب (متعدد حضرات تابعین کے نام شمار کئے) تک پہونچتی ہے تو ان حضرات نے اجتہاد کیا ہے، لہذا مجھے بھی حق ہے کہ ان حضرات کی طرح اجتہاد کروں، یعنی ان حضرات کے اقوال پر عمل کرنے کی پابندی نہیں کرتا؛ بلکہ ان ائمہ مجتہدین کی طرح خدائے ذو المنن کی بخشی ہوئی اجتہادی صلاحیتوں کو کام میں لاتا ہوں اور اپنے فکر واجتہاد سے پیش آمدہ مسائل حل کرنے کی سعی پیہم کرتا ہوں۔

فضیل بن عیاض امام صاحب کے فہم استنباط پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

إن كان في المسئلة حديث صحيح تعبه وإن كان عن الصحابة والتابعين فكذالك وإلا قاس فأحسن القياس. (۱)

اگر کسی مسئلے میں حدیث صحیح ہوتو امام صاحب اس کی پیروی کرتے ہیں، اسی طرح اگر صحابہ وتابعین سے کچھ منقول ہوتو اس کی پابندی کرتے ہیں، ورنہ قیاس کرتے ہیں اور بہترین قیاس کرتے ہیں۔

عبدالحلیم جندی اپنی کتاب ''ابوحنیفہ بطل الحریۃ'' میں لکھتے ہیں:

سئل أبو حنيفة: إذا قلت قولا وكتاب الله يخالف قولك؟ قال أترك قولي لكتاب الله، قيل فإذا كان خبر رسول الله يخالف قولك؟ قال أترك قولي بخبر رسول الله، قيل فإذا كان قول الصحابي يخالف قولك؟ قال أترك قولي بقول الصحابي قيل فإذا كان

(۱) ابن حجر مکی، شہاب الدین، الخیرات الحسان، مطبع السعادۃ بجوار مصر، ۱۳۲۴

قـول التابعي يخالف قولك قال إذا كان التابعي رجلا فأنا رجل.(۱)

امام صاحب سے سوال کیا گیا کہ جب آپ کا قول کتاب اللہ کے مخالف ہوتو؟ امام صاحب نے فرمایا میں کتاب اللہ کی وجہ سے اپنے قول کو چھوڑ دوں گا، پھر سوال کیا گیا کہ اگر آپ کا قول حضور کے قول کے مخالف ہوتو؟ امام صاحب نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی وجہ سے اپنے قول کو ترک کردوں گا، پھر سوال کیا گیا کہ اگر آپ کا قول صحابہ کے مخالف ہو؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ میں صحابی کے قول کی وجہ سے اپنے قول کو ترک کردوں گا، پھر سوال کیا گیا اگر آپ کا قول تابعی کے قول کے مخالف ہوتو؟ امام صاحب نے فرمایا وہ بھی آدمی ہیں اور میں بھی مرد میدان ہوں۔

مذکورہ تمام عبارت میں امام صاحب نے وضاحت کے ساتھ اصول اجتہاد و طریقۂ استنباط اور اپنے فقہی منہج کو اجاگر فرمادیا ہے کہ پہلی بنیاد کتاب اللہ ہے دوسرے نمبر پر احادیث رسول اللہ ہے اور تیسرے درجے میں اقوال صحابہ یعنی موقوف روایتیں ہیں اور چوتھے نمبر پر قیاس ہے۔

قرآن کریم

امام صاحب کے نزدیک فقہ کی تدوین وتخریج میں مصدر اول قرآن کریم تھا، اس لئے کہ قرآن کریم شریعت اسلامیہ کا پہلا مصدر ہے اور قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہے، اس کے کسی حرف میں ذرہ برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور قرآن کریم کے مقابل اور

(۱) عبدالحلیم جندی، ابوحنیفہ بطل الحریۃ والتسامح فی الاسلام ص: ۱۴۷، المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ قاہرہ ۱۹۹۶ء

اس کے مرتبے میں کوئی مصدر شریعت نہیں ہے، البتہ احادیث متواتر بھی ثبوت کے اعتبار سے قطعی الدلالت ہیں، اسی لئے امام صاحب خبر واحد کے ذریعہ کتاب اللہ کے نسخ کو جائز نہیں قرار دیتے ہیں اور قرآن کریم اور خبر واحد میں بظاہر تعارض ظاہر ہوتو حتی الامکان دونوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ورنہ کتاب اللہ کو ترجیح دیتے ہیں، نماز میں قرأت قرآن کے سلسلے میں حکم ہے فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (۱) جس سے مطلقا قرآن کریم کی قرأت کا حکم مستفاد ہوتا ہے اور اس میں بھی اختیار ہے کہ جو آسان ہو اس کی تلاوت کی جائے، دوسری طرف حدیث ہے لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب. (۲) جس سے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری معلوم ہوتا ہے، امام صاحب نے کتاب اللہ کی رعایت کرتے ہوئے نفس قرأت کو رکن قرار دیا اور حدیث کی وجہ سے سورہ فاتحہ کو واجب قرار دیا تاکہ کسی حد تک دونوں پر عمل ہو جائے اور ہر ایک کے مرتبے کی رعایت ہو جائے، اسی اصول کی بنیاد پر امام صاحب نے نماز میں قرآن کی آیت ارْكَعُوا (۳) کی بنا پر رکوع کو فرض قرار دیا اور خبر واحد، حدیث المسیٔ صلاتہ (۴) کی بنا پر طمانینت اور سکون سے رکوع ادا کرنے کو واجب قرار دیا۔ (۵)

احادیث و آثار

جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسئلہ کتاب میں نہ ملے تو امام صاحب احادیث کی طرف رجوع فرماتے ہیں جس سے معلوم ہو گیا کہ امام صاحب کے فقہ کی دوسری اہم بنیاد احادیث مبارکہ ہے، احادیث رسول میں امام صاحب قولی اور فعلی روایت میں فرق کیا کرتے تھے اور قولی روایت کو فعلی روایت پر ترجیح دیتے تھے، اس لئے فعل میں اختصاص کا

(۱) المزمل: ۲۰ (۲) صحیح البخاری، باب وجوب القراءۃ للامام، حدیث نمبر: ۷۵۶
(۳) الحج: ۷۷ (۴) صحیح البخاری، باب وجوب القراءۃ للامام، حدیث نمبر: ۷۵۷
(۵) وہبی سلیمان غاوجی، ابوحنیفہ النعمان امام الائمۃ الفقہاء ص: ۱۳۳، دار القلم، دمشق

احتمال موجود رہتا ہے، جب کہ قول کی حیثیت قانون کلی کی ہوتی ہے،اسی طرح تعارض کی صورت میں احادیث متواتر کوخبر واحد پر ترجیح دیا کرتے تھے، امام صاحب احادیث کے ہوتے ہوئے کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے؛ بلکہ احادیث پر ہی عمل فرماتے تھے؛ چنانچہ امام موفق نے مناقب ابی حنیفہ میں ابوحمزہ سکری کا وقیع قول نقل کیا ہے:

إذا جاء الحديث عن النبي لم نحد عنه إلى غيره وأخذنا به وإذا جاء عن الصحابة تخيرنا وإذا جاء عن التابعين زاحمناهم ۔(۱)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ہمارے سامنے آتی ہے تو ہم کسی اورطرف نہیں دیکھتے؛ بلکہ اسی کو لے لیتے ہیں اور جب صحابہ کے اقوال ملتے ہیں تو جن کا قول کتاب وسنت کے زیادہ قریب ہوتا ہے اس کو اختیار کرلیتے ہیں اوتابعین کے قول میں مزاحمت کرتے ہیں۔

امام صاحب اوراتباع حدیث

امیر المومنین فی الحدیث عبد اللہ بن مبارک امام صاحب کا اتباع حدیث ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

وإذا جاء الحديث عن رسول الله فعلى الرأس والعين وإذا جاء عن الصحابة اخترنا ولم نخرج من أقوالهم وإذا جاء عن التابعين زاحمناهم .(۲)

جب حضور کی کوئی حدیث سامنے آجائے تو سر آنکھوں پر اور اگر صحابہ سے کوئی روایت ہو تو اس کو اختیار کرتا ہوں جو قرآن حدیث سے

(۱) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ: ۱/۱۷، دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۸۱ء

(۲) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۱۷، دار الکتب العربی بیروت ۱۹۸۱ء

زیادہ قریب ہو اور اگر تابعین کی کوئی روایت ہو تو اس میں مزاحمت
کرتا ہوں اور از خود غور وخوض کرتا ہوں۔

عبد اللہ بن مبارک کے اس قول سے امام صاحب کا اتباع حدیث کا اہتمام ودوام اور حدیث کے ہوتے ہوئے کسی اور دلیل کو ترجیح نہ دینا صاف دکھائی دیتا ہے؛ اسی لیے امام صاحب نے اس الزام کی جو ان کی طرف منسوب ہے اور آج بھی بعض لوگ امام صاحب کی طرف اس بہتان کو منسوب کرتے ہیں کہ امام صاحب قیاس ورائے کی بنیاد پر فتوی دیتے ہیں، سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے۔

الفقہ الحنفی وادلتہ کے مقدمہ میں امام صاحب کا قول منقول ہے:

كذب والله وافترى علينا من يقول: إننا نقدم القياس
على النص وهل يحتاج بعد النص إلى قياس ۔(۱)

خدا کی قسم ان لوگوں نے جھوٹ کہا اور مجھ پر بہتان باندھا جنہوں
نے کہا کہ میں قیاس کو نص پر مقدم کرتا ہوں کیا نص کے ہوتے ہوئے
قیاس کی کوئی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

قیاس کے مقابلہ میں حدیث ضعیف پر عمل

امام صاحب کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ آپ حدیث ضعیف کے مقابلہ میں قیاس ورائے کو کوئی وقعت نہیں دیتے ہیں، اور نہ حدیث ضعیف کے ہوتے ہوئے قیاس کو قابل اعتنا سمجھتے ہیں؛ چنانچہ علامہ ابن القیم اپنی مشہور اور گرانقدر کتاب ''اعلام الموقعین'' میں لکھتے ہیں:

وأصحاب أبي حنيفة رحمه الله مجمعون على أن
مذهب أبي حنيفة أن ضعيف الحديث عنده أولىٰ من

(۱) الفقہ الحنفی وادلتہ: ۱/۲۴، وہبی سلیمان غاوجی، ابوحنیفۃ النعمان امام الائمۃ الفقہاء ص: ۱۳۸

القياس والرأي وعلى ذٰلك بنى مذهبه ۔(۱)

امام ابوحنیفہ کے تلامذہ اور متبعین کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی ان کے نزدیک قیاس ورائے سے اولیٰ وبہتر ہے اسی نظریہ پر انھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔

خبر واحد کی حجیت

امام صاحب احادیث کی جس قوت وشدت کے ساتھ پیروی کرتے ہیں مذاہب فقہاء ومحدثین میں یہ ان کا امتیازی وانفرادی وصف ہے، احادیث کی دو قسمیں خبر متواتر اور خبر مشہور یہ دونوں تو متفق علیہ طور پر حجت اور قابل استدلال ہیں البتہ خبر واحد کے حجت ہونے کے سلسلہ میں علماء مجتہدین کے درمیان اختلاف ہے؛ لیکن امام ابوحنیفہ سب سے پہلے فقیہ ومجتہد ہیں جنہوں نے خبر واحد سے استدلال واحتجاج کیا ہے؛ چنانچہ الفقہ الحنفی وادلتہ کے مصنف رقم طراز ہیں:

لقد كان أبو حنيفة رحمه الله من أول الفقهاء قبولا لأحاديث الآحاد يحتج بها۔(۲)

امام ابوحنیفہ سب سے پہلے فقیہ ہیں جنہوں نے خبر واحد کو قبول کیا اور اس سے استدلال کیا ہے۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ مرفوع روایت کے ساتھ صحابہ کی موقوف روایت اور ان تابعی کی مرسل روایت جن کو آپ ثقہ جانتے تھے کو بھی حجت اور قابل استدلال جانتے تھے احناف کے اسی عمل بالحدیث کے اشتغال وانہماک کی وجہ سے علامہ حصکفی نے درمختار میں

---

(۱) ابن القیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین ۱/۸۲۔ دار الکتب العربی بیروت ۱۹۹۶ء

(۲) الفقہ الحنفی وادلتہ، ۱/۲۵

ایک جزئیہ نقل کیا ہے اگر کوئی شخص وقف کرے اصحاب حدیث پر تو وہ شافعی جو طلب حدیث میں مشغول نہ ہو داخل نہ ہونگے اور حنفی خواہ طلب حدیث میں مشغول ہو یا نہ ہو اس وقف میں داخل ہونگے اس لیے کہ احناف حدیث ہی پر عمل کرتے ہیں اور ضعیف روایت کو بھی قبول کرتے ہیں اور خبر واحد کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔(۱)

احادیث کے تعارض کی صورت میں امام صاحب کا عمل

اگر احادیث میں آپس میں تعارض ہو تو ایسی صورت میں امام صاحب کے نزدیک ترجیح کے طریقوں میں ایک طریقہ یہ تھا کہ جس حدیث کے راوی فقیہ ہوں ان کو ترجیح دیتے تھے، چنانچہ جب امام صاحب کا امام اوزاعی سے دارالحناطین مکہ میں رفع یدین کے مسئلے پر مناظرہ ہوا تو امام صاحب نے راویوں کی تفقہ کو ملحوظ رکھ کر حماد عن ابراهيم عن علقمة واسود عن عبد الله بن مسعود کو پیش کیا جب کہ امام اوزاعی نے زهری عن سالم عن عبد الله بن عمر کو پیش کیا، زہری کی سند میں واسطہ کم ہے اور حماد کی سند میں واسطہ زیادہ ہے، امام اوزاعی نے کہا میں آپ سے زہری عن سالم عن ابیہ کی سند سے حدیث بیان کرر ہا ہوں اور آپ ہم سے حماد عن ابراہیم کی سند سے حدیث بیان کرر ہے ہیں تو امام صاحب نے کہا حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ عبداللہ بن عمر سے فقہ میں کمتر نہیں ہیں، اگر چہ ابن عمر کو حضور کی صحبت حاصل ہے، دیکھئے یہاں امام صاحب نے راویوں کے تفقہ کی بنا پر حماد کی سند کو ترجیح دی، علامہ ابن ہمام اس مناقشہ کو ذکر کر کے لکھتے ہیں:

فرجح بفقه الرواة كما رجح الأوزاعي بعلو الإسناد وهو المذهب المنصور عندنا.(۲)

---

(۱) علامہ حصکفی، الدر مع الرد:۶/۶۸۰، مکتبہ زکریا دیوبند

(۲) علامہ ابن الہمام، فتح القدیر باب صفۃ الصلاۃ:۱/۳۱۱ ڈیجیٹل لائبریری

امام ابوحنیفہ نے روایوں کے تفقہ کی بنا پر ترجیح دی جیسا کہ امام اوزاعی نے سند کے عالی ہونے کی بنا پر ترجیح دی ہے اور یہی (تفقہ کی بنا پر ترجیح) ہمارے نزدیک مذہب منصور ہے۔

اجماع

امام صاحب کے نزدیک قرآن وحدیث کے بعد تیسرا اصول اجماع ہے، اس میں حضرات صحابہ کا اجماع بھی داخل ہے، اسی طرح اگر کسی مسئلے میں حضرات صحابہ کے درمیان اختلاف ہوتا تو اس میں سے جس صحابی کا قول قرآن وحدیث اور قواعد شریعت کے مطابق ہوتا آپ اس پر عمل کیا کرتے تھے، لیکن حضرات صحابہ کے اقوال سے آپ خروج نہیں کیا کرتے تھے، اسی طرح اجماع مجتہدین یعنی کسی زمانے کے مجتہدین کا کسی مسئلہ پر اتفاق کر لینا یہ بھی امام صاحب کے نزدیک ایک شرعی دلیل تھی اس لئے کہ آپ کے پیش نظر آپ ﷺ کا یہ ارشاد تھا إن أمتي لن تجتمع علي ضلالة فإذا رأيتم اختلافا فعليكم بالسواد الأعظم. (۱) میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی ہے، پس اگر لوگوں کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کی پیروی کرو۔

موفق نے نقل کیا ہے:

> وكان عارفا بحديث أهل الكوفة شديد الاتباع بما كان عليه ببلده. آپ اہل کوفہ کی حدیث سے بہت آگاہ تھے اور ان پر بڑی سختی سے عامل رہتے تھے جن پر اہل کوفہ کا عمل ہوتا تھا (۲) اس سے بھی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اجماع فقہاء آپ کے نزدیک حجت تھا۔

---

(۱) ابن ماجہ، باب السواد الاعظم، حدیث نمبر: ۳۹۵۰

(۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۸۰

فقہ حنفی میں قیاس کی حیثیت

اگر کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے ، احادیث رسول اللہ بھی اس سے خالی ہو، صحابہ کے اقوال میں بھی اس کا حل موجود نہ ہو اور اجماع امت کی بھی اس پر نظر نہ پڑی ہو تو ایسی مشکل صورت حال میں امام صاحب اس غیر منصوص مسئلے کو کسی علت کی وجہ سے منصوص مسئلے کے ساتھ لاحق کر دیتے ہیں جس کو اصطلاح شرع میں قیاس کا نام دیا جاتا ہے، قیاس امام صاحب انتہائی مجبوری میں کرتے ہیں جبکہ مسئلے کا حل منصوص علیہ ادلہ میں تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکے ؛ لیکن کتاب وسنت کا اہتمام والتزام اس درجہ غالب ہے کہ اگر کوئی مسئلہ قیاس سے مستنبط کیا اور پھر اس مسئلہ کی دلیل احادیث وآثار میں مل گئی تو فوراً اپنی قیاس کو چھوڑ کر حدیث کو اختیار فرما لیتے ہیں، علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین میں قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنے کی بہت سی مثالیں بیان کی ہیں لکھتے ہیں :

فقدم ابو حنيفة حديث القهقهة في الصلاة على محض القياس وأ جمع أهل الحديث على ضعفه وقدم حديث الوضوء بنبيذ التمر على القياس وأ كثر أهل الحديث يضعفه وقدم حديث " أ كثر الحيض عشرة أيام " وهو ضعيف باتفاقهم على محض القياس وقدم حديث " لا مهر أقل من عشرة دراهم" واجمعوا على ضعفه بل بطلانه على محض القياس۔(۱)

ابوحنیفہ نے نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو کے ٹوٹ جانے کی حدیث کو مقدم کیا ہے قیاس پر (یعنی قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو نہ ٹوٹے مگر حدیث ضعیف کی وجہ سے قیاس کو ترک

(۱) ابن القیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین ۳۸/۱، دار الکتب العربی بیروت ۱۹۹۶ء

فرما دیا) حالانکہ اہل حدیث کا اس حدیث کے ضعف پر اجماع ہے اسی طرح نبیذ تمر سے وضو کے جواز کی حدیث کو قیاس پر ترجیح دی ہے حالانکہ اکثر محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ حیض کی اکثر مدت دس دن ہے کو قیاس پر ترجیح دی، اسی طرح آپ ﷺ کی حدیث کہ مہر کی اقل مقدار دس درہم ہے کو ترجیح دی ہے قیاس پر حالانکہ دونوں حدیث بالاتفاق ضعیف ہیں۔

ابن القیم کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ضعیف کے مقابل میں امام صاحب کے نزدیک قیاس کی کوئی حیثیت نہیں ہے؛ اسی لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث ضعیف پر عمل کرتے ہیں، علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

من ظن بأبي حنيفة أو غيره من أئمة المسلمين أنهم ليتعمدون مخالفة الحديث الصحيح لقياس أو غيره فقد أخطأ عليهم وتكلم إما بظن أو لهوى.

جو شخص امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ مسلمین کے ساتھ یہ گمان کرتا ہے کہ یہ حضرات جان بوجھ کر حدیث صحیح کی مخالفت کرتے تھے، قیاس یا کسی اور وجہ سے تو اس نے ان حضرات پر خطا کا ارتکاب کیا اپنے ظن اور خواہش نفس کی بنا پر۔(۱)

ان تمام وضاحتوں اور شہادتوں کے باوجود اگر کوئی امام کی طرف اس بات کو منسوب کرے کہ امام صاحب حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس پر عمل کرتے ہیں یا ان کی فقہ کی بنیاد ہی قیاس پر ہے تو یہ حق سے چشم پوشی حسد وعناد اور احناف کے ساتھ ظلم وستم نہیں تو اور

(۱) ابن القیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، حاشیہ اعلام الموقعین ۸۲/۱۔ دار الکتب العربی بیروت ۱۹۹۶ء

کیا ہے؟ امام صاحب نے خود اس الزام پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے:

عجبا للناس يقولون إني افتي بالراى ما افتي إلا بالأثر معناه إذا وجد أثرا افتي به ۔(۱)

تعجب ہے ان لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتوی دیتا ہوں حالانکہ جب میں کوئی اثر پاتا ہوں تو اثر سے ہی فتوی دیتا ہوں۔

امام موفق بن احمد مکی نے مناقب کے یحییٰ بن آدم کا قول نقل کیا ہے:

زعم بعض الطاعنين أ ن أبا حنيفة قال بالقياس وترك الأثر وهذا بهت منه وافتراء عليه فإن كتبه وكتب أصحابه مملوة من المسائل التي تركوا العمل فيها بالقياس وأخذوا بالأثر الوارد فيه كانتقاض الطهارة بالضحك في الصلاة وبقاء الصوم مع الأكل ناسيا۔(۲)

بعض طعنہ پرور کا گمان ہے کہ امام ابوحنیفہ اثر کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کرتے ہیں حالانکہ یہ ان پر بہتان اور افتراء ہے؛ اس لیے ان کی اور ان کے شاگردوں کی کتابیں ان مسائل سے بھری پڑی ہیں جس میں انہوں نے قیاس کو چھوڑ کر اثر پر عمل کیا ہے جیسے نماز میں، قہقہہ لگانے سے وضو کا ٹوٹنا، روزے میں بھول کر کھا لینے سے روزہ کا باقی رہنا وغیرہ۔

امام صاحب نہ صرف یہ کہ کتاب وسنت کی موجودگی میں قیاس نہیں کیا کرتے

(۱) مناقب لابی حنیفہ للامام الموفق:۱۶۲/۲

(۲) موفق احمد، مناقب ابی حنیفہ:۸۳/۱

تھے، بلکہ کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کی موجودگی میں قیاس کو جائز نہیں سمجھتے ہیں، ابن حجر مکی نے الخیرات الحسان میں امام صاحب کا قول نقل کیا ہے:

ليس لأحد أن يقول برأيه مع كتاب الله تعالى ولا مع سنة رسول الله ولا مع ما أجمع عليه أصحابه. کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور صحابہ کے اجماعی اقوال کی موجودگی میں اپنی رائے اور قیاس پیش کرنا جائز نہیں۔(۱)

ان تمام شہادتوں سے یہ بات بالکل نمایاں ہوجاتی ہے کہ امام صاحب نے انتہائی مجبوری میں قیاس کی طرف توجہ کی ہے؛ چنانچہ وہبی سلیمان غاوجی نے امام صاحب کا قول نقل کیا ہے: نحن لا نقيس إلا عند الضرورة الشديدة (۲) امام صاحب شدید ضرورت پر ہی قیاس کو قابل اعتناء سمجھتے تھے مزید یہ کہ قیاس کرتے وقت آپ احادیث وآثار سے آزاد ہوکر کوئی رائے قائم نہیں کرتے تھے؛ بلکہ اس کا خاص اہتمام کرتے تھے کہ شرعی احکام میں جو بھی رائے قائم کریں وہ سنت واثر سے ماخوذ ومستنبط ہو پس یوں سمجھنا چاہئے کہ ظاہر میں تو وہ امام صاحب کا قول ہوتا تھا؛ لیکن حقیقت میں وہ حدیث کی تفسیر توضیح ہوتی تھی اسی لیے امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے۔

" لا تقولوا رأى أبي حنيفة ولكن قولو ا إنه تفسير الحديث "۔(۳)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قیاس امام صاحب کے نزدیک ایک دلیل شرعی ہے؛ لیکن اس کا درجہ پانچویں نمبر کا ہے اور اس درجہ میں قیاس تمام ائمہ کے نزدیک حجت اور قابل عمل ہے علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین میں امام احمد بن حنبل کے اصول مذہب میں پانچویں نمبر

(۱) الخیرات الحسان ص:۳۰

(۲) ابوحنیفۃ النعمان امام الائمۃ الفقہاء ص:۱۳۸

(۳) مناقب ابی حنیفہ للموفق:۲/۱۱۶

پر قیاس کو ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

فإذا لم يكن عند الإمام أحمد في المسئلة نص ولا قول الصحابة أو واحد منهم ولا أثر مرسل أو ضعيف عدل إلى الأصل الخامس وهو القياس فاستعمله للضرورة وقدقال في كتاب الخلال سألت الشافعي عن القياس فقال إنما يصار إليه عند الضرورة ۔(۱)

جب امام احمد کے پاس کسی مسئلہ میں کوئی نص نہ ہو اور نہ ہی صحابہ کا قول ہو اور نہ مرسل یا ضعیف اثر ہو تو امام احمد پانچویں اصل کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور وہ قیاس ہے اور بوقت ضرورت اس کو استعمال کرتے ہیں۔

امام احمد اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے قیاس کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ضرورت کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

ان دونوں شہادت کے بعد اس امر کی مزید وضاحت کی چنداں حاجت نہیں کہ قیاس ائمہ اربعہ کے یہاں حجت اور دلیل شرعی ہے اور اس کا مرتبہ کتاب وسنت اور اجماع امت کے بعد ہے اور قیاس بھی متفق علیہ اصول میں سے ہے۔

استحسان

استحسان قیاس جلی کے مقابلہ میں قیاس خفی (قوی قیاس) کا نام ہے، امام صاحب کے نزدیک قیاس کے بعد استحسان کا درجہ ہے، بعض مرتبہ امام صاحب قیاس کے

(۱) ابن القیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین ۱/۴۰، دارالکتب العربی بیروت ۱۹۹۶ء

مقابلے میں استحسان کو اختیار کرتے تھے، استحسان یہ بھی قیاس کی طرح دلیل شرع ہے، بعض حضرات نے امام صاحب پر یہ الزام عائد کیا کہ آپ استحسان پر عمل کرتے ہیں جب کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو امام صاحب نے فرمایا کہ استحسان قرآن وسنت دونوں سے ثابت ہے، قرآن کریم کی آیت الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهُ (۱) اور حدیث ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن. (۲) سے استحسان کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ استحسان نہ صرف یہ کہ امام صاحب کے یہاں ہے بلکہ دیگر ائمہ مجتہدین کے یہاں بھی استحسان پر عمل موجود ہے، موفق احمد کا بیان ہے:

> ومع ذلك فإن سائر الفقهاء كمالك والشافعي شحنوا كتبهم بالاستحسان قال الشافعي استحسن أن يكون المتعة ثلاثين درهما.
>
> اس کے باوجود تمام فقہاء جیسے امام مالک اور امام شافعی نے اپنی کتابوں کو استحسان سے مزین کیا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں میں اس بات کو مستحسن سمجھتا ہوں کہ متعہ تیس درہم ہونا چاہئے۔ (۳)

امام صاحب کے نزدیک استحسان کا عمل شاگردوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھا، امام محمد فرماتے ہیں امام صاحب کے تلامذہ دلائل اور استنباط کے معاملے میں ان سے بحث ومباحثہ کرتے تھے، لیکن جب آپ کہتے میں اس مسئلے میں استحسان پر عمل کرر ہا ہوں تو پھر کوئی اس مسئلے میں آپ سے بحث نہیں کرتا إذا قال استحسن لم يلحقه أحد منهم لكثرة ما يورد في الاستحسان. (۴)

---

(۱) الزمر:۱۸

(۲) عمدة القاری شرح صحیح بخاری، باب ماجاء فی ضرب شارب الخمر، حدیث نمبر:۶۷۷۳-۲۶۶/۲۳ ڈیجیٹل لائبریری

(۳) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۸۵/۱، دار الکتب العربی بیروت ۱۹۸۱ء (۴) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۸۱/۱

عرف

قیاس اور استحسان کی طرح عرف بھی امام صاحب کے نزدیک ایک دلیل ہے، قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ یہ اولین مصادر شریعت ہیں اور قیاس استحسان اور عرف ثانوی مصادر شریعت ہیں، ضرورت کے وقت ان سے استدلال اور استخراج کیا جاسکتا ہے، مناقب ابی حنیفہ میں موفق کا بیان ہے:

> آپ معتبر قول کو لیتے ہیں، قبیح سے دور بھاگتے ہیں، لوگوں کے معاملات میں غوروفکر کرتے ہیں، جب لوگوں کے احوال اپنی طبعی رفتار سے جاری رہتے تو قیاس کرتے ہیں، مگر جب قیاس سے کسی فساد کا اندیشہ ہوتا تو لوگوں کے معاملات کا فیصلہ استحسان سے کرتے، جب اس سے بھی معاملات بگڑتے نظر آتے تو مسلمانوں کے تعامل کی طرف نظر کرتے جس حدیث پر محدثین کا اجماع ہوتا اس پر عمل کرتے پھر جب تک مناسب ہوتا اس پر اپنے قیاس کی بنیاد کھڑی کرتے، پھر استحسان کا رخ کرتے قیاس اور استحسان میں جو موافق ہوتا اس کی طرف رجوع کرتے۔(۱)

امام موفق احمد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے جہاں نص اور قول صحابی دونوں نہ ہوتو قیاس پر عمل کرنا چاہئے جب تک کہ وہ سازگار ہو اور اگر قیاس کا نتیجہ حالات کے موافق نہ ہو تو استحسان کی طرف رجوع کیا جائے اور اگر یہ بھی درست نہ ہو تو لوگوں کے تعامل اور عرف پر عمل کرنا چاہئے، بعض مقامات پر اگر قیاس کی علت واضح نہیں ہوتی تو آپ لوگوں کے تعامل کو قیاس پر ترجیح دیا کرتے تھے، البتہ اگر قیاس کی علت واضح ہوتی تو قیاس کو ترجیح دیتے

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۵۷

تھے، کیوں کہ اس صورت میں وہ زیادہ لائق اعتماد ہے۔

خلاصہ

امام صاحب کے فقہی منہج اور اصول استنباط پر اگر غائرانہ نظر ڈالی جائے اور اس کا احاطہ کیا جائے تو یہ کل سات ترتیب وار اصول ہیں، جن سے امام صاحب احکام میں اجتہاد واستدلال کیا کرتے ہیں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اقوال صحابہ، اجماع، قیاس، استحسان اور عرف اور یہ چیزیں بعینہ دیگر تمام ائمہ کے یہاں موجود ہیں، پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ صرف فقہ حنفی کو ہی مورد طعن ٹھہرایا جائے اور الزامات کے ترکش سے سارے تیر امام صاحب پر برسا دئے جائیں، یہ حقیقت پسندانہ مباحثہ اور علمی مذاکرہ نہیں، بلکہ تعصب وعناد کی وہ چنگاری ہے جس سے فقہ حنفی کو خاکستر کرنے کی ناروا اور ناکام کوشش کی جارہی ہے، لیکن فقہ حنفی جن عظیم اور مضبوط اصولوں اور بنیادوں پر قائم ہے کہ اس راہ کا شعلہ جوالہ بھی اس کو نقصان نہیں پہونچا سکتا ہے۔

تیسری فصل

فقہ حنفی کی تدوین کا شورائی نظام

اس وقت پوری دنیا میں عملی اعتبار سے ائمہ اربعہ کی فقہ رائج ومتداول ہے، ان میں بھی عمومی قبولیت اور خصوصی امتیاز فقہ حنفی کو حاصل ہے؛ بلکہ اگر کہا جائے کہ اولیت ومرجعیت اسی فقہ کا مقدر رہے، تو غلط نہ ہوگا، فقہ حنفی نے ترقی کی جس اوج کمال کو دریافت کیا ہے اور مقبولیت کی جس آسمان پر اپنا آشیانہ قائم کیا ہے اس کے اسباب وعلل کا پتہ لگانا دشوار نہیں؛ اس فقہ کی ترقی وکمال کا راز سربستہ بظاہر اس فقہ کی جامعیت، احوال زمانہ سے ہم آہنگی، اصول وقواعد کی پختگی اور احادیث وآثار کا انضمام ہے، ان سب پر مستزاد امام ابوحنیفہ اور ان کے تربیت یافتہ تلامذہ کا فقہ اور اس کی فروعات وجزئیات میں درک وکمال اور نصوص شریعت میں گہرائی وگیرائی ہے۔

فقہ حنفی کی خصوصیت

علامہ شبلی نعمانیؒ نے ''سیرۃ النعمان'' میں فقہ حنفی کی خصوصیات پر مفصل کلام کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: (۱) فقہ حنفی کے مسائل اسرار ومصالح پر مبنی ہوتے ہیں (۲) فقہ حنفی پر عمل بہ نسبت تمام فقہوں کے نہایت آسان ہے (۳) فقہ حنفی میں معاملات کے متعلق جو قاعدے ہیں نہایت وسیع اور متمدن ہیں (۴) فقہ حنفی نے ذمیوں کے حقوق (یعنی وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں؛ لیکن مسلمانوں کی حکومت میں مطیعانہ رہتے ہیں) نہایت فیاضی اور آزادی سے دیئے ہیں، یہ وہ خصوصیت ہے جس کی نظیر کسی امام اور مجتہد کے یہاں نہیں ملتی (۵) فقہ حنفی نصوصِ شرعیہ کے موافق ہے، یعنی جو احکام نصوص سے

ماخوذ ہیں اور جن میں ائمہ کا اختلاف ہے ان میں امام ابو حنیفہؒ جو پہلو اختیار کرتے ہیں وہ عموماً قوی اور مدلل ہوتا ہے۔(۱)

شورائی نظام

فقہ حنفی کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ فقہ ایک شخص کی رائے پر مبنی نہیں ہے؛ بلکہ امام ابوحنیفہؒ نے جس جامع اور محیط طرز پر فقہ کی تدوین کا منصوبہ بنایا تھا، وہ انتہائی وسیع اور دشوار کام تھا، اس لیے آپ نے اتنے بڑے اور اہم ارادے کی تکمیل کے لیے اپنے شاگردوں میں سے چالیس جبال العلم محدثین وفقہاء، طریقِ تخریج واستنباط کے ماہر اور علم عربیت ولغت کے رمز شناس افراد کا انتخاب کیا اور ایک مجلس شوریٰ تشکیل دی، جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو امام صاحب تمام اراکین شوریٰ سے استفسار کرتے، اگر تمام کی رائے کسی ایک امر پر متفق ہوجاتی تو امام ابو یوسفؒ منقح انداز میں اصول کی کتابوں میں درج فرمادیتے، اور اگر رائے مختلف ہوتی تو آزادانہ طور پر بحث کا سلسلہ جاری رہتا، کبھی کبھی ایک ایک مسئلہ پر مہینوں بحث کا سلسلہ جاری رہتا، پھر جب روشن صبح کی طرح دلائل واضح ہوجاتے اس کو لکھ لیا جاتا؛ موفق بن احمد مکی ''مناقب ابی حنیفہ'' میں لکھتے ہیں:

فكان يلقي مسئلة مسئلة وسمع ما عندهم ويقول ما عنده ويناظرهم شهرا أو أكثر من ذلك حتى يستقر أحد الأقوال ثم يثبتها أبو يوسف في الأصول.(۲)

امام صاحب ایک ایک مسئلہ پیش کرتے اور ان کی رائے سنتے اور اپنا نظریہ بیان کرتے اور ایک ایک مہینہ؛ بلکہ ضرورت پڑتی تو اس سے بھی زیادہ عرصہ تک اس میں مناظرہ ومباحثہ کرتے رہتے؛ حتی کہ

(۱) علامہ شبلی نعمانی، سیرت النعمان، ص:۱۹۴، دارالکتاب دیوبند

(۲) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۲/۱۳۳، دارالکتاب العربی بیروت ۱۹۸۱ء۔ مناقب ابی حنیفہ للکردری ۲/۵۷

جب کسی ایک قول پر سب کی رائے جم جاتی تو امام ابو یوسفؒ اصول میں درج کر دیتے۔

اس کے بعد بھی اگر کسی کا اختلاف رہ جاتا تو ان کے اختلاف کے ساتھ بقید تحریر لایا جاتا اور اس امر کا اہتمام والتزام ہوتا کہ جب تک ایک مسئلہ حل نہ کرلیا جائے التواء میں نہ ڈالا جائے؛ علامہ کردری کا بیان سنتے چلئے، فرماتے ہیں:

إذا وقعت لهم مسئلة يديرونها حتى يضيؤنها

جب اس مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اس کو آپس میں خوب گردش دیتے، یہاں تک کہ بالآخر اس کی تہ تک پہنچ کر اس کو روشن کرلیتے۔(۱)

امام صاحب محض اپنی ذاتی رائے کی تدوین پسند نہیں کرتے تھے، جب تک خود اس پر اچھی طرح غور نہ فرمالیتے اور مجلس شوریٰ کے ذریعہ بھی اس کا ہر پہلو نمایاں نہ ہوجاتا، اس وقت تک اس کو قیدِ تحریر میں نہیں لایا جاتا، یہی وجہ ہے کہ کبھی امام ابو یوسفؒ، امام صاحب کی رائے کے بغیر تنقیح وتحقیق لکھ دیتے تو امام صاحب ان کو متنبہ فرماتے:

لا تكتب كل ما تسمع مني فإني قد ارى الرأي اليوم وأتركه غدا وأرى الرأي غدا وأتركه في غده.

ہر وہ چیز جو مجھ سے سنتے ہو مت لکھ لیا کرو؛ کیوں کہ اگر میں آج کوئی رائے قائم کرتا ہوں تو کل اُسے چھوڑ دیتا ہوں اور کل کی رائے پرسوں ترک کردیتا ہوں۔(۲)

---

(۱) مناقب کردری ۳/۲

(۲) الزیلعی، ابومحمد عبداللہ بن یوسف، تقدمہ نصب الرایہ: ۳۸/۱، طریقۃ ابی حنیفہ فی التفقیہ، دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱۹۳۸ء

فقہی مسائل میں شوریٰ کی شرعی حیثیت

اسلام میں شوریٰ کی افادیت واہمیت مسلم ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے انصار کے نظامِ شوریٰ کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے فرمایا: "وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ" (۱) اور آپ ﷺ کو مشورہ کی تلقین فرمائی: "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" (۲) احادیث میں بھی شوریٰ کی حکمتیں اور فضیلتیں مذکور ہیں، اسی لیے حضراتِ صحابہ شورائی نظام پر عمل پیرا تھے، اور آپ ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد سب سے پہلا مسئلہ ''خلافت'' کا صحابہ نے شوریٰ ہی کے ذریعہ حل کیا تھا، حضرت ابوبکرؓ اپنے زمانۂ خلافت میں شوریٰ کے ذریعہ ہی مسائل حل کیا کرتے تھے، بیہقی نے ''السنن الکبریٰ'' میں میمون بن مہران کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

> حضرت ابوبکرؓ کے پاس جب بھی کوئی مقدمہ آتا اور کتاب وسنت میں اس کا حل ملتا تو اسی کے ذریعہ فیصلہ فرماتے تھے اور اگر قرآن وسنت میں مسئلہ کا حل نہ معلوم ہوتا تو صحابہؓ کے پاس آتے اور صحابہ سے پوچھتے کہ میرے پاس ایسا مقدمہ آیا ہے، کیا تم میں سے کسی نے حضور ﷺ سے اس طرح کے مقدمہ کا کوئی فیصلہ سنا ہے؟ بعض صحابہ حضور ﷺ کا عمل بیان کرتے تو حضرت ابوبکرؓ اس پر عمل کرتے اور اللہ کی تعریف کرتے کہ ہمارے درمیان ایسے لوگ ہیں جو اپنے نبی کے علم کے محافظ ہیں، لیکن اگر حدیث سے بھی کوئی حل نہ ملتا، تو کبارِ صحابہ اور فقہاء صحابہ کو جمع کرتے ان سے مشورہ کرتے اور جب وہ لوگ کسی امر پر متفق ہوجاتے تو اسی کا فیصلہ فرمادیتے۔ (۳)

---

(۱) الشوریٰ:۳۸ (۲) آل عمران:۱۵۹

(۳) السنن الکبریٰ للبیہقی، باب مایقضی بہ القاضی ویفتی بہ ۱۰/۱۱۴-۱۱۵، حدیث نمبر:۲۰۳۴۱-المصباح فی رسم المفتی ومناہج الافتاء ۱/۱۱۱، کمال الدین احمد الراشدی، ماریہ اکادمی کراچی ۱۹۹۸ء

حضرت عمرؓ نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں فقہی مسائل کے حل کے لیے ایک شوریٰ تشکیل دی تھی اور جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو مدینہ کے فقہاء صحابہ کو جمع کر کے تبادلہ خیال فرماتے اور اجتماعی طور پر کوئی فیصلہ فرماتے، حضرت زید بن ثابت نے سلمہ بن مخلد کو جو نصیحت کی ہے اس سے ان کا شورائی نہج معلوم ہوتا ہے، انہوں نے فرمایا اگر کوئی مسئلہ کتاب وسنت میں نہ ملے تو اہل رائے کو بلاؤ اور اجتماعی اجتہاد اور کوشش کر کے فیصلہ کرو(۱) علامہ ابن القیم نے بھی اپنی تصنیف اعلام الموقعین (۲) میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اس شورائی منہج کو تفصیل سے بیان کیا ہے، فقہی مسائل کے حل کے سلسلہ میں حضرات صحابہؓ میں زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اور تابعین میں عمر بن عبدالعزیز، مروان بن الحکم، اور فقہاء سبعہ مدینہ کا بھی شورائی منہج تھا۔(۳)

مجلس شوریٰ کی جامعیت

حضرت الاستاذ حمادؒ کے انتقال کے بعد کوفہ کی مسند جب امام صاحب کے سپرد کی گئی تو باوجودیکہ امام صاحب علمِ حدیث کے امام اور فقہ کے استاذ الاساتذہ تھے، اجتہاد میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اور اس باب میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، پھر بھی اس وادی غیر ذی زرع اور لق ودق میدان میں تنہا طبع آزمائی کرنا مناسب خیال نہ کیا اور اپنے ممتاز تلامذہ کو بھی کارِ اجتہاد میں شریک کیا، اور اس طرح حضرت الامام نے حضراتِ شیخینؓ کی سنت کو زندہ کیا، اس نظام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس میں مسائل کے حل کے لیے اجتماعی سعی کی جاتی ہے اور اجتماعی سعی انفرادی کوشش سے بہر حال افضل ہے، اگرچہ یہ طریقہ بھی معصوم عن الخطاء نہیں ہے؛ لیکن انفرادی کوشش کی بہ نسبت اس طریقۂ اجتہاد میں غلطی کا امکان کم ہے، اس پر مستزاد یہ کہ اجتماعیت میں جو قوت ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، اسی لیے جب امام المحدثین

---

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی، حدیث نمبر: ۲۰۳۴۵

(۲) ج:۱،ص:۶۸، دار الکتاب العربی بیروت (۳) المصباح ۱/۱۱۵

وکیع بن الجراح کے سامنے کہا گیا کہ: امام صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی ہے، تو انہوں نے کہا: امام ابوحنیفہؒ غلطی کیسے کر سکتے ہیں، جب کہ ان کے پاس ابویوسف اور زفر جیسے قیاس کے ماہر، یحییٰ بن ابوزائدہ، حفص بن غیاث، حبان اور مندل جیسے حفاظِ حدیث اور قاسم بن معین اور امام محمد جیسے لغتِ عربیت کے جاننے والے، داؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد و متقی حضرات ہیں اگر ابوحنیفہؒ غلطی کریں گے تو کیا یہ لوگ ان کی اصلاح نہ کریں گے؟(۱)

وکیع کے اس بیان سے جہاں تدوین فقہ کی دستوری کمیٹی کے اکابر کی علمی جلالتِ قدر سامنے آتی ہے اور بحث و تحقیق کا طریقِ کار معلوم ہوتا ہے، وہیں امام صاحبؒ کے ارکانِ شوریٰ کی جامعیت اور آپ کے رفقاء کے بلند مقام کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے، امام صاحب کو تدوین فقہ کے لئے کن کن علوم کے ماہروں کی ضرورت تھی، اس سلسلے میں فقہ اسلامی کے مختلف ابواب و مباحث کو ذہن میں رکھتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کا یہ تبصرہ سنیں اور غور کریں کہ یہ کام کس قدر مشکل تھا اور امام صاحب نے کس کامیابی سے ان علوم میں مہارت تامہ رکھنے والوں کو نہ صرف جمع کیا بلکہ سالہا سال تک ان کی علمی اور مادی سرپرستی کر کے امت محمدیہ کو ایک بے مثال مجموعہ قوانین کا تحفہ دیا، ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

> ایک اور مشکل یہ ہے کہ فقہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہے اور قانون کے مآخذوں میں قانون کے علاوہ لغت، صرف، نحو، تاریخ وغیرہ ہی نہیں حیوانات، نباتات، بلکہ کیمیا اور طبعیات کی بھی ضرورت پڑتی ہے، قبلہ معلوم کرنا جغرافیہ طبعی پر موقوف ہے، نماز، افطار اور سحری کے اوقات علم ہیئت وغیرہ کے دقیق مسائل پر مبنی ہیں، رمضان کے لئے رؤیت ہلال کو اہمیت ہے اور بادل وغیرہ کی وجہ

---

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری ص:۱۵۲، دارالکتب العربی بیروت ۱۹۷۶ء

سے چاند نظر نہ آئے تو کتنے فاصلہ کی رؤیت، اطراف پر مؤثر ہوگی وغیرہ وغیرہ مسائل کی طرف اشارے سے اندازہ ہوگا کہ نماز، روزہ جیسے خالص عباداتیاتی مسائل میں بھی علوم طبعیہ سے کس قدر مدد لینے کی ضرورت ہے، کاروبار، تجارت، معاہدات، آبپاشی، صرافہ، بنک کاری وغیرہ کے سلسلے میں قانون سازی میں کتنے علوم کے ماہروں کی ضرورت نہ ہوگی؟ امام ابوحنیفہ ہر علم کے ماہروں کو ہم بزم کرنے اور اسلامی قانون یعنی فقہ کو ان سب کے تعاون سے مرتب مدون کرنے کی کوشش میں عمر بھر لگے رہے اور بہت کچھ کامیاب ہوئے۔(۱)

بحث ومباحثہ

مجلس شوریٰ میں جب بھی کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تو تمام اراکین کھل کر بحث ونقد میں حصہ لیتے اور ہر ایک کو احادیث وآثار اور اجماع وقیاس کی روشنی میں آزادانہ نقد وتبصرہ کا موقع دیا جاتا، مجلس کا ہر ہر فرد آزادی کے ساتھ اپنی دلیل امام صاحب کے سامنے پیش کرتا اور امام صاحب ہر ایک کی دلیل صبر وضبط سے سنتے رہتے، بسا اوقات ان کی آواز بھی بلند ہوجاتی اور دورانِ بحث بعض اراکین خود امام صاحب سے جو صدر مجلس اور سب کے استاذ بھی ہوتے، اختلاف کر بیٹھتے اور یہاں تک کہہ دیتے کہ ''آپ کی فلاں دلیل غلط ہے'' بعض اجنبی لوگ امام صاحب سے کہتے کہ: آپ اتنی بے باکی سے بات کرنے والوں کو کیوں نہیں روکتے؟ تو امام صاحب فرماتے کہ: میں نے خود ان کو آزادی دی ہے اور ان کو اس امر کا عادی بنایا ہے کہ کسی سے مرعوب نہ ہوں اور یہ لوگ ہر ایک کے حتی کہ میرے دلائل پر نکتہ چینی کریں تاکہ صحیح بات بالکل منقح ہوکر سامنے آجائے۔(۲)

---

(۱) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، پیش لفظ، امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص:۲۶، مکتبہ الحق ممبئی

(۲) معجم المصنفین، ص:۴/۱۷۰، مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۲۵۱

بعض مرتبہ بعض اراکین امام صاحب کے سامنے ایک دوسرے کی تردید کرتے تو امام صاحب جانبین کے دلائل سن کر واضح فیصلہ فرماتے، علامہ کردریؒ امام صاحب کے نبیرہ اسماعیل بن حماد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

> ایک مرتبہ امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ کے داہنے جانب بیٹھے تھے اور امام زفر بائیں جانب اور دونوں ایک مسئلہ میں بحث کرنے لگے، جب امام ابو یوسفؒ کوئی دلیل پیش کرتے تو امام زفر اس کی تردید کر دیتے اور جب امام زفر کوئی دلیل پیش کرتے تو امام ابو یوسفؒ اس کی تضعیف کر دیتے، یہ مباحثہ ظہر تک جاری رہا، جب ظہر کی اذان ہوئی تو امام ابو حنیفہؒ نے امام زفر کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا: زفر ایسے شہر کی سرداری کی طمع نہ کر جس میں ابو یوسف رہتے ہیں اور امام ابو یوسف کے حق میں فیصلہ فرمایا۔(۱)

مشہور تذکرہ نگار موفق نے مجلس وضع قوانین کی یوں تصویر کشی کی ہے:

> امام ابو حنیفہ جب بیٹھتے تو ان کے ارد گرد ان کے اصحاب اور تلامذہ بیٹھ جاتے، جن میں قاسم بن معن عافیہ بن یزید، داؤد طائی، زفر بن ہذیل، اور انہیں کے مرتبے کے لوگ ہوتے، اس کے بعد کسی مسئلے کا ذکر چھیڑا جاتا، پہلے امام کے تلامذہ اپنی اپنی معلومات کے لحاظ سے بحث کرتے، اور خوب بحث کرتے، یہاں تک کہ ان کی آواز بلند ہو جاتی، جب باتیں بڑھ جاتیں تب آخر میں امام صاحب تقریر شروع کرتے، امام صاحب کی تقریر جس وقت شروع ہوتی لوگ خاموش ہو جاتے اور جب تک امام صاحب تقریر فرماتے رہتے مجلس

---

(۱) مناقب ابو حنیفہ للکردری ۲/۳۹۶، دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۸۱ء

پر سکوت طاری رہتا، گویا کوئی اس مجلس میں موجود ہی نہیں ہے، پھر جب امام صاحب اپنی بات مکمل کر لیتے تو ان کے تلامذہ متکلم فیہ مسئلہ کو یاد کرنے میں مشغول ہو جاتے۔(۱)

فقہ تقدیری

فقہ حنفی کی غیر معمولی شہرت و مقبولیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام صاحب کی شوریٰ میں صرف پیش آمدہ واقعات و حادثات پر بحث نہیں ہوتی تھی؛ بلکہ غیر پیش آمدہ واقعات کے حل کی جانب بھی خصوصی توجہ دی جاتی تھی؛ تاکہ جب واقعہ پیش آئے تو اس کا حل ممکن ہو اور عمل کرنا آسان ہو، امام صاحب نے شوریٰ کے توسط سے ایسے اصول مرتب کیے کہ ہر زمانے میں پیش آمدہ مسائل کا حل بآسانی دریافت کیا جا سکے، امام صاحب کے تقدیری مسائل سے شغف کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے جس کو خطیبؒ نے نقل کیا ہے:

> نضر بن محمد کہتے ہیں کہ ابو قتادہ کوفہ آئے اور ابو بردہ کے گھر قیام کیا، ایک دن باہر نکلے تو لوگوں کی بھیڑ ان کے گرد جمع ہو گئی، قتادہ نے قسم کھا کر کہا جو شخص بھی حلال وحرام کا مسئلہ دریافت کرے گا میں ضرور اس کا جواب دوں گا، امام ابو حنیفہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ابو الخطاب (ان کی کنیت ہے) آپ اس عورت کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ جس کا شوہر چند سال سے غائب رہا، اس نے یہ یقین کر کے کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے دوسرا نکاح کر لیا، اس کے بعد پہلا شوہر بھی آ گیا، آپ اس کے مہر کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اور جو بھیڑ ان کو گھیرے کھڑی تھی ان سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر اس مسئلہ کے جواب

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۴۰۸

میں یہ کوئی حدیث روایت کریں گے تو غلط روایت کریں گے اور اگر
اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے تو وہ بھی غلط ہوگا، قتادہ بولے کیا
خوب! کیا یہ واقعہ پیش آچکا ہے، امام صاحب نے فرمایا نہیں،
انہوں نے کہا پھر جو مسئلہ ابھی تک پیش نہیں آیا اس کا جواب مجھ سے
کیوں دریافت کرتے ہو، امام صاحب نے فرمایا کہ ہم حادثہ پیش
آنے سے قبل اس کے لیے تیاری کر لیتے ہیں تا کہ جب پیش
آجائے تو اس سے نجات کی راہ معلوم رہے، قتادہ ناراض ہوکر
بولے خدا کی قسم میں حلال وحرام کا مسئلہ تم سے بیان نہیں کروں گا،
ہاں کچھ تفسیر کے متعلق پوچھنا ہو تو پوچھو! اس پر امام صاحب نے
ایک تفسیری سوال کیا قتادہ اس پر بھی لا جواب ہوگئے اور ناراض
ہوکر اندر تشریف لے گئے۔(۱)

اس واقعہ سے امام صاحب کی ذکاوت وذہانت اور فقہ سے گہری وابستگی کے ساتھ فرضی اور بعد میں پیش آنے والے مسائل کی طرف ان کی غایت انہماک واہتمام کا پتہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے، موفق احمد مکی نے امام صاحب کے حوالے سے لکھا ہے: اہل علم کو چاہئے کہ جن باتوں میں لوگوں کے مبتلا ہونے کا امکان ہے، ان کو بھی سوچ لیں تا کہ اگر واقعہ ہی ہو جائے تو انہیں انوکھی بات نظر نہ آئے، بلکہ معلوم رہنا چاہئے کہ ان امور میں اگر کسی کو مبتلا ہی ہونا پڑے تو شرعا ابتلا کے وقت کیا کرنا چاہئے اور مبتلا ہونے کے وقت شریعت نے کیا صورت بتائی ہے، قیس بن الربیع کہتے ہیں امام صاحب ان مسائل کو سب سے زیادہ جانتے تھے جن کا وجود نہیں ہوا تھا۔(۲)

---

(۱) خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی، تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء
(۲) مناقب موفق بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ مصنفہ مفتی عزیز الرحمٰن ص:۱۷۹

مجموعہ قوانین کی ترتیب

امام ابوحنیفہ نے مجموعہ قوانین کی تدوین کے لئے جو ترتیب مقرر کی، آج تک فقہ کی کتب اسی ترتیب سے مدون کی جارہی ہے، آپ نے تدوین کا آغاز مسائل طہارت سے کیا ہے، اس کے بعد عبادات کے ابواب مدون کرائے، پہلے آپ نے نماز کے احکام میں ایک رسالہ جمع کرایا تھا، اس کا نام ''کتاب العروس'' رکھا، اس رسالے کی مقبولیت سے حوصلہ پاکر آپ نے مزید ابواب پر کام جاری رکھا، مناقب ابی حنیفہ کے مصنف موفق احمد مکی نے لکھا ہے:

> امام ابوحنیفہ نے فقہ کی تدوین کا کام کیا تو اس کو ابواب اور کتب پر مرتب فرمایا، پہلے طہارت پھر نماز پھر پے در پے دیگر عبادات کے ابواب کو مرتب کیا، اس کے بعد معاملات کو ذکر کیا اور سب سے اخیر میں میراث کو ذکر کیا، سب سے پہلے طہارت اور نماز کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر مکلّف ایمان کے بعد سب سے پہلے عبادات کا مخاطب ہوتا ہے اور عبادات میں نماز سب سے خاص اور وجوب کے اعتبار سے سب سے عام ہے، اس لئے نماز کو مقدم کیا اور معاملات کو مؤخر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ معاملات میں اصل عدم ہے، کیوں کہ اصل برأۃ ذمہ ہے اور وصیت اور میراث پر اس لئے ختم کیا کہ یہی انسان کے آخری احوال ہیں۔(۱)

مجموعہ مسائل

امام صاحب ۱۲۰ھ میں اپنے استاذ حضرت حماد کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱؍۹۴،۳۹ تبییض الصحیفہ ص:۲۱

۱۵۰ھ میں عالم ناسوت سے دار بقا کو چلے گئے، اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحب کا شورائی نظام تقریباً تیس سال پر محیط ہے؛ لیکن بعض حضرات کی رائے ہے کہ ۲۲ سال کی مدت میں امام صاحب نے قانونِ اسلامی اور فقہ حنفی کو مدون کیا ہے، خیر یہ مدت تیس سال ہو یا بائیس سال، اس طویل المیعاد مدت میں اس شوریٰ نے کس قدر مسائل کا استنباط کیا، اس میں بھی علماء کے اقوال مختلف ہیں، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار رہے، شمس الائمہ کردریؒ لکھتے ہیں کہ یہ مسائل چھ لاکھ تھے، علامہ موفق بن احمد مکیؒ نے بھی چھ لاکھ کا قول نقل کیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ فقہ حنفی کی کتابوں سے اس کی تائید ہوتی ہے، مولانا گیلانی کا خیال ہے کہ اگر ان روایات کو مبالغہ آمیز بھی قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام صاحب کے وضع کردہ اصول وکلیات سے بعد میں فقہاء نے جن مسائل کا استنباط کیا ان کی تعداد لاکھوں میں ہے، چوں کہ ان کی بنیاد امام صاحب کے کلیات پر قائم تھی، اس لئے انہیں بھی امام صاحب کی طرف منسوب کردیا گیا۔(۱) لیکن محققین کی رائے ہے کہ امام صاحب کی شوریٰ کے ذریعہ فیصل ہونے والا مجموعہ ۸۳ ہزار دفعات پر مشتمل تھا، جس میں ۳۸ ہزار مسائل عبادات سے متعلق تھے، باقی ۴۵ ہزار مسائل کا تعلق معاملات وعقوبات سے تھا، اور امام صاحب کو جب کوفہ سے بغداد جیل منتقل کیا گیا تب بھی تدوین فقہ کا سلسلہ جاری رہا اور امام محمدؒ کا تعلق امام ابوحنیفہؒ سے یہیں قائم ہوا اور اضافہ کے بعد اس دستوری خاکہ میں کل مسائل کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی۔(۲)

تدوین فقہ کے بانی

امام صاحب نے فقہی قانون کا مجموعہ تیار کرایا اور جس ترتیب پر اسے قائم کیا آپ خود ہی اس کے موجد تھے، آپ کے سامنے کوئی نمونہ نہیں تھا جس سے آپ نے کلی یا جزئی

---

(۱) امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص: ۲۶۹

(۲) دفاع امام ابوحنیفہ ص: ۱۲۶، فتاویٰ رحیمیہ ۱/۱۳۶، سیرۃ النعمان، ص: ۱۵۴

طور پر استفادہ کیا ہو، آپ نہ صرف تدوین کے اس اسلوب کے بانی ہیں جس پر بعد میں تمام مجتہدین نے اپنی اپنی فقہ مدون کی، بلکہ بعض مباحث ایسے ہیں جن پر آپ سے پہلے کسی نے مستقل بحث نہیں کی تھی، مثلاً امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط وضع کی، ان سے پہلے اس موضوع پر کسی کی کوئی مستقل تحریر نہیں تھی۔(۱)

ارکان شوریٰ

امام اعظمؒ نے دستور اسلامی کی مجلس تدوین میں جن جن عظیم المرتبت اشخاص کا انتخاب کیا تھا، اس مجلس فقہ کے ارکان کی تعداد کے بارے میں امام صاحب کے سوانح نگاروں کے اقوال میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض نے یہ تعداد چالیس بتائی ہے، بعض کتابوں میں یہ تعداد دس ذکر کی گئی ہے، بعض کتابوں میں تیس ارکان کا ذکر ہے، خطیب بغدادی نے امام صاحب کے پوتے اسماعیل بن حماد کا قول نقل کیا ہے کان أصحاب أبي حنيفة عشرة کہ امام صاحب کے اصحاب (شرکائے مجلس) دس تھے، ایک اور راوی کے حوالے سے انہوں نے اسماعیل بن حماد کی یہ مشہور روایت بھی بیان کی ہے کہ انہوں نے خود امام ابوحنیفہ کو فرماتے ہوئے سنا أصحابنا هؤلاء ستة وثلاثون رجلا (ہمارے یہ اصحاب چھتیس افراد ہیں) تاہم خطیب نے ان میں سے صرف چوبیس ارکان کے نام درج کئے ہیں۔(۲)

علامہ صیمری نے بھی اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔(۳) موفق احمد مکی نے ارکان کی تعداد تیس بیان کی ہے، مگر انہوں نے بارہ ارکان مجلس کے نام درج کئے ہیں، علامہ شبلی نے سیرت النعمان میں اسد بن فرات کے حوالے سے روایت کی ہے امام ابوحنیفہ کے ارکان جو تدوین فقہ میں شریک تھے وہ چالیس تھے۔(۴) ڈاکٹر محمد حمید اللہ

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ص:۳۹۴ (۲) تاریخ بغداد ۱۴/۲۵۰ (۳) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص:۱۵۲

(۴) سیرۃ النعمان، شبلی نعمانی، ص۲۱۳، مکتبہ دار الکتاب دیوبند

نے بھی ارکان کی تعداد چالیس بتائی ہے اور انیس ارکان کے نام درج کئے ہیں۔(۱) ڈاکٹر محمد میاں صدیقی اور مفتی عزیز الرحمٰن نے چالیس ارکان کے ناموں کی فہرست دی ہے، لیکن افتخار الحسن میاں نے اپنے مضمون ''امام ابو حنیفہ کی مجلس فقہ'' میں چالیس ارکان کے حصر کا انکار کیا ہے، ان کی رائے ہے کہ تلاش وجستجو کے بعد اس تعداد میں اضافہ ہوسکتا ہے، چنانچہ انہوں نے ارکان مجلس کی تعداد پچاس ذکر کر کے ان کا مختصر تعارف ذکر کیا ہے۔(۲)

بہر حال اس اختلاف سے قطع نظر دو باتیں زیادہ مشہور ہیں کہ امام صاحب کے ارکان مجلس کی تعداد چالیس تھی اور خصوصی کمیٹی کے ارکان کی تعداد دس تھی (۳) احقر نے اسی مشہور قول کو اختیار کیا ہے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) امام زفر م ۱۵۸ھ (۲) مالک بن مغول م۱۵۹ھ (۳) داؤد طائی م ۱۶۰ھ (۴) مندل بن علی م ۱۶۸ھ (۵) نضر بن عبد الکریم م ۱۶۹ھ (۶) عمرو بن میمون م ۱۷۱ھ (۷) حبان بن علی م ۱۷۲ھ (۸) ابو عصمہ م ۱۷۳ھ (۹) زہیر بن معاویہ م ۱۷۳ھ (۱۰) قاسم بن معن م ۱۷۵ھ (۱۱) حماد بن الامام الاعظم م ۱۷۶ھ (۱۲) ہیاج بن بسطام م ۱۷۷ھ (۱۳) شریک بن عبد اللہ م ۱۷۸ھ (۱۴) عافیہ بن یزید م۱۸۰ھ (۱۵) عبد اللہ بن مبارک م ۱۸۱ھ (۱۶) امام ابو یوسف م۱۸۲ھ (۱۷) محمد بن نوح م۱۸۲ھ (۱۸) ہشیم بن بشیر السلمی م ۱۸۳ھ (۱۹) ابو سعید یحییٰ بن زکریا م ۱۸۴ھ (۲۰) فضیل بن عیاض م ۱۸۷ھ (۲۱) اسد بن عمر م ۱۸۸ھ (۲۲) محمد بن الحسن م ۱۸۹ھ (۲۳) یوسف بن خالد م ۱۸۹ھ (۲۴) علی بن مسہر م ۱۸۹ھ (۲۵) عبد اللہ بن ادریس م۱۹۲ھ (۲۶) فضل بن موسیٰ م ۱۹۲ھ (۲۷) علی بن طبیان م۱۹۲ھ (۲۸) حفص بن غیاث م۱۹۴ھ (۲۹) وکیع بن جراح م ۱۹۷ھ (۳۰) ہشام بن یوسف م ۱۹۷ھ (۳۱) یحییٰ بن سعید القطان م ۱۹۸ھ (۳۲) شعیب

---

(۱) امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ڈاکٹر حمید اللہ، ص ۲۱، اسلامک پبلیکیشنز سوسائٹی حیدر آباد ۱۹۵۷ء
(۲) امام ابو حنیفہ، حیات، فکر اور خدمات، مرتب محمد طاہر منصوری ص: ۲۱۷، اریب پبلیکیشنز نئی دہلی ۲۰۰۹ء
(۳) تقدمہ نصب الرایہ للزیلعی ۱/۳۸

بن اسحاق م ۱۹۸ھ (۳۳) حفص بن عبد الرحمٰن م ۱۹۹ھ (۳۴) ابو مطیع بلخی م ۱۹۹ھ (۳۵) خالد بن سلیمان م ۱۹۹ھ (۳۶) عبد الحمید م ۲۰۳ھ (۳۷) حسن بن زیاد م ۲۰۴ھ (۳۸) ابو عاصم النبیل م ۲۱۲ھ (۳۹) مکی بن ابراہیم م ۲۱۵ھ (۴۰) حماد بن دلیل م ۲۱۵ھ۔(۱)

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی ایک فقہ اکیڈمی تھی جس میں ان کے ممتاز تلامذہ ان کے معاون اور شریک کار تھے اور امام صاحب مجتہد فیہ مسائل کو اجتماعی طور پر حل کیا کرتے تھے؛ لیکن ان حضرات کے اسمائے گرامی اور سنین ولادت ووفات کا عمومی جائزہ لیا جائے تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہ تمام تلامذہ اکیڈمی کے قیام کے وقت سے ہی ان کے شریک کار تھے، جیسے کہ امام محمدؒ کی سن پیدائش ۱۳۲ھ اور یحییٰ بن ابوزائدہ کی سن پیدائش ۱۲۰ھ ہے اور عبداللہ بن مبارک کی سن پیدائش ۱۱۸ھ ہے جب کہ امام صاحب کی شوریٰ ۱۲۰ھ یا ۱۲۸ھ سے قائم ہے، تو یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ یہ تلامذہ اسی وقت سے ان کی کمیٹی میں داخل ہو گئے تھے، اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحبؒ نے وقتاً فوقتاً اپنے تلامذہ کو اپنے کارِ اجتہاد میں شریک کیا تھا، آپ کے بعض تلامذہ ایسے بھی تھے کہ جب آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے تو آپ سے جدا ہونا حرماں نصیبی تصور کیا اور تاحیات آپ کے علمی سرچشمے سے تشنگیٔ علم کو فرو کرتے رہے، یہی تلامذہ جو درحقیقت خود بھی اجتہاد کے درجے پر فائز تھے، آپ کی اکیڈمی کے رکن رکین تھے، انہیں خادمانِ فقہ حنفی نے تقریباً تیس سال کی مدت میں فقہ حنفی کی تدوین کا عظیم الشان اور لازوال کارنامہ انجام دیا ہے، اسی بنا پر یہ تعداد کتابوں میں مختلف ہے، اس لئے کہ بعض حضرات اس کمیٹی میں چند سال تک شریک رہے، پھر اپنے وطن کو چلے گئے، اس طرح کمیٹی کے افراد میں کمی بیشی ہوتی رہی، جزاهم الله خير الجزاء.

---

(۱) الجواہر المضیہ :۱۴۱/۱، بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ، مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، ص:۱۷۸

مجلس شوریٰ کی خصوصیات

امام صاحب کی مجلس شوریٰ کی امتیازی خصوصیات کا جائزہ لیا جائے تو چند چیزیں ابھر کر سامنے آتی ہیں:

(۱) امام صاحب نے تدوین فقہ کا کام اجتماعی کوشش کے ذریعہ انجام دینے کا فیصلہ کیا، امام صاحب سے پہلے بھی تدوین فقہ کا کام انجام دیا جارہا تھا، لیکن یہ سب کوششیں انفرادی تھیں اور اجتماعی کوشش میں انفرادی سعی کے مقابلے میں غلطی کا امکان بہت کم رہتا ہے۔

امام صاحب کے یہ تلامذہ خود بھی اجتہاد کے مرتبہ پر فائز تھے، اس لئے امام صاحب نے اپنے تلامذہ سے تدوین فقہ میں شریک ہونے اور تعاون کرنے کی درخواست کی تھی، موفق احمد مکی کا بیان ہے کہ ایک دن امام صاحب نے اپنے چالیس شاگردوں سے کہا تم سب میرے جلیل القدر ساتھی، میرے دل کے راز داں اور میرے غمگسار ہو، میں فقہ کی اس سواری کو زین اور لگام لگا کر تمہارے سپرد کر چکا ہوں، اب تمہیں چاہئے کہ میری مدد کرو، کیوں کہ لوگوں نے مجھے دوزخ کا پل بنا دیا ہے سہولت تو دوسروں کو ہوتی ہے اور بوجھ میری پیٹھ پر رہتا ہے۔(۱)

(۲) فقہ کی تدوین میں جن جن علوم وفنون کے ماہرین کی ضرورت تھی امام صاحب نے تمام لوگوں کو جمع کر لیا تھا، اس لئے آپ کی شوریٰ میں جامعیت اور کمال پایا جاتا تھا۔

(۳) جن مسائل میں نصوص موجود نہیں تھے اور قیاس کی بھی بظاہر گنجائش نہیں تھی وہاں امام صاحب تجربے اور عرف کی بنا پر فیصلہ کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک دن یہ سوال آیا کہ بلوغ کی عمر کیا ہے؟ اس دن مجلس فقہ میں تیس شاگرد تھے، امام صاحب نے سب سے پوچھا کہ وہ کب بالغ ہوئے؟ اکثر نے اٹھارہواں سال بتایا اور چند نے انیس، اس پر انہوں

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۳۳ بحوالہ امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ ص ۲۱

نے اکثریت کے تجربے پر اٹھارہ سال مقرر فرمایا۔(۱)

(۴) امام صاحب کی مجلس فقہ کا ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ آپ کے یہاں تمام اراکین کو بحث ومباحثہ کی کھلی آزادی تھی، تمام اراکین اگرچہ آپ کے شاگرد تھے لیکن آپ نے کھل کر بحث ومباحثہ کا عادی بنادیا تھا، اس لئے وہ لوگ امام صاحب کی دلیل پر بھی کھل کر تنقید کیا کرتے تھے اور بہت سے مسائل میں ان کا اختلاف باقی رہا۔

(۵) امام صاحب کا یہ شورائی نظام حضرات خلفائے راشدین کے شورائی نظام کے مشابہ تھا، اور جو انداز حضرات خلفاء راشدین کے یہاں مسائل کو حل کرنے کا تھا وہی نظام امام صاحب نے بھی رائج فرمایا تھا، گویا آپ نے اپنے اس عمل میں حضرات شیخین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی پیروی کی تھی۔

(٦) اس شورائی نظام میں صرف پیش آمدہ مسائل ہی حل نہیں کئے جاتے؛ بلکہ غیر پیش آمدہ مسائل اوران مسائل کے حل کی طرف بھی توجہ دی جاتی تھی جس کا کسی زمانے میں بھی پیش آنے کا امکان تھا۔

امام صاحب کے مخصوص تلامذہ

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ فقہ حنفی کی تدوین میں امام صاحب کے چالیس تلامذہ شریک تھے، لیکن ان میں بھی دس تلامذہ سابقین اولین میں سے تھے، جیسا کہ طحاویؒ نے اسد بن فرات سے نقل کیا ہے:

كان أصحاب أبي حنيفة الذين دونوا الكتب أربعين رجلا فكان في العشرة المتقدمين أبو يوسف، زفر بن هذيل وداؤد الطائي وأسد بن عمر و،يوسف بن

(۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۵۷

خالد السمتي ويحىٰ بن زكريا بن أبي زائدة.(۱)

امام صاحب کے تلامذہ جنھوں نے فقہ حنفی کو مدون کیا چالیس ہیں ان میں دس سابقین میں سے: ابو یوسفؒ، زفر بن ہذیل، داؤد طائی، اسد بن عمرو، یوسف بن خالد سمتی، یحیٰ بن زکریا بن ابوزائدہ ہیں۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چالیس افراد کی دستوری کمیٹی کے علاوہ دس یا بارہ افراد پر مشتمل ایک دوسری خصوصی کمیٹی تھی، جو فیصلے کو آخری شکل دیتی تھی اور حتمی نتائج پر پہنچتی تھی، جیسا کہ صیمری نے امام زفرؒ کے متعلق لکھا ہے:

ثم انتقل إلى أبي حنيفة فكان أحد العشرة الأكابر الذين دونوا الكتب مع أبي حنيفةؒ.(۲)

پھر امام ابوحنیفہؒ کے پاس آئے اور امام صاحب کے ان دس لوگوں کی خصوصی کمیٹی کے رکن بنے جنھوں نے فقہ حنفی کو مدون کیا۔

ذیل میں انہیں سابقین فقہ حنفی اور تدوین فقہ کی دستوری کمیٹی کے ارکان کے مختصر حالات قلم بند کیے جاتے ہیں:

امام ابو یوسفؒ (۱۱۳ھ-۱۸۲ھ)

آپ کا اصل نام یعقوب بن ابراہیم ہے، کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۲ھ میں وفات پائی، معاشی اعتبار سے بہت کمزور تھے، لیکن علم کا شغف بچپن ہی میں پیدا ہوگیا تھا، والد کی خواہش تھی کہ آپ کوئی کام کریں اور گھر کا انتظام کریں، لیکن امام صاحب کی صحبت فیض رسا نے مالی اعتبار سے بھی بے نیاز کردیا اور علمی دنیا میں قاضی القضاۃ کے مقام تک پہنچادیا، خلیفہ مہدی نے ۱۶۶ھ میں قاضی کے عہدہ پر مامور کیا، مہدی کے بعد اس کے

(۱) تقدمہ نصب الرایہ، للشیخ زاہد حسن الکوثری ص:۳۸۱

(۲) اخبار ابی حنیفہ ص ۱۰۷

جانشین ہادی نے بھی اسی عہدہ پر بحال رکھا، پھر خلیفہ ہارون رشید نے آپ کے لیاقت واہلیت سے واقف ہوکر بلادِ اسلامیہ کا قاضی القضاۃ بنادیا، یہ وہ عہدہ تھا جو تاریخ اسلام میں کسی کونصیب نہیں ہوا تھا، آپ کے عہدۂ قضاء پر فائز ہونے سے فقہ حنفی کو بڑا عروج حاصل ہوا، آپ فقہاء رائے میں اولین فقیہ ہیں جنہوں نے فقہی مسائل کواحادیث نبویہ سے مؤید کیا، آپ اصحاب ابوحنیفہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث کہلاتے تھے، آپ کے مشہور شیوخ الحدیث میں ابواسحاق الشیبانی، سلیمان التیمی، یحییٰ بن سعید انصاری، سلمان الاعمش، ہشام بن عروہ، عطاء بن السائب، حسن بن دینار، لیث بن سعد ہیں، امام ابویوسف حدیث میں امام احمد بن حنبل کے اولین شیخ ہیں۔

آپ کے دیگر ممتاز تلامذہ میں امام محمد بن حسن الشیبانی، یحییٰ بن معین، علی بن مسلم طوسی، حسن بن شبیب شامل ہیں، سب سے پہلے امام ابویوسف نے اصول فقہ میں طبع آزمائی کی، شیخ ابوزہرہ کے مطابق آپ نے یحییٰ بن خالد کی فرمائش پر چالیس گراں قدر کتب تصنیف کی جب کہ ہارون رشید کے خط کے جواب میں کتاب الخراج تصنیف کی، امام ابویوسف تصنیف وتالیف کی طرف امام صاحب کی رحلت کے بعد متوجہ ہوئے، کیوں کہ ان کی زندگی میں مجلس فقہ کے سکریٹری کے طور پر مجلس کے استنباط کردہ متفقہ مسائل قلم بند کرنے پر مامور تھے، امام ابویوسف نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں انہوں نے اپنے اوراپنے استاذ کے افکار ونظریات کومدون کیا ہے، ابن الندیم نے ان تمام کتابوں کی فہرست دی ہے، ان میں کتاب الخراج، اختلاف ابن ابی لیلیٰ، الردعلی سیر الاوزاعی زیادہ مشہور ہیں، فقہ میں ان کا جو مقام تھا اس سے کون انکار کرسکتا ہے، امام ابوحنیفہ کوخود ان کے مقام کا اعتراف تھا، دیگر ائمہ مجتہدین بھی ان کے حدتِ ذہن اور قوتِ فہم کے معترف تھے، امام اعمش ایک مشہور محدث ہیں، انہوں نے امام ابویوسف سے ایک مسئلہ پوچھا، انہوں نے جواب بتایا امام اعمش نے کہا اس پر کوئی سند بھی ہے؟ امام ابویوسف نے فرمایا کہ ہاں وہ حدیث ہے جو فلاں موقع پر آپ نے مجھ سے بیان کی تھی، امام اعمش نے کہا یعقوب یہ

حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے جب تمہارے والدین کا عقد بھی نہیں ہوا تھا، لیکن اس کا صحیح مطلب آج سمجھ میں آیا۔

ابن خلکان نے نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسف کے والد کا انتقال بچپن میں ہو گیا تھا، ان کی والدہ ان کو کام پر بھیجتی تھیں، لیکن امام ابو یوسف علم کی پیاس بجھانے کے لئے امام صاحب کے حلقے میں آجاتے، ان کی والدہ ان کو بارہا وہاں سے لے جاتی، ایک مرتبہ ان کی والدہ نے امام صاحب سے کہا آپ کیوں میرے بچے کو خراب کر رہے ہیں، میں ایک غریب عورت ہوں میں چاہتی ہوں کہ یہ کچھ کام کرے اس پر امام صاحب نے فرمایا یہ تو پستہ کا فالودہ کھانا سیکھ رہا ہے، ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ پستہ کا فالودہ کھائے گا، امام ابو یوسف فرماتے ہیں میں امام صاحب کے دامن سے مضبوطی سے وابستہ ہو گیا، یہاں تک کہ میں منصب قضا پر فائز ہو گیا اور ہارون رشید کے ساتھ ان کے دستر خوان پر کھانے لگا، ایک مرتبہ ہارون رشید فالودہ لے کر آئے اور مجھ سے کہا یعقوب اس میں سے کھائیے، ہارون رشید روزانہ اس طرح نہیں کرتے تھے، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ پستہ کا فالودہ ہے تو میں ہنس پڑا، ہارون رشید نے پوچھا آپ کیوں ہنسے؟ تو ان کے اصرار پر مجھے پورا واقعہ بیان کرنا پڑا، ہارون رشید کو واقعہ سن کر بڑا تعجب ہوا، کہنے لگے علم انسان کو دین اور دنیا دونوں جگہ نفع پہونچاتا ہے، اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ پر رحم کرے وہ اپنے عقل کی آنکھ سے وہ دیکھ لیا کرتے تھے جو لوگ سر کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔(۱)

امام محمدؒ (۱۳۲ھ-۱۸۹ھ)

آپ کا نام محمد بن حسن اور کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ کی ولادت ۱۳۲ھ اور وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی، امام صاحب کی وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی، اس لیے زیادہ مدت تک امام صاحب سے استفادہ نہ کر سکے، اس لیے ان کا شمار فقہ حنفی کے اولین سابقین

(۱) تاریخ ابن خلکان، ترجمہ امام ابو یوسف ۳۸۱/۶ ڈیجیٹل لائبریری

میں نہیں ہوتا؛ لیکن انھوں نے امام صاحب کے بعد امام ابو یوسف سے فقہ حنفی کی تکمیل کر کے تدوین فقہ کی طرف خاص توجہ دی، اور حقیقت یہ ہے کہ فقہ حنفی کو متاخرین تک نقل کرنے کا سہرا امام محمدؒ کے سر جاتا ہے اور آج امام محمدؒ کی کتابیں ہی احناف کے لیے آنکھوں کا سرمہ ہیں، فقہ حنفی میں امام محمد کی حیثیت وہی ہے جو کسی عالیشان محل کے صحن میں خوبصورت برقی قمقموں والی جھومر کی ہوتی ہے یعنی فقہ حنفی کی پوری چمک دمک امام محمد سے وابستہ ہے، کوئی حنفی امام محمدؒ کی کتابوں سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ امام محمدؒ کو فقہ حنفی کا دوسرا بازو شمار کیا جاتا ہے، امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے تفقہ فی الدین کے منازل طے کرنے کے بعد انہیں شیخ المدینہ امام مالک بن انس سے بھی فقہ وحدیث پڑھنے کا موقع ملا وہ تین سال ان کی خدمت میں رہے، امام مالک سے انہوں نے موطا پڑھی اور اسے مدون کیا، ان کا تیار کردہ موطا کا نسخہ اصح النسخ شمار ہوتا ہے، انہوں نے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف سے براہ راست فقہ حنفی روایت کی اور اس روایت میں اہل مدینہ اور اہل کوفہ کے اسالیب میں توافق پیدا کیا، ان کی جو تالیفات صغیر کے نام سے موسوم ہیں ان میں وہ مسائل ہیں جن میں وہ ابو یوسف سے متفق ہیں، تاہم کبیر کے نام سے موسوم کتب انہوں نے امام ابو یوسف کے سامنے پیش نہیں کیا تھا، امام محمد کی کتابیں فقہ حنفی کا اولین مرجع شمار کی جاتی ہیں، امام محمدؒ کی کتابیں استناد کے اعتبار سے دو درجوں میں منقسم ہیں:

قسم اول: کتب ظاہر الروایت ہیں جو مندرجہ ذیل کتب ہیں: (۱) جامع صغیر (۲) جامع کبیر (۳) سیر صغیر (۴) سیر کبیر (۵) مبسوط (۶) زیادات، ان کو ''اصول'' بھی کہا جاتا ہے، فقہ حنفی کا زیادہ تر اعتماد انہی کتابوں پر ہے۔

قسم ثانی: اس میں وہ کتابیں ہیں جو آپ کی طرف منسوب ہونے میں قسم اول کے برابر نہیں ہیں ان میں یہ کتابیں شامل ہیں: (۱) کیسانیات (۲) ہارونیات (۳) جرجانیات (۴) رقیات (۵) الزیادات، مندرجہ بالا کتابوں کو غیر ظاہر الروایت اور

نوادر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

امام زفرؒ (۱۱۰ھ-۱۵۸ھ)

کوفہ ان کا مولد ہے، امام صاحب کی شوریٰ کے اہم رکن تھے، قیاس واستنباط میں یدطولیٰ رکھتے تھے، امام صاحب بھی ان کے قیّاس مزاج اور قیاسی واستنباطی مسائل کی تعریف کیا کرتے تھے، ایک موقع پر ان کے بارے میں فرمایا هو أقيس أصحابي وہ میرے اصحاب میں قیاس میں سب سے زیادہ ماہر ہیں۔

امام صاحب کے دونوں ارشد تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے صحبت کے اعتبار سے مقدم تھے، فقہ حنفی میں ان کا درجہ امام ابو یوسفؒ کے ہم پلہ اور امام محمدؒ سے زیادہ شمار کیا جاتا ہے، امام زفرؒ کے مرتبہ کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جس کو صیمری نے امام صاحب کے نبیرہ اسماعیل بن حماد کے حوالے سے نقل کیا ہے ''کہ ایک دن امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میرے ۳۱ شاگرد ہیں ان میں ۲۸ قاضی بن سکتے ہیں اور چھ مفتی بن سکتے ہیں اور دو یعنی ابو یوسف اور زفر دونوں گروہ کے استاذ اور مربی بن سکتے ہیں۔(۱)

اس واقعہ میں امام صاحب نے امام زفر کو اپنے اراکین شوریٰ کا استاذ قرار دیا ہے، امامِ زفر قیاس واجتہاد میں اس درجہ ماہر تھے کہ قیاس ہی ان کی شان وپہچان بن گئی، تاریخ بغداد میں چاروں بزرگوں کا تقابل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ایک شخص امام مزنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا کہ ابوحنیفہؒ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ مزنی نے کہا اہل عراق کے سردار ہیں، اس نے پھر پوچھا: ابو یوسف کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ مزنی بولے وہ سب سے زیادہ حدیث کا اتباع کرنے والے ہیں،

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص:۱۵۲

اسی شخص نے پھر کہا امام محمد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں مزنی فرمانے لگے وہ تفریعات میں سب سے فائق ہیں، وہ بولا اچھا تو زفرؒ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ امام مزنی نے کہا وہ قیاس میں سب سے ماہر ہیں۔(۱)

ان کا زمانہ طالب علمی تین ادوار پر مشتمل تھا، پہلے دور میں انہوں نے حفظ قرآن کے بعد اس کی قرأت اور تفسیر قرآن میں مہارت حاصل کی، دوسرے دور میں احادیث کا علم نامور محدث تابعین سے حاصل کیا اور اس میں درجہ کمال حاصل کیا، تیسرے دور میں آپ امام صاحب کی خدمت میں فقہ حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور اس میں اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر جو تبحر حاصل کیا وہ انہی کا حصہ تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ امام ابوحنیفہؒ کے بعد ان کی حلقہ درس کے جانشیں ہوئے، ان کے بعد مسند تدریس امام ابو یوسف کے حصہ میں آئی، بصرہ کا عہدۂ قضاء بھی ان کو ملا؛ لیکن فقہ حنفی میں ان کی کوئی تصنیف نہیں، اس لیے عموماً امام محمدؒ کے بعد ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے، امام زفر نے بے شمار فروع کے علاوہ بعض اصول میں بھی امام ابوحنیفہ سے اختلاف کیا ہے، اسی وجہ سے بعض اہل علم انہیں المجتہد المنسب کے بجائے مجتہد مطلق قرار دیتے ہیں، جب کہ اختلافی آراء کے بارے میں ان کا اپنا قول یہ ہے ما خالفت أبا حنيفة في قول إلا وقد كان أبو حنيفة يقول به میں نے کسی قول میں ابوحنیفہ کی مخالفت نہیں کی، مگر یہ کہ ابوحنیفہ بھی وہی کہا کرتے تھے۔(۲)

قاسم بن معنؒ (م ۱۷۵ھ)

کوفہ کے مدرسہ فقہ کے بانی، مشہور صحابی عبداللہ بن مسعود کے پڑپوتے ہیں، فقہ پر کافی عبور حاصل تھا اور عربیت وادب میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے، امام محمدؒ نے اپنی کتابوں

---

(۱) حیاتِ امام ابوحنیفہ ص:۳۰۳ (۲) الجواہر المضیئۃ ۱/۲۴۴، میر محمد، کتب خانہ کراچی

میں ان کے نام اور کنیت دونوں سے روایت کیا ہے، قاضی شریک بن عبد اللہ کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔(۱)

علم حدیث میں بھی اونچا مقام حاصل تھا، صحاحِ ستہ کے مصنفین نے ان سے روایت کی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کو ان سے خاص محبت تھی، یہ بھی منجملہ ان لوگوں کے ہیں جن کی نسبت امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ''تم لوگ میرے دل کی تسلی اور میرے غم کو مٹانے والے ہو'' ان کو بھی امام صاحب کے ساتھ نہایت عقیدت اور خصوصی تعلق تھا، ایک شخص نے پوچھا کہ آپ فقہ وعربیت دونوں کے امام ہیں ان دونوں علموں میں وسیع کونسا علم ہے؟ فرمایا کہ واللہ ابوحنیفہؒ کی ایک تحریر کل فن عربیت پر بھاری ہے، آپ کوفہ کے قاضی رہے، مگر معاوضہ نہیں لیتے تھے۔(۲)

عافیہ بن یزید (م ۱۸۰ھ)

فن حدیث میں بلند مقام پر فائز تھے، امام نسائی، ابوداؤد اور یحییٰ بن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے، بغداد کے قاضی تھے، خطیب نے لکھا ہے کہ عافیہ عالم وزاہد تھے، ایک مدت تک قاضی رہے پھر قضاء سے مستعفی ہوگئے۔(۳) امام صاحب کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے اور آپ کے شورائی کمیٹی کے اہم رکن تھے، امام صاحب ان کا بہت خیال کرتے؛ بلکہ ان کی رائے کے بغیر کچھ بھی دستوری کتاب میں تحریر نہ کیا جاتا تھا، صیمری نے اسحاق بن ابراہیم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

> ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کسی مسئلہ میں غور وخوض کرتے اور اس وقت عافیہ نہ ہوتے تو امام صاحب فرماتے اس کو ابھی مت لکھو اور جب عافیہ آتے اور سب کے رائے سے اتفاق کرتے تو امام صاحب فرماتے

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص ۱۵۰ (۲) سیرۃ النعمان، ص: ۲۳۰ (۳) سیر اعلام النبلاء ۷/۳۹۸

اس کو لکھو اور اگر وہ اتفاق نہ کرتے تو امام صاحب فرماتے اس کو مت لکھو۔(۱)

یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ (۱۱۹ھ-۱۸۲ھ)

علامہ شبلی نعمانیؒ نے سیرۃ النعمان میں امام طحاویؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ''امام صاحب کی شوریٰ میں لکھنے کی خدمت یحییٰ سے متعلق تھی اور وہ تیس برس تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے، آگے علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں کہ یہ مدت صحیح نہیں؛ لیکن کچھ شبہ نہیں کہ وہ بہت دنوں تک امام صاحب کے ساتھ تدوین فقہ کا کام کرتے رہے اور خاص کر تصنیف وتحریر کی خدمت انہی سے متعلق رہی'' (۲)

صیمری نے صالح بن سہیلؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

یحییٰ بن زکریاؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ حدیث اور فقیہ تھے، امام ابوحنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلسوں میں کثرت سے شریک ہوتے تھے۔(۳)

یہ امام صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور ایک مدت تک آپ کے ساتھ رہے تھے، یہاں تک کہ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو ''صاحب ابی حنیفہ'' کا لقب دیا ہے، تہذیب التہذیب میں ابن عیینہ کا قول ہے:

ما قدم علینا مثل ابن المبارك ویحیٰ بن أبي زائدة. ہمارے پاس ابن مبارک اور یحییٰ بن ابی زائدہ جیسے اہل علم نہیں آئے۔(۴)

---

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص:۱۴۹، تاریخ بغداد، ترجمۃ عافیہ بن یزید ۱۴/۲۵۴ ڈیجیٹل لائبریری

(۲) سیرۃ النعمان، ص:۲۱۶ (۳) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص:۱۵۰

(۴) ابن حجر عسقلانی علی بن محمد بن احمد، تہذیب التہذیب، باب من اسمہ یحییٰ ۱۱/۲۰۸، دائرۃ المعارف الہند ڈیجیٹل لائبریری

یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ کوفہ میں ثوری کے بعد یحییٰ بن ابی زائدہ سے زیادہ کوئی اثبت نہیں تھا، ابن ابی حاتمؒ سے منقول ہے کہ کوفہ میں سب سے پہلے یحییٰ بن ابی زائدہؒ نے کتاب لکھی۔ عجلی کہتے ہیں کہ یحییٰ بن ابی زائدہ مدائن کے قاضی تھے، علامہ لکھنوی لکھتے ہیں کہ کوفہ کے حفاظ محدثین اور صاحب مسند میں اُن کا شمار ہوتا تھا(۱) وکیع نے اپنی کتابوں کو یحییٰ بن ابی زائدہ کی کتاب کی ترتیب پر مرتب کیا تھا،۱۸۲ھ یا ۱۸۳ھ میں مدائن میں ان کا انتقال ہوا۔(۲)

یوسف بن خالد سمتی (م ۱۸۹ھ)

آپ امام صاحب کی شوریٰ کے رکن تھے اور طویل مدت تک امام صاحب کی صحبت میں رہ کر آپ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کرتے رہے، یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں امام صاحب کی فقہ کو رائج کیا، امام ابو یوسف جب قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ہارون رشید کے ہمراہ بصرہ تشریف لے گئے تو اس موقع پر وہ اپنے ہم مجلس دوست سے ملاقات کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے، امام ابو یوسف کے آنے پر لوگوں کو علم ہوا کہ یہ کتنے بڑے فقیہ اور محدث ہیں، امام بخاری، شیخ علی بن المدینی، ہلال بن یحییٰ جیسی عظیم المرتبت محدثین نے ان سے کسب فیض کیا، ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ان کی مرویات شامل کی ہیں۔(۳) امام صاحب ان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کو رخصت کرتے وقت امام صاحب نے ایک وصیت نامہ تحریر کر کے دیا تھا جو امام صاحب کے وصایا میں شامل ہے، اخیر عمر میں زہد وتقشّف کی زندگی بسر کی، قیاس میں بہت ماہر تھے؛ لیکن علم حدیث میں کوئی نمایاں مقام نہ تھا۔(۴)

---

(۱) الفوائد البھیۃ ص:۲۲۴ (۲) تہذیب التہذیب ۱۱/۲۰۹
(۳) الجواہر المضیۃ ۲/۲۲۷ (۴) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص:۱۵۰

داؤد طائی (م ۱۸۵ھ)

امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد ہیں اور تدوین فقہ میں امام صاحب کے شریک اور مجلس کے معزز ممبر تھے، علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے ''سیر اعلام النبلاء'' ۷/۴۲۲ میں ''الامام الفقیہ القدوۃ الزاہد'' سے ان کو یاد کیا ہے، فقہ واجتہاد کے امام تھے، امام محمدؒ نے بھی ان سے استفادہ کیا ہے، خاموش مزاج اور بہت کم گو تھے، ''امام محمدؒ کہتے ہیں: میں داؤد سے اکثر مسئلے پوچھنے جاتا اگر کوئی ضروری اور علمی مسئلہ ہوتا تو بتا دیتے ورنہ کہتے بھائی مجھے اور ضروری کام ہیں'' (۱)

اخیر عمر میں زہد وقناعت اور دنیا سے بے رغبتی کو ترجیح دی، علامہ صیمریؒ ان کے زہد وتقشّف کے واقعات ذکر کرتے ہوئے عمرو بن ذرؒ کا قول نقل کرتے ہیں: ''اگر داؤد الطائی صحابہ میں ہوتے تو ان میں نمایاں ہوتے'' محارب بن دثار کہتے ہیں کہ ''اگر داؤد الطائی پچھلی امتوں میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کا قصہ بیان کرتا'' عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: ''جب داؤد الطائی قرآن پڑھتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جواب سن رہے ہیں'' محمد بن سوید الطائی کہتے ہیں کہ ان کی بزرگی اور فضل وکمال کا یہ عالم تھا کہ جب انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس کو ترک کیا تو خود امام صاحب اکثر ان کی زیارت کے لیے آتے تھے۔ (۲)

اسد بن عمرو (م ۱۸۸ھ)

امام صاحب کے خاص تلامذہ میں سے ہیں اور چالیس ارکان کے علاوہ جو دس رکنی مخصوص کمیٹی تھی اس کے بھی رکن تھے، یہ پہلے شخص ہیں جن کو امام صاحب کی مجلس تصنیف میں تحریر کا کام سپرد ہوا، بہت بڑے رتبے کے شخص تھے، امام احمد بن حنبل نے ان سے

---

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص: ۱۱۲ (۲) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص: ۱۱۳ و ۱۱۶

روایت کی ہے اور یحی بن معین نے ان کی توثیق کی ہے، قیاس، استخراج کے علاوہ حدیث کی معرفت میں ماہرانہ حیثیت کے مالک تھے۔

ہلال رازی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہارون رشید مکہ معظّمہ گیا، طواف سے فارغ ہوکر وہ کعبہ میں داخل ہوا اور ایک جگہ بیٹھ گیا تمام اہل دربار کھڑے تھے، مگر ایک شخص ہارون رشید کے برابر بیٹھا تھا مجھ کو بہت تعجب ہوا لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا اسد بن عمرو ہیں، امام نسائی نے انہیں اصحاب ابی حنیفہ میں سے ثقہ رواۃ میں شمار کیا ہے۔(۱)

علی بن مسہر (م ۱۸۹ھ)

علی بن مسہر حدیث وفقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے تھے، تدوین فقہ کی خصوصی کمیٹی کے بھی رکن تھے، موصل کے قاضی تھے، اعمش اور ہشام بن عروہ سے استفادہ کیا، ابوبکر ابن ابی شیبہ نے ان سے روایت کی ہے، بخاری ومسلم نے ان کی روایت سے حدیثیں نقل کی ہیں، یحی بن معین نے ثقہ قرار دیا ہے، امام احمد نے ان کی یہ کہتے ہوئے تعریف کی یہ فقہ وحدیث کے جامع ہیں، کہا جاتا ہے کہ انہیں کے واسطہ سے سفیان ثوری امام صاحب کی کتابیں لیا کرتے تھے، جب کہ امام صاحب نے اس سے ان کو منع بھی کیا تھا۔(۲)

حبان بن علی الکوفی (م ۱۷۲ھ)

حدیث وفقہ کے علاوہ فصاحت وبلاغت میں بہت اونچے مرتبے پر فائز تھے، حجر بن عبدالجبار کہتے ہیں میں نے حبان سے زیادہ بہتر اور افضل کوئی فقیہ کوفہ میں نہیں دیکھا، یحی بن معین کہتے تھے کہ حبان اپنے بھائی مندل سے زیادہ ذہین تھے اور دونوں بھائی سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ابن ماجہ نے ان کی مرویات نقل کی ہیں آپ امام صاحب

(۱) الجواہر المضیۃ ۱/۱۴۱ (۲) الجواہر المضیۃ ۱/۳۷۸

کے ذہین وفطین شاگرد اور مجلس فقہ کے خصوصی رکن تھے۔(۱)

مندل بن علی الکوفی (۱۰۳ھ-۱۶۸ھ)

مندل بن علی حدیث وفقہ میں مہارت رکھتے تھے، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے ان کی مرویات نقل کی ہیں، امام صاحب کے لائق، فائق شاگرد تھے اور مجلس فقہ کے خصوصی ممبر تھے، امام اعمش، ہشام بن عروہ، عبدالملک بن عمیر اور امام ابوحنیفہ سے روایت کیں، نہایت متورع اور پرہیزگار تھے، معاذ بن معاذ کہتے ہیں میں کوفہ میں داخل ہوا تو مندل بن علی سے زیادہ کسی کو متقی نہیں پایا۔(۲)

خلاصہ

یہ فقہ حنفی کے شورائی نظام کا مختصر جائزہ اور ان کے مخصوص ارکان کا مختصر تعارف ہے جس سے فقہ حنفی کی تدوین، طریقۂ کار، جامعیت اور احتیاط کا ہر پہلو اجاگر ہوجاتا ہے، امام صاحب کا یہ شورائی نظام خلفائے راشدین کے عمل کی پیروی میں تھا، اس نظام میں غلطی اور خطا کا امکان بہت کم رہتا ہے اور اجتماعیت کی بنا پر حقیقت تک پہونچنے میں آسانی ہوتی ہے، اس نظام کی خصوصیت کی بنا پر فقہ حنفی کو حیرت انگیز طور پر کامیابی بھی ملی اور دنیا کے بیشتر خطوں میں یہ فقہ رائج ہے اور دیگر ائمہ نے اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں دبستان فقہ حنفی سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور کھلے دل کے ساتھ اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔

❁❁❁

(۱) الجواہر المضیئہ ۱۸۴/۱ (۲) الجواہر المضیئہ ۱۸۱/۲

تیسرا باب

امام ابوحنیفہ اہل علم کی نظر میں

پہلی فصل

امام ابو حنیفہ محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل کی نظر میں

امام اعظم ابو حنیفہ حدیث میں امام المحدثین ہیں، جس طرح آپ فقہ میں سید الفقہاء اور امام الفقہاء ہیں، اسی طرح آپ حفظ حدیث اور جرح وتعدیل میں اپنی منفرد شناخت رکھتے ہیں، حدیث میں آپ کی کتاب ''مسند امام اعظم'' آپ کی جلالت شان کے منکرین کے لئے بین ثبوت ہے، امام صاحب کے معاصرین اور ہر دور کے محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل نے آپ کی عدالت، ثقاہت اور حفظ حدیث میں بلند مقام کی گواہی دی ہے، علم حدیث میں آپ کی عظمتِ مکان اور رفعتِ شان کے لئے علماء نے متعدد کتابیں بھی تصنیف کی ہیں، جس میں بڑی وضاحت اور بہت ہی بسط وتفصیل کے ساتھ آپ کے مقام ومرتبہ کا ذکر کیا گیا ہے، ذیل میں محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کے ذریعہ آپ کے بلند مقام کو بیان کرنے کی ادنی کوشش کی گئی ہے، محدثین، احادیث اور روایت کے سلسلے میں بہت ہی محتاط ہیں اور مبالغہ آرائی سے حتی الامکان گریز کرتے ہیں، انہوں نے راویان حدیث کا تذکرہ بھی احتیاط اور منصفانہ انداز میں کیا ہے، اس پس منظر میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کو ملاحظہ فرمائیں، ان شاء اللہ امام صاحب کے علم حدیث میں مقام ومرتبہ کا اندازہ لگانا آسان ہوگا، لیکن جس کی آنکھیں ہی بند ہوں یا جس کی بینائی ہی ختم ہو چکی ہو یا جس کی آنکھ پر تعصب کا موٹا چشمہ لگا ہو وہ دیکھنے کی ہزار کوشش کے باوجود امام صاحب کے بلند مقام کو نہیں پا سکتا ہے۔

شعبہ بن حجاج (۸۰ھ = ۱۶۰ھ)

شعبہ بن حجاج کا شمار صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ میں ہوتا ہے، سفیان ثوری آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا کرتے تھے، آپ عراق میں جرح وتعدیل کے سب سے پہلے امام گزرے ہیں، ان کا بیان ہے:

> خدا کی قسم امام ابوحنیفہ بہترین فہم والے اور عمدہ حافظہ والے تھے (۱) یہاں کے لوگوں نے آپ پر طعن وتشنیع شروع کی، اس وجہ سے کہ آپ ان سے بہترین فہم اور عمدہ حافظہ والے تھے اور اللہ کی قسم! وہ یقیناً اللہ تعالیٰ سے ملیں گے (اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے، کیوں کہ وہ ان چیزوں سے پوری طرح واقف ہیں)

امام شعبہ، امام ابوحنیفہ کے لئے رحم کی دعائیں کیا کرتے تھے (۲) ایک دفعہ فرمایا جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے اسی طرح یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ ہم نشیں ہیں (۳) اور فرماتے تھے امام ابوحنیفہ ثقہ تھے اور ایسے سچے لوگوں میں تھے کہ کبھی بھی ان پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگی اور اللہ کے دین میں مامون اور معتمد تھے، احادیث صحیحہ بیان کیا کرتے تھے۔

سفیان ثوری (۹۷ھ/ ۷۱۶ء = ۱۶۱ھ/ ۷۷۸ء)

سفیان ثوری کی شان سے علم حدیث کا ہر طالب علم اچھی طرح واقف ہے، امام شعبہ ان کی توثیق میں هو أحفظ مني کہتے ہیں اور کبھی خطيب ائمة المسلمين سے یاد کرتے ہیں، یہی سفیان ثوری فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ علم پر سختی سے عمل کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بہت دور بھاگتے تھے، اس سے کہ اسے حلال کردیا جائے

---

(۱) دکتور محمد قاسم، مکانۃ الامام ابی حنیفہ بین المحدثین ص:۱۹۹ رسالۃ نالت شہادۃ الدکتوراہ من جامعۃ الدراسات الاسلامیہ، پاکستان (۲) عقود الجمان ص:۲۰۵ (۳) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص:۹

جو حدیث ان کے نزدیک صحیح ہوتی اور جس پر ثقہ محدثین کا عمل ہوتا اور جو حضور ﷺ کا آخری عمل ہوتا یا جس پر اہل کوفہ کا عمل ہوتا اس کو اختیار کرتے تھے (۱) علی بن مسہر کہتے ہیں کہ سفیان ثوری سے کسی نے پوچھا کیا اس پانی سے وضو کر سکتے ہیں جس سے کسی نے وضو کرلیا ہو فرمایا ہاں وہ پاک پانی ہے تو میں نے ان سے کہا کہ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے تو سفیان ثوری نے مجھ سے پوچھا وہ ایسا کیوں کہتے ہیں میں نے کہا کہ ان کا قول ہے کہ وہ ماء مستعمل ہے، علی بن مسہر کہتے ہیں کہ چند دنوں کے بعد میں سفیان ثوری کے پاس تھا ایک شخص نے یہی مسئلہ پوچھا تو سفیان ثوری نے کہا اس سے وضو کرنا درست نہیں وہ ماء مستعمل ہے اور اس مسئلے میں انہوں نے امام صاحب کے قول کی طرف رجوع کرلیا۔ (۲)

امام مالک (۹۳ھ/۱۲/۷ء=۱۷۹ھ/ ۸۰۵ء)

ائمہ متبوعین میں ان کا شمار ہوتا ہے، حدیث کے بڑے امام ہیں، بخاری کے منصۂ شہود پر آنے سے پہلے ان کی کتاب موطا مالک کو ہی اصح الکتب کا درجہ حاصل تھا، ائمہ متبوعین میں امام مالک واحد امام ہیں جنہوں نے امام صاحب سے ملاقات کی ہے، دونوں کے درمیان بعض علمی مذاکرے بھی ہوئے ہیں، امام صاحب نے امام مالک سے بعض حدیثیں بھی روایت کی ہیں، امام مالک، امام صاحب کا بہت احترام کرتے تھے، علامہ صیمری نے عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے کہ میں امام مالک بن انس کے پاس تھا، اتنے میں ایک صاحب آئے، امام مالک نے ان کا بڑا احترام واکرام کیا، جب وہ چلے گئے تو امام مالک نے لوگوں سے پوچھا آپ لوگ جانتے ہیں یہ کون تھے؟ لوگوں نے کہا نہیں، فرمایا یہ ابوحنیفہ عراقی تھے، یہ اتنے علمی کمالات کے مالک ہیں کہ اگر یہ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ایسا ہی ہوجاتا ان کو علم فقہ میں من جانب اللہ ایسی توفیق دی گئی ہے کہ انہیں اس میں بہت زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی ہے۔ (۳)

---

(۱) الانتقاء ص:۱۴۳ (۲) الانتقاء ص:۱۴۶ (۳) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص:۷۴

حسن بن عمارہ (م۱۵۳ھ)

امام صاحب کے زمانہ میں قاضی اور بڑے عابد، زاہد تھے، امام صاحب کی وفات پر انہوں نے ہی غسل دیا تھا اور نماز جنازہ پڑھائی تھی اور بڑی حسرت وافسوس کا اظہار کیا تھا، خطیب نے عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے کہ میں نے حسن بن عمارہ کو امام ابوحنیفہ کے رکاب پکڑے ہوئے امام صاحب کو خطاب فرما کر یہ کہتے ہوئے سنا اللہ کی قسم آپ سے زیادہ بلیغ، غور وفکر کرنے والا اور حاضر جواب کسی کو نہیں پایا، بیشک آپ اپنے وقت کے تمام فقہاء کے سردار ہیں، اور یہ بات یقینی ہے اور جن لوگوں نے آپ پر طعن کیا ہے وہ سراسر حسد کی وجہ سے کیا ہے۔ (۱)

سفیان بن عیینہ (۱۰۷ھ/ ۷۲۵ء=۱۹۸ھ/۸۱۴ء)

مشہور محدث ہیں امام بخاری، امام حمیدی کے استاذ اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، ان کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں اگر مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو علم حجاز سے ختم ہوجاتا وہ امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں دو چیزیں ایسی تھیں کہ ابتداء میں جن کے متعلق یہ خیال تھا کہ کوفہ کے پل سے آگے نہ بڑھ سکیں گی، حمزہ کی قرأت اور امام ابوحنیفہ کا فقہ، مگر یہ دونوں آفاق میں پہونچ چکی ہیں۔ (۲)

وہ فرماتے ہیں میری آنکھ نے امام ابوحنیفہ جیسا شخص نہیں دیکھا (۳) امام ابوحنیفہ علم حدیث میں اعلم الناس تھے۔ (۴)

امام ابویوسف (۱۱۳ھ-۷۳۱/۱۸۲-۷۹۸ء)

ابوحنیفہ کے خاص شاگرد، خلافت عباسیہ کے قاضی القضاۃ تھے، فن حدیث میں

---

(۱) عقود الجمان ص:۲۰۴ (۲) تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۶

(۳) عقود الجمان ص:۱۹۲ (۴) الخیرات الحسان ص:۳۳

بڑی مہارت رکھتے تھے، فرماتے ہیں:

> امام ابوحنیفہ کے علم پر سب کو اتفاق ہے اور ہماری مثال تو ان کے مقابلے میں ایسی ہے جیسی نہر فرات کے مقابلے میں چھوٹے نالے۔(۱)

وہ فرماتے ہیں میں نے امام صاحب سے زیادہ حدیث کی تفسیر جاننے والا اور حدیث سے فقہی نکتوں کی معرفت حاصل کرنے والا ابوحنیفہ سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔(۲) ان کا ہی قول ہے کہ میں نے جس مسئلے میں امام صاحب کی مخالفت کی پھر میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ جس طرف امام صاحبؒ گئے وہ آخرت کے اعتبار سے نجات کے زیادہ قریب ہے اور بسا اوقات میں حدیث کی طرف مائل ہوا تا کہ اس مسئلے میں حدیث کا پتہ چلاؤں تو معلوم ہوا کہ امام صاحب مجھ سے بہت زیادہ صحیح حدیث کی بصیرت رکھنے والے ہیں۔(۳)

امام شافعی (۱۵۰ھ-۷۶۷ء/۲۰۴ھ-۸۲۰ء)

امام شافعی ائمہ متبوعین میں سے ہیں، امام ابو یوسف اور امام محمد کے شاگرد ہیں، فرماتے ہیں جو شخص امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ عالم متبحر نہیں ہوسکتا۔(۴) وہ فرماتے ہیں جو شخص فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کی صحبت کو لازم پکڑ لے، اس لئے کہ تمام لوگ فقہ میں ان کے خوشہ چیں ہیں۔(۴)

یحی بن سعید القطان (م ۱۹۸ھ)

ائمہ جرح وتعدیل کے ستون شمار کئے جاتے ہیں، بڑے بلند پایہ کے محدث تھے،

---

(۱) موفق ۲/۴۳ بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ، ص: ۱۳۰، مفتی عزیز الرحمٰن

(۲) تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۰ (۳) تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۰

(۴) ابن حجر مکی، الخیرات الحسان ص: ۳۳، مطبع السعادہ، بجوار محافظہ مصر

(۵) تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۶

امام احمد بن حنبل ان کے بارے میں فرماتے ہیں میری دونوں آنکھوں نے یحی بن سعید القطان جیسے شخص کو نہیں دیکھا، ان سے امام صاحب کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا خدا کی قسم ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے ہیں، بہت سی باتیں بہت اچھی اور درست ہیں جو امام ابوحنیفہ نے کہی ہے اور ہم امام صاحب کی جس رائے اور بات کو بہتر اور پسندیدہ سمجھتے ہیں اس کو اختیار کر لیتے ہیں، یحی بن معین کا قول ہے کہ یحی بن سعید القطان فتوی میں کوفیین کا مذہب اختیار کرتے تھے اور امام صاحب کی رائے کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔(۱)

یحی بن معین (۱۵۸ھ/ ۷۷۵ء= ۲۳۳ھ/ ۸۴۸ء)

یحی بن معین کا شمار مشہور محدث اور ائمہ جرح وتعدیل میں ہوتا ہے، عبداللہ بن احمد بن ابراہیم دورقی کہتے ہیں کہ یحی بن معین سے امام صاحب کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا وہ ثقہ ہیں، میں نے کسی کو ان کی تضعیف کرتے ہوئے نہیں سنا، شعبہ بن حجاج ان سے حدیث لکھنے اور روایت کرنے کا حکم دیتے تھے اور شعبہ تو شعبہ تھے(۲) صیمری نے یحی بن معین سے روایت کی ہے کہ فقہاء چار ہوئے ہیں ابوحنیفہ، سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی۔(۳)

ایک دفعہ احمد بن محمد بغدادی نے یحی بن معین سے امام ابوحنیفہ کے متعلق پوچھا تو آپ فرمانے لگے، امام ابوحنیفہ سراپا عادل ہیں ثقہ ہیں ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جن کی توثیق ابن المبارک اور وکیع نے فرمائی ہے، عدل ثقة فما ظنك بمن عدله ابن المبارك ووكيع (۴) خطیب نے نقل کیا ہے كان أبو حنيفة ثقة لا

(۱) الانتقاء ص:۱۳۲، خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی، تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء

(۲) ابن عبد البر، ابوعمر یوسف بن عبد اللہ، الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء ص: ۱۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ڈیجیٹل لائبریری

(۳) صیمری، ابوعبداللہ حسین بن علی، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۸۰، دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۷۶ء

(۴) حدیث، ہل حدیث بحوالہ محدثانہ جلالت شان ص: ۲۷۵

یحدث بالحدیث إلا ما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ (۱) آپ حدیث بیان کرنے میں ثقہ تھے، صرف وہ حدیث بیان کرتے تھے جو ان کو یاد ہوتی تھی اور جو خوب اچھی طرح یاد نہیں ہوتی تھی وہ روایت نہیں کرتے تھے (۲) یحی بن معین سے سوال کیا گیا کہ کیا سفیان ثوری نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں، امام ابوحنیفہ ثقہ تھے اور فقہ میں سچے تھے۔ (۳)

زہیر بن معاویہ (م ۱۷۳ھ)

علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں ان کا حنفی ہونا تسلیم کیا ہے، سفیان ثوری کہتے ہیں کوفہ میں کوئی ان کا مثل نہیں تھا، شیخین نے ان سے روایت کی ہے (۴) وہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم ہم امام ابوحنیفہ کی صحبت میں بیٹھتے تھے اور ان سے سماعِ حدیث کی اور اللہ کی قسم جب میں ان کی طرف دیکھتا تو ان کے چہرے سے پہچان لیتا کہ آپ اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے ہیں (۵) دوسری جگہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جو کچھ آیا ہے (اس کے) آپ اس امت میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ (۶)

علی بن حقد کہتے ہیں کہ ہم زہیر بن معاویہ کی مجلس میں تھے ایک شخص ان کے پاس آیا تو زہیر نے ان سے پوچھا تم کہاں سے آرہے ہو، اس شخص نے کہا ابوحنیفہ کے پاس سے اس پر زہیر نے کہا تمہارا امام ابوحنیفہ کے پاس ایک دن جانا ہمارے پاس ایک مہینہ آنے سے زیادہ بہتر اور نفع بخش ہے۔ (۷)

---

(۱) تاریخ بغداد ۱۳/۱۴۴۹ (۲) سیر اعلام النبلاء ۶/۲۹۵

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۸، العبر ۱/۱۶۴

(۴) عبدالقادر القرشی، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ ۱/۲۴۵ حرف زال. میر محمد کتب خانہ کراچی

(۵) تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۱ (۶) مقام ابی حنیفہ بحوالہ محدثانہ جلالت شان ص:۲۸۱

(۷) الانتقاء ص:۱۳۲، الجواہر المضیۃ ۱/۲۴۵

خلف بن ایوب (م ۲۰۵ھ)

ترمذی کے راوی ہیں، انہوں نے امام ابو یوسف سے فقہ حاصل کی، علامہ ذہبی نے الفقیه المحدث الحنفی الزاهد سے ان کا تعارف کرایا ہے، وہ فرماتے ہیں میں مختلف محدثین سے حدیثیں سنتا تھا، لیکن بعض اوقات حدیث کا صحیح پتہ نہیں چلتا تھا، بڑا افسوس ہوتا، بالآخر امام ابوحنیفہ کے پاس آکر آپ سے پوچھتا تو آپ اس کی تصدیق کرتے اور میرا دل ٹھنڈا ہوجاتا تھا، مختلف سوانح نگاروں نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے، علم اللہ کی طرف سے حضور کے پاس آیا اور حضور سے صحابہ کی طرف آیا اور صحابہ سے تابعین کی طرف آیا اور تابعین سے امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف آیا، پس جو چاہے اس تقسیم سے راضی ہو اور جو چاہے اس سے ناراض ہو۔ (۱)

محدث عبداللہ ابن داؤد (م ۲۱۳ھ)

مشہور محدث ہیں فرماتے ہیں اہل اسلام پر نماز میں امام ابوحنیفہ کے لئے دعا کرنی لازم ہے کیوں کہ انہوں نے دوسروں کے لئے سنن وآثار کو محفوظ کر دیا ہے۔ (۲) ان کا قول ہے جو شخص جہالت کی ذلت سے نکلنا چاہے اور فقہ کی لذت سے لطف اندوز ہونا چاہے اسے چاہئے کہ امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو پڑھے۔ (۳) جب کوئی آثار یا حدیث کا قصد کرے تو اس کے لئے سفیان ہیں اور اگر ان کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہے تو ابوحنیفہ ہیں۔ (۴)

---

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ

(۲) الطبقات السنیہ ۱/۲۹-۸۹۴ ترجمہ زین بن ابراہیم، حیات الامام ابی حنیفہ للسید عفیفی ص: ۵۴

(۳) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۶۷

(۴) عبدالقادر التمیمی، الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ ص ۱/۲۹، ترجمہ زین بن ابراہیم ڈیجیٹل لائبریری، الامام جلال الدین السیوطی، تبییض الصحیفہ ص ۱۰۴، تحقیق محمد محمود حسن نصار دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء

مکی بن ابراہیم (۱۲۶ھ = ۲۱۵ھ)

امام بخاری کے استاذ ہیں اور بخاری کی اکثر ثلاثیات انہی سے مروی ہیں، وقت کے بڑے بڑے محدث نے آپ کی شاگردی اختیار کی، امام احمد، ابن معین، ذہلی، آپ کے شاگرد ہیں آپ کو امام ابوحنیفہ نے ہی علم کی طرف متوجہ کیا تھا، وہ فرماتے ہیں میں تجارت کیا کرتا تھا ایک بار امام صاحب کی خدمت میں آنا ہوا تو فرمانے لگے کہ مکی تم تجارت کرتے ہو مگر تجارت میں بھی جب تک علم نہ ہو بہت خرابی ہے پھر تم علم کیوں نہیں سیکھتے اور حدیثیں کیوں نہیں لکھتے؟ امام ممدوح مجھے برابر اس طرف توجہ دلاتے رہے، یہاں تک کہ میں نے اس کی تحصیل شروع کردی اور کتابتِ علم کی طرف متوجہ ہوگیا، آخر اللہ نے مجھے اس سے بہت کچھ عطا فرمایا اسی لئے میں ہر نماز کے بعد اور جب بھی امام صاحب کا ذکر آتا ہے ان کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کی برکت سے میرے لئے علم کا دروازہ کھولا (۱) اسماعیل بن بشر فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم مکی کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے روایت شروع کی یہ حدیث ہم سے امام ابوحنیفہ نے روایت کی اتنا ہی کہا تھا کہ ایک مسافر اجنبی شخص چیخ پڑا ہم سے ابن جریج کی حدیث بیان کرو ابوحنیفہ سے روایت مت کرو اس پر مکی کو اس قدر غصہ آیا کہ چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمانے لگے ہم بیوقوفوں کو حدیثیں بیان نہیں کیا کرتے تیرے لئے مجھ سے حدیثیں لکھنا حرام ہے، میری مجلس سے اٹھ جا اور جب تک اس شخص کو اٹھا نہیں دیا گیا انہوں نے حدیث بیان نہیں کی اور جب اس کو نکال دیا گیا تو پھر حدثنا ابوحنیفہ کا سلسلہ شروع فرمایا (۲) علامہ کوثری نے ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کیا ہے، علامہ موفق ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ امام صاحب سے بڑی محبت کرتے تھے اور امام صاحب کے مذہب میں متعصب تھے۔ (۳)

---

(۱) ابن ماجہ اور علم حدیث بحوالہ محدثانہ جلالت شان ص:۲۹۲

(۲) مناقب موفق ۲۰۴/۱ (۳) مناقب موفق ۲۰۴/۱

ان کا ہی قول ہے امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم، زاہد تھے، میں کوفہ کے علماء کی مجلس میں بیٹھتا ہوں میں نے ان میں سے کسی کو امام صاحب سے زیادہ متورع نہیں پایا۔(۱)

امام احمد بن حنبل (۱۶۷ھ/ ۷۸۰ء=۲۴۱ھ/ ۸۵۵ء)

ائمہ متبوعین میں آپ کا شمار ہے، فن حدیث کے بلند مقام پر فائز تھے، آپ کی جرح وتعدیل پر سب کا اتفاق تھا، امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں ہمارے نزدیک یہ بات ثابت نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے، امام ابوحنیفہ زہد وتقویٰ اور علم میں اس جگہ ہیں کہ کوئی اس مقام کو نہیں پہونچ سکا۔(۲) امام احمد جب قید خانے میں مشقتیں برداشت کر رہے تھے تو جب کبھی امام ابوحنیفہ کے احوال کا تذکرہ کرتے تو ان کے لئے دعائے رحمت فرماتے۔(۳)

یزید بن ہارون (۱۱۸ھ=۲۰۷ھ)

امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید، امام احمد کے شیخ، فن حدیث کے جلیل القدر امام تھے، آپ کی جلالت شان، ثقاہت اور حفظ پر اجماع تھا، یزید بن ہارون نے امام ابوحنیفہ سے حدیث پڑھی اور ایک مدت تک امام صاحب کی صحبت اختیار کی، چنانچہ علامہ ذہبی نے اپنی بعض کتب میں ان کا نام ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے امام ابوحنیفہ سے حدیثیں روایت کی ہیں (۴) صیمری نے تمیم بن منتصر سے روایت کی ہے کہ میں یزید بن ہارون کی خدمت میں تھا، اچانک ابوحنیفہ کا ذکر آ گیا، ایک آدمی نے امام صاحب کی شان میں گستاخی

---

(۱) تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۵، تبییض الصحیفۃ ص:۱۷

(۲) محمد بن یوسف صالحی دمشقی، عقود الجمان ص:۱۹۶، تحقیق ودارستہ ملا عبد القادر افغانی، الباب العاشر فی ثناء الائمۃ علیہ وعلی فقہہ، مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ص:۴۳

(۳) مناقب ابی حنیفہ للذہبی ص:۴۳، مکانۃ الامام ابی حنیفہ بین المحدثین ص:۲۰۲

(۴) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، الطبقۃ السادسۃ ۱/۱۶۸

کی، یزید بن ہارون دیر تک گردن جھکائے رہے، لوگوں نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، کچھ فرمایئے، کہنے لگے امام ابوحنیفہ متقی تھے، جو عیب ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان سے پاک تھے، دنیا کو ٹھکرانے والے تھے، عالم تھے، سچی زبان والے تھے، اپنے وقت میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے، ان کے ہم عصروں میں سے جس کو بھی میں نے پایا یہی کہتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔(۱) وہ فرماتے تھے میں ایک ہزار علماء سے ملا ہوں ان میں سے اکثر حضرات سے روایت لکھ چکا ہوں، میں نے ان میں سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ متقی، سب سے بڑا عالم، پانچ حضرات کے سوا کسی کو نہیں پایا، امام ابوحنیفہ ان میں سرفہرست ہیں۔(۲) کسی نے آپ سے سوال کیا جن فقہاء سے آپ نے ملاقات کی ان میں سب سے زیادہ فقیہ کس کو دیکھا فرمانے لگے ابوحنیفہ کو۔(۳) یزید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ سفیان ثوری بڑے فقیہ ہیں یا ابوحنیفہ؟ انہوں نے جواب دیا سفیان ثوری حدیث کو زیادہ یادرکھنے والے تھے اور امام ابوحنیفہ بڑے فقیہ تھے۔(۴)

مسعر بن کدام (م ۱۵۵ھ)

مسعر بن کدام، محدثین میں بڑے اونچے مقام کے مالک ہیں، صحاح ستہ میں آپ کی سند سے روایات موجود ہیں، سفیان ثوری آپ کو میزان عدل کہا کرتے تھے، آپ نے سفیان بن عیینہ، یحیٰ بن سعید القطان جیسے جلیل القدر محدثین سے علم حدیث حاصل کیا، آپ کے بارے میں یحیٰ بن سعید کہتے تھے میں نے مسعر بن کدام سے زیادہ معتبر اور ثقہ شخص نہیں دیکھا، امام احمد فرماتے ہیں ثقہ جیسے شعبہ اور مسعر ہیں۔(۵)

امام صاحب کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: جوشخص اپنے اور خدا کے درمیان امام صاحب کو وسیلہ بنائے گا اور ان کے مذہب پر چلے گا میں امید کرتا ہوں اس کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔(۶)

---

(۱) عقود الجمان ص: ۱۹۸ - سید عفیفی، حیات الامام ابی حنیفہ ص: ۵۴ المطبعۃ السلفیۃ قاہرہ

(۲) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۳۶ (۳) تاریخ بغداد ۳۴۲/۱۳ (۴) الطبقات السنیۃ ۲۸/۱

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۱۸۸/۱، سیر اعلام النبلاء ترجمہ مسعر ۵۷/۷ (۶) عقود الجمان ص: ۲۰۰

ابوالقاسم بن کاس روایت کرتے ہیں کہ مسعر بن کدام نے فرمایا ہم نے حدیث ابوحنیفہ کے ساتھ حاصل کی تو وہ ہم پر غالب آ گئے، ہم نے ترک دنیا کو اپنایا تو اس میں بھی فوقیت لے گئے، اس کے بعد ان کے ساتھ فقہ حاصل کی تو فقہی کمال تمہارے سامنے ہی ہے(۱) صیمری نے مسعر بن کدام سے نقل کیا ہے کوفہ میں صرف دو آدمیوں پر رشک کرتا ہوں، ابوحنیفہ پر ان کی فقہ میں، حسن بن صالح پر ان کے زہد میں۔(۲)

اسرائیل بن یونس (م۱۶۰ھ)

اسرائیل بن یونس صحاح ستہ کے ایسے راوی ہیں جن کی امام احمد ثقۃ ثبت کے الفاظ سے توثیق کرتے ہیں، وہ امام صاحب کی محدثیت کی شہادت دیتے ہوئے کہتے ہیں نعمان بن ثابت کتنے بہترین انسان تھے، ان تمام احادیث کے بہترین حافظ تھے جس سے کوئی فقہی مسئلہ نکلتا ہو اور تمام احادیث احکام کے واقف کار تھے۔(۳)

حسن بن صالح (م۱۶۷ھ)

حسن بن صالح امام اور حافظ حدیث ہیں، رجال صحیح میں ان کا شمار ہوتا ہے، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ ناسخ ومنسوخ کی بہت زیادہ جستجو کرنے والے تھے، اہل کوفہ کی احادیث کے بڑے عالم تھے، جن احادیث پر لوگوں کا عمل تھا ان کی بہت زیادہ پیروی کرنے والے تھے۔(۴)

یہ بات بھی حقیقت ہے کہ کوفہ اس زمانے میں علم کا مرکز تھا، محدثین کی بڑی جماعت وہاں موجود تھی، جیسے ابن عیینہ، سفیان ثوری، حفص بن غیاث، اعمش، وکیع، ابن المبارک وغیرہ اور امام صاحب ان تمام حضرات کی احادیث کے حافظ تھے، بھلا امام صاحب

---

(۱) عقود الجمان ص:۲۰۰ (۲) عقود الجمان ص:۲۰۰

(۳) شیخ حبیب احمد کیرانوی۔ مقدمہ اعلاء السنن ۲۱/۲۵، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۲۰۰۰ء، تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۰

(۴) مقدمہ اعلاء السنن ۲۱/۲۵

کا ہم پلہ حدیث میں کون ہوسکتا ہے؟ حسن بن صالح کا ہی بیان ہے کہ جس طرح قرآن میں ناسخ ومنسوخ آیات ہیں اسی طرح حدیث میں بھی ناسخ ومنسوخ ہیں، امام ابوحنیفہ رسول اللہ ﷺ کے آخری زندگی کے اعمال کے محافظ تھے(۱) یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حدیث میں مہارت کے بغیر ناسخ ومنسوخ کا علم نہیں ہوسکتا ہے۔

وکیع بن جراح (م ۱۹۷ھ)

امام ابوحنیفہ کے شاگرد خاص امام احمد اور امام شافعی کے شیخ اور صحاح ستہ کے معتمد راوی ہیں، فن حدیث کے اہم رکن ہیں، امام احمد ان کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے، ان کے بارے میں فرماتے تھے میں نے وکیع سے بڑھ کر علم کو یاد رکھنے والا اور ان سے بڑھ کر حدیث کا کوئی حافظ نہیں دیکھا، حضرت وکیع نے نہ صرف امام صاحب کی شاگردی اختیار کی تھی بلکہ امام صاحب کی تمام احادیث کے حافظ تھے، حافظ ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں:

وكان يفتي برأي أبي حنيفة وكان يحفظ حديثه كله وكان قد سمع من أبي حنيفة حديثا كثيرا.(۲)

حضرت وکیع امام صاحب کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے اور ان کو امام صاحب کی تمام حدیثیں یاد تھیں اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بہت سی احادیث سنی ہیں۔

حضرت وکیع کا ہی قول ہے امام ابوحنیفہ حدیث کی روایت کرتے وقت جس تقوی پر پائے گئے ان کے سوا کسی اور میں وہ تقویٰ نہیں پایا گیا۔(۳) ان کا ہی قول ہے میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑا افقیہ اور ان سے بہتر نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔(۴)

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۸۰

(۲) ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، باب ماجاء فی ذم القول ۲/۱۰۸۲ ڈیجیٹل لائبریری

(۳) امام اعظم کی محدثانہ جلالت شان ص: ۲۳۷ (۴) حیات الامام ابی حنیفہ للسید عفیفی ص: ۵۶

عبدالرحمٰن بن مہدی (م ۱۹۸ھ)

فن رجال کے مشہور امام ہیں، علامہ ذہبی اور ابن حجر کی رائے ہے کہ آپ یحی بن سعید القطان سے زیادہ افقہ اور اعلم الناس بالحدیث تھے، ان کا بیان ہے میں حدیث کا بڑا نقل کرنے والا تھا، میں نے دیکھا کہ سفیان ثوری علماء میں امیر المؤمنین، سفیان بن عیینہ امیر العلماء، شعبہ حدیث کی کسوٹی، عبداللہ بن مبارک حدیث کے صراف، یحی بن سعید قاضی العلماء اور امام ابوحنیفہ قاضی قضاۃ العلماء ہیں، جو شخص تم کو اس کے علاوہ کچھ اور بتائے تو اس کی بات بنی سلیم کے کوڑے پر پھینک دو۔(۱)

محدث علی بن عاصم (م ۲۰۱ھ)

بڑے محدث ہیں امام ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں اگر امام ابوحنیفہ کا علم ان کے زمانہ کے ساتھ تولا جائے تو امام صاحب کا ہی علم بڑھ جائے گا، ایک دفعہ فرمانے لگے تمہیں علم حاصل کرنا چاہئے، معروف بن عبداللہ کہتے ہیں ہم نے پوچھا جو کچھ ہم آپ سے حاصل کرتے ہیں کیا وہ علم نہیں ہے؟ کہنے لگے علم تو درحقیقت ابوحنیفہ کا ہی ہے اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے اقوال علم حدیث کی تفسیر ہے، جو شخص ان اقوال پر مطلع نہیں ہوگا وہ اپنے جہل کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھ لے گا اور سیدھے راستے سے بھٹک جائے گا۔(۲)

عبداللہ بن یزید المقری (م ۲۱۳ھ)

امام صاحب کے شاگرد، امام مالک کے استاذ، صحاح ستہ کے بالاتفاق ثقہ راوی ہیں، علامہ ذہبی نے الامام المحدث شیخ الاسلام کے نام سے یاد کیا ہے، یہ نہ صرف

---

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۳۰۰، دارالکتاب العربی بیروت

(۲) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۳۰۲

امام صاحب کی توثیق کرتے ہیں؛ بلکہ ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں، انہوں نے امام صاحب سے احادیث پڑھیں اور اپنے تلامذہ کو امام صاحب سے حدیث سننے کی ترغیب دلاتے تھے، آپ امام صاحب سے حدیث روایت کرتے وقت حدثنا شاھنشاہ ابوحنیفہ کہتے تھے، ان کا قول ہے جو لوگ امام ابوحنیفہ کا فضل وتقدم نہیں جانتے وہ زندہ نہیں مردہ ہیں۔(۱)

ابو عاصم النبیل (۲۱۲ یا ۲۱۳ھ)

امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے کبار شیوخ میں ہیں، امام بخاری نے اپنی جامع میں ان سے چھ ثلاثیات روایت کی ہیں، آپ حافظ الحدیث اور بڑے فقیہ تھے، محدث صیمری نے آپ کو اصحاب ابی حنیفہ میں شمار کیا ہے، ایک مرتبہ ان سے سوال کیا گیا کہ ابوحنیفہ زیادہ فقیہ ہیں یا سفیان ثوری تو فرمانے لگے امام ابوحنیفہ کا کوئی غلام بھی سفیان ثوری سے بڑا فقیہ اور دین کی سمجھ رکھنے والا ہے۔(۲)

حفص بن عبدالرحمٰن (م ذی القعدہ ۱۹۹ھ)

مشہور بزرگ ہیں، نیشاپور کے قاضی تھے اور امام نسائی اور ابوداؤد کے استاذ تھے، فرماتے ہیں:

میں ہر قسم کے علماء، فقہاء اور زاہدوں کے پاس بیٹھتا ہوں، لیکن ان میں سب اوصاف کے جامع امام ابوحنیفہ کے علاوہ کسی کو نہیں پایا۔(۳)

یحی بن آدم (م ربیع الاول/۲۰۳ھ)

ابواسامہ نے ان کو امام شعبی اور سفیان ثوری کے بعد لوگوں کا سردار قرار دیا ہے(۴)

---

(۱) عقود الجمان ص:۲۰۳ (۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء
(۳) موفق ۱/۲۰۰ بحوالہ امام اعظم ابوحنیفہ ص:۱۳۱ مولفہ مفتی عزیز الرحمٰن، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
(۴) سیر اعلام النبلاء ۵/۱۷۵

عراق کے فقہاء محدثین میں شمار ہوتے ہیں اور ابی بکر بن عیاش کے بعد اہل کوفہ کی احادیث کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ احادیث میں بھی ناسخ ومنسوخ ہے، جس طرح قرآن میں ناسخ ومنسوخ ہے، امام ابوحنیفہ نے اہل کوفہ کی تمام احادیث کو جمع کرلیا تھا، پھر اس میں آپ ﷺ کے آخری فعل پر جس پر آپ ﷺ کی وفات ہوئی تھی اس میں غور فرمایا کرتے تھے، اسی وجہ سے وہ فقہ کے اس مقام تک پہونچ گئے۔

ان کا ہی قول ہے کہ بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حدیث کو چھوڑ کر قیاس کیا ہے، حالانکہ یہ امام صاحب پر بہتان عظیم ہے، ان کی اور ان کے شاگردوں کی کتابیں اس سے بھری ہوئی ہیں کہ انہوں نے حدیث کی بنیاد پر قیاس کو ترک کیا ہے جیسے نماز میں ضحک کی بناء پر نقض وضو کا مسئلہ، نماز میں حدث کے بعد بناء کا مسئلہ، بھول کر کھانا کھانے کی وجہ سے عدم نقض صوم کا مسئلہ وغیرہ۔ (۱)

امام ابوداؤد (۲۰۲ھ = ۱۶؍شوال ۲۷۵ھ)

امام ابوداؤد سجستانی مشہور محدث ہیں، ان کی سنن ابی داؤد مشہور اور متداول ہے، وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ امام مالک پر رحم کرے بڑے امام تھے، اللہ تعالیٰ امام شافعی پر رحم کرے وہ بڑے امام تھے، اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر رحم کرے وہ بڑے امام تھے۔ (۲) یہاں امام ابوداؤد نے امام صاحب کو فن حدیث کا امام تسلیم کیا ہے، جس طرح امام شافعی اور امام مالک کو انہوں نے حدیث کا امام قرار دیا ہے۔

ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ)

علامہ ابن عبدالبر اہل علم کے نزدیک ایک مسلم محدث، فقیہ، مؤرخ اور ناقد ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں باب ماجاء فی ذم القول فی دین اللہ میں

(۱) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۸۳/۱

(۲) شمس الدین ذہبی، مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ص: ۴۶، لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد

امام ابوحنیفہ کے بابت لکھا ہے کہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے ان کی تعریف کی ہے اوران کی بڑائی وفضیلت بیان کی ہے، اگر مجھے موقع ملاتو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام اوزاعی پرایک کتاب لکھوں گا۔(۱)

علامہ ذہبی (۶۷۳ھ/ ۷۴۸ھ)

علامہ ذہبی نقدرجال کے امام مانے جاتے ہیں، ان کی کتاب میزان الاعتدال جرح وتعدیل میں ایک معرکۃ الآراء کتاب تسلیم کی جاتی ہے، علامہ ابن حجر مکی الخیرات الحسان میں لکھتے ہیں کہ علامہ ذہبی نے امام ابوحنیفہ کوحفاظ حدیث کے طبقہ میں شمار کیا ہے، ان کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ ان کا مرتبہ حدیث میں کم تھاغلطی یا حسد پر مبنی ہے، علامہ ذہبی نے ایک مستقل کتاب ''مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ'' لکھی ہے، جس میں امام صاحب کے فضل وکمال کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے، اسی طرح ایک کتاب تذہیب تہذیب الکمال کے نام سے لکھی ہے، اس میں انہوں نے امام صاحب کی تعریف آٹھ صفحات میں کی ہے، تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کا تذکرہ الامام الاعظم فقیہ العراق کے الفاظ سے کیا ہے، بعض حضرات کا خیال ہے کہ علامہ ذہبی کی نگاہ میں امام صاحب ضعیف ہیں، یہ ان کا وہم اور دھوکہ ہے، علامہ ذہبی کے نزدیک امام صاحب عادل اور ثقہ ہیں، انہوں نے اپنی مختلف کتابوں میں امام صاحب کی عدالت ثابت کی ہے، میزان الاعتدال میں امام صاحب پر جرح یہ علامہ موصوف پر افتراء اور بہتان ہے، ''امام اعظم کی محدثانہ جلالت شان'' کے مصنف ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے علامہ ذہبی کے اعترافات پر تفصیلی جائزہ پیش کیا، اہل شوق حضرات کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہے۔(۲)

---

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۰۸۱

(۲) ڈاکٹر عبدالستار، امام اعظم کی محدثانہ جلالت شان ص: ۳۲۴، مکتبہ صفدریہ پشاور

علامہ ابن خلدون (۷۳۲ھ-۱۳۳۲ء/ ۸۰۸ھ-۱۴۰۶ء)

مشہور مؤرخ اور ناقد، نادرۃ العصر عبدالرحمٰن بن خلدون کے نزدیک امام ابوحنیفہ صرف ایک محدث ہی نہیں تھے، بلکہ آپ امام صاحب کو علم حدیث کے کبار مجتہدین میں شمار کرتے تھے، چنانچہ آپ اپنی بے نظیر اور لاجواب کتاب مقدمہ ابن خلدون میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے علمِ حدیث میں بڑے مجتہدین میں سے ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ان کے مذہب پر رداً وقبولاً اعتماد اور بھروسہ کیا گیا ہے۔(۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ)

حافظ ابن حجر فن حدیث کے امام اور جرح وتعدیل میں اپنی ایک منفرد شناخت رکھتے ہیں، جرح وتعدیل پر ان کی کتابیں مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں، حافظ ابن حجر، امام صاحب کے بہت مداح تھے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن حجر نے امام صاحب کی تضعیف کی ہے، یہ ابن حجر پر افتراء ہے، انہوں نے اپنی کتاب ''تقریب التہذیب'' میں جس میں انہوں نے اعدل اقوال ذکر کرنے کا وعدہ کیا ہے، اس میں انہوں نے امام صاحب کے ضعف کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا ہے، بلکہ امام صاحب کے تذکرہ میں ''الامام'' کے توثیقی الفاظ ذکر کرنا اور ان کو ترمذی ونسائی کا راوی شمار کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک امام ابوحنیفہ ثقہ اور قوی ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اور اسی سبب سے جارحین کی جرح امام ابوحنیفہ کے حق میں مقبول نہیں مثلاً بعض نے کثرتِ قیاس کی وجہ سے اور بعض نے قلتِ عربیت کی وجہ سے اور بعض نے قلتِ روایت کی وجہ سے ان پر جرح کی ہے، لیکن یہ ایسی جرح ہے جس سے راوی میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا یہ جرح مقبول نہیں، بلکہ مردود ہے۔(۲)

---

(۱) ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد، مقدمہ ابن خلدون ۱/۵۶۲، دارالفکر بیروت ۱۹۸۸ء

(۲) عبدالرشید نعمانی، مکانۃ الامام ابی حنیفہ فی الحدیث ص:۱۲۲، مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب ۱۴۱۶ھ

علامہ سیوطی (۸۴۹ھ/ ۹۱۱ھ)

علامہ سیوطی نے طبقات الحفاظ میں امام صاحب کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ امام صاحب نہ صرف محدث تھے، بلکہ حافظ الحدیث بھی تھے، اس کتاب میں انہوں نے امام صاحب کو فقیہ اہل العراق، امام اصحاب الرای، احادیث میں حضرت عطاء، زہری وغیرہ بہت سے ائمہ حدیث کے شاگرد اور امام وکیع یحی بن سعید القطان وغیرہ بہت سے ائمہ کے شیخ ''اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم'' وغیرہ الفاظ کے ساتھ یاد کیا ہے(۱) علامہ سیوطی نے امام صاحب کے مناقب میں تبییض الصحیفہ نامی کتاب تحریر کی ہے۔

حافظ محمد یوسف الصالحی الشافعی (م ۹۴۲ھ)

امام جلال الدین سیوطی کے شاگرد، امام ابوعبداللہ محمد بن یوسف صالحی نے بھی اپنے استاذ کی اتباع کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ کو ان ائمہ میں شمار کیا ہے، جن کی سرکار دو عالم نے بشارت فرمائی ہے اور ان کو حفاظ حدیث کے ساتھ ساتھ اعیانِ تابعین میں شمار کیا ہے، امام صاحب کے مناقب پر انہوں نے ایک ضخیم کتاب عقود الجمان تحریر کی ہے، جس میں امام صاحب کے فضائل ومناقب کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ دمشقی اپنی کتاب میں امام صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

اعلم رحمك الله ان أبا حنيفة من كبار حفاظ الحديث
وقد تقدم انه أخذ عن أربعة آلاف شيخ من التابعين
وذكره الحافظ الناقد أبو عبد الله الذهبي في كتابه
المجتمع وطبقات المحدثين منهم ولقد أصاب وأجاد
ولولا كثرة اعتنائه بالحديث ما تهيأ له استنباط

---

(۱) طبقات الحفاظ ۱/۳۱

مسائل الفقه فانه أول من استنبطه من الأدلة.(۱)

امام شعرانی (۸۹۸ھ-۱۴۹۳/۹۷۳ھ-۱۵۶۵)

امام عبدالوہاب شعرانی بڑے بلند درجہ کے محدث اور امام ہیں، وہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ کے بارے میں بعض متعصبین کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ ہی ان کے اس قول کی کوئی قیمت ہے کہ وہ اہل الرائے میں سے تھے بلکہ جو لوگ امام صاحب پر طعن کرتے ہیں محققین کے نزدیک ان کے اقوال بکواس کے مشابہ سمجھے جاتے ہیں۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ امام صاحب کی کثرت علم، ورع، عبادت، دقت وادراک واستنباط پر سلف وخلف نے اجماع کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے کسی طرح موزوں نہیں کہ ایسے امام عظیم پر اعتراض کریں جس کی جلالت قدر اور علم وورع پر اجماع واتفاق ہو چکا ہے، نیز فرماتے ہیں کہ امام صاحب پر اعتراض کرنا مناسب نہیں کیوں کہ وہ ائمہ متبوعین میں سے سب سے بڑے مرتبہ کے تھے۔(۲)

محدث عجلونی شافعی (م۱۱۶۲ھ)

محدث اسماعیل عجلونی شافعی اپنے رسالہ عقد الجوہر الثمین فی اربعین میں لکھتے ہیں امام ابوحنیفہ عظمت وشان رکھنے والے محدثین میں سے ہیں، آپ کی عظمت شان ظاہر کرنے کے لئے میں اس میں آپ کی سند کا اضافہ کر رہا ہو، آپ بلا اختلاف امام المجتہدین ہیں اور سب کا اجماع ہے کہ آپ ہی نے سب سے پہلے اجتہاد کے دروازے کو وا کیا ہے، کوئی بھی شخص آپ کے علوم کی وسعتوں اور آپ کی جلالت قدر میں شک نہیں کر سکتا اور اس میں کوئی شبہ نہیں آپ کتاب وسنت کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے، اس لئے کہ شریعت کتاب وسنت سے ہی لی جاتی ہے، آپ کے بارے میں تمام علماء اصول اور اہل حدیث کا

(۱) عقود الجمان ص:۲۵۵ (۲) امام ابوحنیفہ کی محدثانہ جلالت شان ص:۳۷۳

اتفاق ہے کہ آپ صحیح حدیث کو قیاس پر مقدم رکھتے تھے، آپ حافظ، حجۃ اور فقیہ ہیں اور کثرت سے روایت اس لئے بیان نہیں کرتے کہ روایتِ حدیث، تحمل حدیث اور اس کے قبول کی شرطیں آپ کے پاس سخت تھیں۔

خلاصہ

یہ چند اکابرین امت محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل کی امام اعظم سے متعلق شہادت ہے، جس میں ان حضرات نے امام صاحب کی عدالت وثقاہت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، آپ کی پاکیزہ اور بے داغ شخصیت، علمی جلال، فکری کمال اور سیرت وصورت سے منور اور روشن زندگی پر بڑی اعلی ظرفی سے شہادت دی ہے، علم حدیث اور فن جرح وتعدیل میں آپ کی خدمات اور مقام ومرتبہ انصاف کے ترازو میں تول کر پیش کیا ہے، محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل کی عظیم شہادت اور وسیع ژرف نگاہی سے امام صاحب کی شخصیت عدالت اور بالخصوص علم حدیث میں امام صاحب کے علمی مقام اور آپ کی محدثانہ جلالت شان بالکل نکھر کر سامنے آجاتی ہے، اس کے باوجود اگر کسی صاحبِ بے بصیرت کو امام صاحب کا مقام ومرتبہ نظر نہیں آتا ہے علم حدیث میں ان کو طفل مکتب بھی نہیں سمجھتے ہیں، حالات اور واقعات سے اندازہ ہوتا ہے یہ لوگ یا تو اب تک جہالت اور حسد کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور زیادہ تر لوگ تو وہ ہیں جو عناد وعداوت کی آگ میں جل رہے ہیں اور ایک طبقہ اسلام کے نام پر اسلام دشمن ہے، جو اسلامی لبادہ اوڑھ کر اور اسلامی لباس پہن کر اسلام کی اشاعت کے نام پر اسلام کی بنیاد کو کمزور کررہا ہے، یہ لوگ درحقیقت اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، امام صاحب اور فقہ حنفی پر اعتراض کر کے درحقیقت اسلام کی شبیہ کو نقصان پہونچانے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالی ان معاندین اسلام کی سازشوں کو سمجھنے اور مسلمانوں کو اس سے واقف ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسری فصل

امام ابوحنیفہؒ عبداللہ ابن مبارک کی نظر میں

عبداللہ ابن مبارک کا شمار امیر المؤمنین فی الحدیث میں ہوتا ہے، محدث نووی نے ان کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے، وہ امام جس کی امامت وجلالت پر ہر باب میں عموما اجماع کیا گیا ہے، جس کے ذکر سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے، جس کی محبت سے مغفرت کی امید کی جاتی ہے(۱) ان کی ولادت ۱۱۸ھ میں اور وفات رمضان ۱۸۱ھ میں ہوئی، ان کی پوری زندگی جہاد، حج اور تجارت سے لبریز ہے، امام ابوحنیفہ کے خاص تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے،''الفوائد البہیہ'' میں علامہ لکھنوی نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے عبد اللہ ابن مبارک سے ان کے دین کی طرف رجوع اور علم کی طرف اشتغال کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باغیچہ میں تھے اور رات تک کھاتے پیتے رہے، میں ستار وسارنگی کا بڑا گرویدہ اور عاشق تھا، اسی ستار وسارنگی کو بجاتے ہوئے ہمیں نیند آ گئی، اور میں نے خواب میں ایک پرندہ دیکھا جو یہ پڑھ رہا تھا الم یأن للذین آمنوا أن تخشع قلوبهم لذكر الله ومانزل من الحق. (۲) یہ سنتے ہی میں نے کہا کیوں نہیں؟ پس میں بیدار ہوا اور اپنے ستار کو توڑ دیا، یہیں سے میرے زہد فی الدنیا کی ابتدا ہوئی۔(۳)

عبداللہ بن مبارک کو اللہ تعالیٰ نے علم حدیث میں بڑا اونچا مقام عطا فرمایا تھا،

---

(۱) نووی، محی الدین یحی بن شرف، تہذیب الاسماء اللغات ۱/۲۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت

(۲) الحدید: ۱۶ (۳) عبدالحی اللکھنوی، الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ ص: ۱۰۳، مکتبہ خیر کثیر کراچی

بڑے بڑے محدثین نے ان کی توثیق کی ہے اور علم حدیث میں ان کی خدمات اور محدثانہ جلالت شان کا اعتراف کیا ہے، امام بخاری کہتے ہیں ابن مبارک اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم اور محدث ہیں (۱) ابن مہدی کہتے ہیں: ائمہ حدیث چار ہیں: امام مالک، سفیان ثوری، حماد بن زید، عبداللہ ابن مبارک اور ابن مہدی نے تو عبداللہ ابن مبارک کو سفیان ثوری پر بھی فوقیت دی ہے، ابو اسحاق فزاری کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن مبارک امام المسلمین ہیں، ابن حبان کہتے ہیں: اُن میں وہ خصلتیں تھیں جو ان کے زمانے میں روئے زمین پر کسی میں بھی وہ خصلتیں جمع نہ تھیں، ابن عیینہ کہتے ہیں: میں نے حضرات صحابہ کے معاملہ میں غور کیا تو مجھے عبداللہ ابن مبارک پر ان کی کوئی فضیلت نظر نہیں آئی، مگر یہ کہ حضرات صحابہ کو آپ ﷺ کے ساتھ صحبت اور جہاد کا شرف حاصل ہے، فضیل بن عیاض کہتے ہیں: ان کے بعد ان کا کوئی مثل پیدا نہیں ہوا، عباس ابن مصعب کہتے ہیں: عبداللہ ابن مبارک نے، حدیث، فقہ، عربیت، شجاعت، تجارت جیسے مختلف علوم وفنون کو جمع کرلیا تھا۔ (۲)

عبداللہ بن مبارک کے فضل وکمال، زہدوتقویٰ نے اس قدر لوگوں کو مسخر کرلیا تھا کہ بڑے بڑے امراء وسلاطین کو وہ رتبہ حاصل نہ تھا، ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید کا رقہ آنا ہوا، اسی زمانے میں عبداللہ بن مبارک بھی رقہ پہونچے ان کے آنے کی خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ دوڑے اور اس قدر کشمکش ہوئی کہ لوگوں کی جوتیاں ٹوٹ گئیں، ہزاروں آدمی ساتھ ہوئے اور ہر طرف گرد چھاگئی، ہارون رشید کی ایک حرم نے جو برج کے غرفے سے تماشا دیکھ رہی تھی حیرت زدہ ہوکر پوچھا کہ یہ کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا ''خراسان کا عالم آیا ہے، جس کا نام عبداللہ بن مبارک ہے'' بولی حقیقت میں سلطنت اس کا نام ہے،

---

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، قرۃ العینین برفع الیدین، باب اذا افتتح التکبیر فی الصلاۃ ۱/۳۵ ڈیجیٹل لائبریری

(۲) الفوائد البہیہ، ص: ۱۰۴۔ الشیخ حبیب احمد الکیرانوی، مقدمہ اعلاء السنن، ابوحنیفہ واصحابہ المحدثون ۲۱/۹۷، مکتبہ اشرفیہ دیوبند

ہارون رشید کی حکومت بھی کوئی حکومت ہے کہ پولیس اور سپاہیوں کے بغیر ایک آدمی بھی حاضر نہیں ہوسکتا (۱) علم حدیث کے لئے مختلف ملکوں کا سفر کیا، بخاری اور مسلم میں ان کی روایت سے سیکڑوں حدیثیں مروی ہیں، امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ عبداللہ ابن مبارک کے زمانے میں ان سے بڑھ کر کسی نے حدیث کی تحصیل کی کوشش نہیں کی، خود عبداللہ ابن مبارک کا بیان ہے: میں نے چار ہزار شیوخ سے حدیث سیکھی جن میں سے ایک ہزار سے روایت کی۔ (۲) عبداللہ ابن مبارک فن روایت کے بڑے ارکان میں سے ہیں علم حدیث وفقہ میں کئی کتابیں تصنیف کیں، لیکن جب امام صاحب کی شاگردی اختیار کی تو زندگی کے آخری لمحہ تک آپ کی شاگردی سے وابستہ رہے، آپ کی شاگردی میں حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ میں بھی کمال پیدا کیا، ان کو اعتراف تھا جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا وہ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے فیض سے حاصل ہوا، ان کا مشہور مقولہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعہ میری دستگیری نہ کرتا تو میں ایک عام آدمی سے بڑھ کر نہ ہوتا (۳) عبداللہ ابن مبارک سے امام صاحب کے متعلق مختلف مدحیہ اقوال اور آپ کے فضل وکمال کے مختلف گوشے منقول ہیں، عبداللہ بن مبارک کو امام صاحب سے بہت عقیدت تھی، اس لئے مختلف حالات اور مواقع میں وہ امام صاحب کی تعریف کیا کرتے تھے، یحی بن معین کا قول ہے امام ابوحنیفہ بڑے عقلمند تھے، جھوٹ نہیں بول سکتے تھے، ان کی جیسی تعریف اور ذکر خیر عبداللہ بن مبارک کرتے تھے ویسی تعریف کرتے ہوئے کسی کو نہیں سنا (۴) عبداللہ بن مبارک کے اس بیان کو ایک شاگرد کی استاذ کے شان میں مبالغہ آرائی نہیں کہہ سکتے ہیں، اس لئے کہ عبداللہ بن مبارک خود علم وفضل کے بلند مقام پر فائز ہیں، بڑے بڑے محدثین نے ان کی ثقاہت کا

(۱) ذہبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، باب عبداللہ بن مبارک ۳۶۶/۷

(۲) تہذیب الاسماء واللغات ۲۸۶/۱

(۳) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد ۳۴۳/۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء

(۴) تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان ص: ۲۱۵

اعتراف کیا ہے، وہ اپنی زبان سے نکلے ہوئے کلمات کی اہمیت سے واقف تھے، اس لئے امام صاحب کے فضائل ومناقب کے سلسلے میں ان کے اقوال کو مبالغہ پر نہیں؛ بلکہ حقیقت پر محمول کرنا چاہئے، ہم یہاں پر امام صاحب کے فضائل ومناقب سے متعلق ان کے چند اقوال کو نقل کرتے ہیں:

امام ابوحنیفہ فقہ کے آفتاب ہیں

محمد بن مزاحم کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک کو کہتے ہوئے سنا: میں نے لوگوں میں سب سے بڑے عبادت گذار، سب سے زیادہ متقی، سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا فقیہ دیکھا ہے، سب سے بڑے عابد عبدالعزیز بن روّاد ہیں، سب سے بڑے متقی فضیل بن عیاض ہیں، سب سے بڑے عالم سفیان ثوری ہیں، اور سب سے بڑے فقیہ امام ابوحنیفہ ہیں، پھر انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابوحنیفہ کا مثل فقہ میں نہیں دیکھا۔(۱) عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں اگر کسی کے لئے اپنی رائے سے دین کی بابت کچھ کہنا مناسب ہوتا تو ابوحنیفہ اس مرتبہ کے ہیں کہ ان کو اپنی رائے سے کچھ کہنا مناسب ہونا چاہئے۔(۲) عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں: میں نے مسعر بن کدام کو امام صاحب کے حلقے میں بیٹھے ہوئے دیکھا، وہ امام صاحب سے مسئلہ پوچھ رہے تھے اور استفادہ کر رہے تھے، میں نے امام ابو حنیفہ سے زیادہ بہتر فقہ میں کسی کو گفتگو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔(۳)

عبداللہ ابن مبارک کا بیان ہے: اگر حدیث اور اثر میں فقہ کی ضرورت پیش آئے تو اس میں امام مالک، سفیان ثوری اور ابوحنیفہ کی رائے معتبر ہوگی، اور ابوحنیفہ ان سب میں عمدہ اور باریک سمجھ کے مالک اور فقہ کی باریکیوں پر غائر نگاہ رکھنے والے اور تینوں میں بڑے فقیہ ہیں۔(۴)

---

(۱) سیوطی، تبییض الصحیفہ ص ۱۷، تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۴۲ (۲) تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۴۳
(۳) تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۴۳ (۴) تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۴۲

مدحیہ اشعار

عبداللہ ابن مبارک نے امام صاحب کی شان میں کئی مدحیہ اشعار بھی کہے ہیں، چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

رأیتُ أبَا حَنِیفَةَ کُلَّ یَوْمٍ ☆ یَزِیْدُ نُبَالَةً ویَزِیْدُ خَیْرًا

میں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا کہ وہ علم وذہانت میں ہر روز ترقی کرتے ہیں، اور خیر میں بڑھتے جاتے ہیں۔

ویَنْطِقُ بالصوابِ ویَصْطَفِیهِ ☆ إذا مَا قَالَ أهلُ الجَوْرِ جَوْرًا

اور درست بات کرتے ہیں اور درستگی کے متلاشی رہتے ہیں، جب کہ جھوٹے لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔

یُقَایِسُ من یُقَایِسُه بُلّبٍ ☆ فَمَن ذا یَجْعَلُونَ له نَظِیرًا

جو قیاس میں ان کا مقابلہ کرتا ہے وہ عقلمندی کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتے ہیں، وہ کون ہے جس کو لوگ ان کا نظیر بنائیں گے۔

کَفَانَا فَقْدُ حَمَّادٍ وَکَانَتْ ☆ مُصِیْبَتُنَا به أمرًا کبیرًا

حماد بن سلیمان کی موت امر عظیم تھی، مگر ابوحنیفہ ہمارے لئے ان کے بدل ہو گئے۔

فَرَدَّ شَمَاتَةَ الأعداءِ عَنَّا ☆ وأَنْشَاء بَعْدَهُ عِلمًا کثیراً

ابوحنیفہ نے شماتت اعداء کو ختم کر دیا، اور حماد بن سلیمان کے بعد علم کثیر کو رواج دیا۔

رَأیتُ أبَا حَنِیفةَ حین یُوْتی ☆ ویُطْلَبُ عِلْمُه بحرًا غَزِیرًا

میں نے ابوحنیفہ کو دیکھا جب ان کے سامنے مسائل پیش کئے جاتے اور امام ابوحنیفہ ہی ان کے واقف کار پائے جاتے۔

قاضی ابوعبد اللہ حسین بن علی صیمری نے امام صاحب کے متعلق عبد اللہ بن

مبارک کے ان اشعار کو نقل کیا ہے:

لـقـد زان البِـلادَ ومَـنْ عَـلَيْهَـا ☆ إمـامُ الـمسلمينَ أبـو حَـنِيْـفَةَ

مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ نے تمام شہروں اور جو کچھ ان میں ہے سب کو مزین کر دیا ہے۔

بـآثـارٍ وفـقـهٍ فـي حـديـثٍ ☆ كـآثـارِ الـزَبُـوْرِ عـلـى الصَحِيْفَةَ

ان کی حدیث اور فقہ نے صفحات ایسے مزین کردئے جیسے زبور کی آیات نے صفحات کو مزین کر دیا تھا۔

فَـمَـا فـي الـمَشْرِقَيْنِ لـه نـظيرٌ ☆ ولا بـالـمَـغْـرِبَيْـنِ ولا بـكـوفَةَ

امام ابوحنیفہ جیسے نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب اور نہ ہی کوفہ میں ان جیسا پیدا ہوا۔

رأيـتُ الـعَـائِبِيْـنَ لـه سفَـاهَـا ☆ خـلافُ الـحَـقِّ مع حـجـجٍ ضعيفة

میں نے امام صاحب پر عیب لگانے والوں کو بے وقوف دیکھا، جنہوں نے ضعیف دلائل سے ان کا مقابلہ کیا ہے۔(۱)

امام ابوحنیفہ خوش اخلاق تھے

عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں امام صاحب کی مجلس سب سے زیادہ باوقار ہوا کرتی تھی، آپ خوش رو، اور خوش اخلاق تھے، کپڑا صاف ستھرا زیب تن فرماتے تھے، ایک دن ہم لوگ جامع مسجد میں تھے، ایک سانپ امام صاحب کی گود میں گر گیا، لوگ بھاگ پڑے لیکن امام صاحب سنجیدگی کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھے رہے، اور سانپ کو جھٹک دیا۔(۲)

امام اوزاعی کی تنبیہ

عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں: میں امام اوزاعی کے پاس ملک شام گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا اے خراسانی! یہ کون بدعتی کوفہ میں پیدا ہو گیا ہے؟ جس کی کنیت ابوحنیفہ ہے،

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ۸۵ (۲) تاریخ بغداد ۱۳/۳۳۷

عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں: میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں واپس گھر گیا اور امام ابوحنیفہ کی کتاب لے کر اس میں سے عمدہ عمدہ مسائل منتخب کر کے تیسرے دن واپس امام اوزاعی کے پاس آیا، امام اوزاعی اپنی مسجد کے مؤذن اور امام تھے، میرے ہاتھ میں کتاب دیکھ کر امام اوزاعی نے کہا: یہ کونسی کتاب ہے؟ چنانچہ مجھ سے کتاب لے کر دیکھنا شروع کیا، جس میں تھا قال النعمان، اذان کے بعد کھڑے کھڑے کتاب کے کچھ حصہ کو انہوں نے پڑھا، اس کے بعد اپنے پاس رکھ لی، اور نماز کے بعد پوری کتاب پڑھ لی، اور فرمایا اے خراسانی! یہ کون نعمان بن ثابت ہیں؟ میں نے کہا: یہ ایک شیخ ہیں، جن سے میں نے عراق میں ملاقات کی تھی، تو اوزاعی نے کہا یہ بڑے عالی وقار شیخ ہیں، ان کی خدمت میں جاؤ اور کثرت سے استفادہ کرو، اس وقت میں نے کہا یہ وہی ابوحنیفہ ہیں، جن سے آپ منع کرتے ہیں۔ (۱) علامہ صیمری نے اس پر اضافہ کیا ہے کہ اس کے بعد امام اوزاعی نے فرمایا میرے اوپر حرام ہے کہ میں تمہیں اس جیسے شخص سے علم حاصل کرنے سے روکوں تم ان کو لازم پکڑ لو اور خوب استفادہ کرو، اس لئے کہ یہ علم کے سلسلے میں بہت عمدہ کلام کرتے ہیں۔ (۲)

امام ابوحنیفہ عبادت وریاضت میں یکتائے زمانہ تھے

منصور بن ہاشم کہتے ہیں: ہم لوگ عبداللہ ابن مبارک کے ساتھ قادسیہ میں تھے، کوفہ سے ایک شخص آیا اور امام صاحب کی غیبت کرنے لگا تو عبداللہ ابن مبارک نے فرمایا: تعجب ہے، کیا تو اس شخص کی غیبت کرتا ہے جنہوں نے پینتالیس سال تک پانچوں نمازیں ایک وضو سے پڑھی اور ایک رات میں پورا قرآن دو رکعت میں پڑھتے تھے، اور میں نے فقہ ان سے ہی حاصل کیا ہے (۳) عبدان کہتے ہیں عبداللہ بن مبارک کی مجلس میں ایک شخص نے امام صاحب کی برائی کی تو ابن مبارک نے فرمایا خاموش ہو جاؤ اگر تم امام صاحب کو دیکھتے تو

---

(۱) تاریخ بغداد ۱۳/۳۳۸ (۲) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ۷۸ (۳) تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۳

تم ان کو بہت عقلمند اور ذہین و سمجھدار پاتے۔(۱)

امام ابوحنیفہ ورع وتقویٰ کے مینار ہیں

عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں: میں کوفہ گیا اور لوگوں سے پوچھا سب سے زیادہ ورع وتقویٰ والے کون ہیں؟ تو لوگوں نے کہا: امام ابوحنیفہ(۲) عبداللہ ابن مبارک کا خود بیان ہے کہ میں نے امام صاحب سے زیادہ ورع وتقویٰ کسی میں نہیں دیکھا، جب کہ مال اور کوڑوں کے ذریعہ سے ان کو آزمایا گیا۔(۳) عبداللہ ابن مبارک کے سامنے امام صاحب کا ذکر کیا گیا تو فرمایا: تم ایسے شخص کا ذکر کرتے ہو جس پر تمام دنیا پیش کی گئی تو وہ اس سے بھاگ گیا۔

امام صاحب اہل علم میں سب سے ممتاز تھے، عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں وہ شخص محروم ہے جس کو امام ابوحنیفہ کے علم سے حصہ نہیں ملا، معاملہ اتنا ہی نہیں ہے بلکہ ابن مبارک تو امام ابوحنیفہ پر کسی دوسرے عالم اور امام کی ترجیح بھی گوارہ نہیں کرتے تھے، انہی سے یہ قول بھی منقول ہے کہ اگر مجھے افراطِ کلام کا الزام نہ دیا جائے تو میں امام ابوحنیفہ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا(۴) امام ابوحنیفہ کی محدثانہ جلالت قدر اور فقیہانہ عظمت کے اس قدر قائل تھے کہ اپنے حلقہ درس اور نجی محفل میں بے اختیار ان کے منھ سے یہ الفاظ نکل جاتے تھے اگر امام صاحب تابعین کے ابتدائی دور میں ہوتے تو وہ سب بھی ان کا اتباع کرتے۔(۵)

امام صاحب غیبت سے کوسوں دور تھے

عبداللہ ابن مبارک کہتے ہیں: میں نے سفیان ثوری سے کہا ابو عبداللہ (سفیان ثوری کی کنیت ہے) ابوحنیفہ غیبت سے کتنا دور تھے؟ میں نے کبھی بھی ان کو دشمن کی غیبت

(۱) الانتقاء ص:۱۳۳ (۲) سیوطی، تبییض الصحیفہ ص:۱۷ (۳) تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۷

(۴) مناقب ابی حنیفہ للموفق ۱/۳۰۷ (۵) عبدالقیوم حقانی، دفاع ابوحنیفہ ص:۳۱۹، مکتبۃ الریاض دیوبند

کرتے ہوئے نہیں سنا، تو سفیان ثوری نے کہا: وہ بہت زیادہ سمجھ دار اور ذہین تھے، وہ کوئی ایسی چیز اپنے اوپر مسلط نہیں کرتے تھے جو ان کی نیکیوں کو ضائع کردے۔(۱)

امام ابوحنیفہ اخلاقِ حسنہ کے جامع تھے

عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں: میں کوفہ گیا اور وہاں کے علماء سے پوچھا کہ تمہارے شہر کے سب سے بڑے عالم کون ہیں؟ تو سبھوں نے کہا: امام ابوحنیفہ، پھر میں نے دوسرا سوال کیا: لوگوں میں سب سے بڑے عبادت گذار اور سب سے زیادہ علم سے اشتغال رکھنے والے کون ہیں؟ تو تمام حضرات نے فرمایا: ابوحنیفہ، میں مختلف اخلاقِ حسنہ کے بارے میں ایک ایک کرکے پوچھتا رہا، اور لوگ یہی کہتے رہے کہ ہم اِن اخلاق کے ساتھ امام ابو حنیفہ کے علاوہ کسی اور کو متصف نہیں جانتے ہیں۔(۲)

عبداللہ ابن مبارک کا امام صاحب کو خراجِ عقیدت

عبداللہ بن مبارک نے نہ صرف یہ کہ آپ کی شاگردی اختیار کی؛ بلکہ آخری دم تک آپ کی صحبت میں رہے، بعض لوگوں نے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ ابن مبارک بعد میں امام صاحب سے الگ ہوگئے تھے، حالانکہ یہ دھوکہ ہے، ابن مبارک اخیر عمر تک آپ کی شاگردی پر فخر کرتے رہے اور وفات کے بعد آپ کی قبر پر آکر آپ کی عظمت اور رفعت شان کا اظہار کیا ہے۔

بشر بن عثمان مروزی کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن مبارک بغداد آئے تو لوگوں سے کہا: مجھے امام ابوحنیفہ کی قبر بتلاؤ، تو لوگوں نے بتادی، تو وہ قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: ابوحنیفہ! ابراہیم نخعی مرے تو انہوں نے اپنا خلیفہ چھوڑا، حماد بن سلیمان مرے تو انہوں نے بھی اپنا خلیفہ چھوڑا، ابو حنیفہ! تم اس حال میں دنیا سے گئے کہ اپنا کوئی خلیفہ نہیں چھوڑا، اور یہ کہہ کر بہت روئے۔(۳)

---

(۱) تاریخ بغداد۱۳/۳۶۱ (۲) مقدمہ اعلاء السنن ۲۱/۱۲، مکتبہ اشرفیہ دیوبند

(۳) تذکرۃ النعمان اردو ترجمہ عقود الجمان، مترجم عبداللہ بستوی، ۳۳۳، شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند

امام ابوحنیفہ اللہ کی ایک نشانی ہیں

خطیب بغدادی نے عبداللہ ابن مبارک سے نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ اللہ کی ایک آیت تھے، ایک آدمی نے کہا: ابوعبدالرحمٰن شر میں آیت تھے یا خیر میں؟ تو انہوں نے فرمایا: آیت کا لفظ خیر ہی میں بولا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: غـايـة فـى الشـر وآية فى الخير اس کے بعد قرآن کی ایک آیت تلاوت کی: وجعلنا ابن مريم وأمه آية (۱) ہم نے عیسیٰ بن مریم اور ان کی ماں کو قدرت کی ایک نشانی بنادیا۔(۲)

امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کا کسی بات پر اتفاق کرنا قوت کی دلیل ہے

عبداللہ ابن مبارک فرمایا کرتے تھے: جب کسی بات پر سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ اتفاق کرلیں تو وہ بات قوی ہوجاتی ہے، نیز انہوں نے فرمایا: جب امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کسی فتویٰ پر متفق ہوجائیں تو پھر ان کے فتویٰ کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے؟(۳) سیوطی فرماتے ہیں: ابن مبارک نے فرمایا جب یہ دونوں بزرگ کسی قول پر اتفاق کرلیں تو یہی میرا قول ہوگا، فذلك قولي.(۴)

امام صاحب کی فراست

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: میں نے امام صاحب کو مکہ مکرمہ کے راستے میں دیکھا کہ ان کے لئے ایک گائے کا بچھڑا بھونا گیا، ساتھیوں کی خواہش ہوئی کہ اسے سرکہ سے کھائیں لیکن سرکہ ڈالنے کے لئے کوئی برتن نہیں تھا، لوگ حیران تھے کہ کس طرح سرکہ نکالیں اتنے میں امام ابوحنیفہ کو دیکھا کہ ریتیلی زمین میں گڈھا کھودا پھر اس پر دسترخوان بچھایا اور دسترخوان پر سرکہ ڈال دیا اور لوگوں نے سرکہ کے ساتھ بھنا ہوا گوشت کھایا اور کہنے لگے

---

(۱) المؤمنون: ۵۰ (۲) تاریخ بغداد ۱۳/۳۳۶

(۳) تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۳ (۳) تبییض الصحیفہ ۱۷

آپ ہر چیز کو نہایت عمدہ طور پر کرتے ہیں، امام صاحب نے فرمایا خدا کا شکر کرو یہ ایسی چیز ہے جس کا الہام اللہ کے فضل سے ہوا ہے۔(۱)

امام صاحب علم کے مخزن تھے

ابو محمد حارثی نے حبان بن موسیٰ سے روایت کی کہ ایک دن عبداللہ بن مبارک بیٹھے حدیث بیان کرر ہے تھے، فرمانے لگے حدثنی نعمان بن ثابت نعمان بن ثابت نے مجھ سے حدیث بیان کی، کسی نے عرض کیا ابوعبدالرحمٰن! آپ کس کو مراد لے رہے ہیں، فرمایا، ابوحنیفہ کو جو علم کے مخزن ہیں، یہ سن کر بعض لوگوں نے حدیث لکھنا بند کر دیا، عبداللہ بن مبارک تھوڑی دیر چپ رہے، اس کے بعد فرمایا اے لوگو! آپ لوگ کتنے بے ادب ہیں، ائمہ کرام کے مراتب سے کس قدر ناواقف ہیں علم اور اہل علم سے آپ لوگوں کو کتنی معرفت کم ہے، کوئی بھی ابوحنیفہ سے بڑھ کر اقتداء کے لائق نہیں، اس لئے کہ وہ امام تھے، متقی تھے، صاف اور بے داغ تھے، پرہیز گار تھے، عالم تھے، فقیہ تھے، انہوں نے علم کو بصیرت، فہم وفراست اور تقویٰ کے ذریعہ اس طرح کھول کر بیان کیا جیسا کہ کسی اور نے نہیں کیا، اس کے بعد قسم کھائی کہ ایک مہینہ تک سبق نہیں پڑھاؤں گا۔(۲)

امام صاحب جرح وتعدیل کے امام تھے

امام صاحب نہ صرف حدیث اور فقہ میں امامت کے درجے پر فائز تھے، بلکہ آپ جرح وتعدیل میں بھی ممتاز مقام رکھتے تھے، عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں محمد بن واسع خراسان آئے تو قبیصہ نے کہا تمہارے درمیان داعی اسلام تشریف رکھتے ہیں، چنانچہ ان کے اردگرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور ان سے فقہ کے مختلف سوالات کیئے، اس پر محمد بن واسع نے کہا کہ فقہ تو کوفہ کے جوان امام ابوحنیفہ کا پیشہ اور ان کا ہنر ہے، اس پر لوگوں نے کہا،

---

(۱) تذکرۃ النعمان ۲۲۸ (۲) تذکرۃ النعمان ۱۵۱

لیکن ان کو حدیث کی اتنی معرفت نہیں ہے اس پر عبداللہ بن مبارک نے فرمایا تم لوگ یہ بات کیوں کہتے ہو کہ انہیں حدیث کی معرفت نہیں ہے، ایک مرتبہ ان سے سوال کیا گیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں، انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے تو لوگوں نے کہا کہ حضرت سعد کی حدیث اس کے خلاف ہے تو امام صاحب نے فرمایا وہ حدیث شاذ ہے، زید بن عیاش کی روایت قابل قبول نہیں ہے، جو شخص حدیث اور اس کے راویوں کے معاملے میں اس طرح درک رکھتا ہو اس کے بارے میں کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہیں حدیث کی معرفت نہیں تھی؟ (۱)

امام ابوحنیفہ کی رائے یا تفسیر حدیث

ایک دفعہ سلمہ بن سلیمان نے ان سے عرض کیا، آپ نے امام ابوحنیفہ کی رائے کو اپنی کتابوں میں تو شامل کر لیا ہے، مگر امام مالک کی رائے کو نہیں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا اس لئے کہ وہ مجھے رائے نظر نہیں آئی، علامہ ابن عبد البر نے اس واقعہ کو سلمہ بن سلیمان کے حوالے سے یوں نقل کیا ہے:

قلت لابن المبارك وضعت من رأي أبي حنيفة ولم تضع من رأي مالك قال لم أره علما.(۲)

آپ نہ صرف امام صاحب کی رائے کو پسند کرتے تھے؛ بلکہ ان کی رائے کو حجت تسلیم کرتے تھے، چنانچہ فرماتے تھے کہ ابوحنیفہ کی رائے کا لفظ مت کہا کرو بلکہ (ان کی رائے کو) حدیث کی تفسیر کہو یعنی آپ کی اپنی کوئی ذاتی رائے نہیں ہوتی ہے، بلکہ بعینہ کسی حدیث کی تفسیر ہوتی ہے، سوید بن نضر کا بیان ہے:

سمعت ابن المبارك يقول لا تقولوا رأي أبي حنيفة

(۱) صیمری، قاضی ابوعبداللہ، حسین بن علی اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۱۲، دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۷۶ء

(۲) ابن عبد البر ۲/ ۱۰۷۱ دار ابن الجوزی، المملکۃ العربیۃ السعودیہ، جامع بیان العلم وفضلہ

ولكن قولوا تفسير الحديث.

آثار واحادیث کے معانی کے لئے امام ابوحنیفہ کی ضرورت

عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے آثار واحادیث کو لازم سمجھو، مگر ان کے معانی کے لئے امام ابوحنیفہ کی ضرورت ہے، کیوں کہ وہ معانی کو بہتر جانتے ہیں، موفق نے آپ کا قول نقل کیا ہے کہ تمہارے اوپر حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اور حدیث کے سمجھنے کے لئے امام ابوحنیفہ کا قول ضروری ہے، تا کہ اس کے ذریعہ حدیث کی صحیح تاویل اور معنی معلوم ہو جائے (۱) آپ کا قول ہے جب ہمیں کسی موضوع کی کوئی حدیث نہ ملے تو ہم ابوحنیفہ کے قول کو حدیث کے قائم مقام سمجھتے ہیں، انہی کا قول ہے اگر میں ابوحنیفہ سے نہ ملتا تو علم میں مفلس رہتا۔

لولا لم ألق أبا حنيفة لكنت من المفاليس في العلم. (۲)

حافظہ میں سب پر غالب تھے

آپ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ حافظہ، فقہ، علم، پرہیزگاری، دیانت اور تقویٰ میں سب لوگوں پر غالب تھے، علامہ کردری نے نقل کیا ہے:

عن ابن المبارك قال غلب على الناس بالحفظ والفقه والعلم والصيانة والديانة وشدة الورع. (۳)

امام صاحب صرف ثقہ لوگوں سے صحیح حدیث لیتے تھے

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ علم کے بڑے حریص تھے اور

(۱) مناقب ابی حنیفہ موفق ۱/۳۰۷ (۲) مناقب ابی حنیفہ موفق ۱/۳۰۷ (۳) مناقب کردری ۱/۲۲۹

حضور کی صرف صحیح حدیث لیتے تھے، آپ کو ناسخ ومنسوخ کی خوب پہچان تھی اور صرف ثقہ لوگوں کی حدیث لیتے تھے اور حضور کے آخری عمل کو لیتے تھے(۱) ایک دفعہ فرمایا: میں نے قاضی حسن بن عمارہ کو اس حال میں دیکھا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کے گھوڑے کی لگام پکڑی تھی اور کہہ رہے تھے اللہ کی قسم! میں نے فقہ میں ان سے زیادہ فصیح وبلیغ کلام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ صابر اور حاضر جواب یہ اپنے وقت کے سید الفقہاء ہیں، ان کی شان میں سوائے حاسدوں کے کوئی بکواس نہیں کرتا۔(۲)

❍❖❍

(۱) امام ابوحنیفہ کی محدثانہ جلالت شان ص:۲۱۹

(۲) محدثانہ جالت شان ص:۲۲۰

تیسری فصل

امام ابو حنیفہ اہل حدیث علماء کی نظر میں

امام اعظم ابو حنیفہ اس امت کے منتخب اور چنندہ افراد میں شمار کئے جاتے ہیں، اپنے علم ،تقویٰ،عمل ، اخلاق ،تواضع وانکساری، جود وسخاوت، بلند نظری، مخلوق سے ہمدردی وغمخواری، پاکیزہ صحبت اور علم وعلماء کی بے غرضانہ خدمتِ عظیم کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت کے آسمان اور شہرت کے ثریا پر پہونچا دیا، آپ کی زندگی، آپ کی خدمات، آپ کی فکر نے بہت سوں کے لئے فکر وعمل اور غور وتدبر کے دروازے کو وا کردیا، آپ باتفاق امت مجتہد مطلق تھے اور ائمہ مجتہدین میں مختلف حیثیتوں سے آپ کو تفوق حاصل تھا، آپ کی مجتہدانہ رجال سازی نے مجتہدین کی ایک ٹیم تیار کردی، فقہ وحدیث میں گہری واقفیت نے فقہ کے دائرے کو بہت وسیع کیا اور ایک ایسی فقہ وجود میں آئی جس سے آج بھی امت کا سواد اعظم استفادہ کررہا ہے، آپ کی عظمتِ شان اور جلالتِ مکان کا بڑے بڑے اساطینِ علم وفضل نے اعتراف کیا ہے، فقہ وحدیث کے تاجداروں نے آپ کو فقہ وحدیث کا امام اعظم مانا ہے اور آپ کی گوناگوں صفات اور علمی تبحر کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، یہی نہیں کہ ائمہ احناف یا علماء احناف نے ہی آپ کی سوانح حیات تحریر کی ہے؛ بلکہ آپ کے سوانح نگاروں میں زیادہ تر فقہ مالکی اور فقہ شافعی کے متبعین اور پیروکار شامل ہیں، جنہوں نے صاف اور واضح لفظوں میں امام صاحب کے علمی کمالات اور آپ کی صاف وشفاف زندگی کو تاریخ بنا کر پیش کیا ہے، امام صاحب کے سوانح نگاروں میں زیادہ تر حضرات نے امام صاحب کے صرف ایجابی پہلو کو ذکر کیا ہے اور امام صاحب کی خدمات کو اجاگر کیا ہے جب

کہ بعض مصنفین جیسے خطیب وغیرہ نے ہر طرح کے رطب و یابس کو لکھ کر امام صاحب کے بعض نقائص کو ذکر کیا ہے اور بہت سے بے جا الزامات اور غلط خیالات کو امام صاحب کی طرف منسوب کر دیا ہے جس کی کوئی دلیل اور صحیح سند کبھی پیش نہیں کی جا سکتی ہے، اسی کے ساتھ بہت سے مصنف اہل علم اور مؤرخین نے امام صاحب کی طرف منسوب ان اعتراضات اور الزامات کا جائزہ لے کر امام صاحب کی طرف سے صفائی پیش کی ہے اور آپ کو ان الزامات سے بری ہونے کا سرٹیفکٹ دیا ہے۔

ہم یہاں پر امام صاحب پر جرح کی حقیقت کا مختصر جائزہ اور امام صاحب کے سلسلے میں چند اہل علم کی آراء کو نقل کر کے اصل موضوع کو شروع کریں گے۔

امام صاحب پر جرح کی حقیقت

امام صاحب کے بعض سوانح نگاروں نے امام صاحب کی طرف عقائد و فروعات سے متعلق بعض ایسی باتیں نقل کی ہیں جن سے امام صاحب بالکل بری ہیں، بہت سے منصف اہل قلم نے امام صاحب کی طرف سے دفاع کیا ہے اور اس کے جوابات لکھے ہیں، امام صاحب کی طرف خلق قرآن، قدر، ارجاء وغیرہ کے الزامات لگائے گئے ہیں، ابن الاثیر الجزری صاحب جامع الاصول (م ۶۰۶ھ) امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں:

> امام ابوحنیفہ عالم باعمل تھے، عابد و زاہد، متقی و پرہیز گار تھے، علوم شریعت کے امام تھے، ان کی طرف ایسے اقوال منسوب کئے گئے ہیں جن سے ان کی شان بالاتر ہے وہ اقوال۔ خلق قرآن، قدر، ارجاء وغیرہ ہیں ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال اور ان کے منسوب کرنے والوں کا نام لیں یہ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کا دامن ان سے پاک تھا اللہ تعالیٰ کا ان کو ایسا مذہب دینا جو سارے آفاق میں پھیل گئی اور جس نے روئے زمین کو ڈھانپ لیا اور ان کے مذہب وفقہ کو قبول عام ہونا ان کی

پاک دامنی کی دلیل ہے اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا سرّ خفی نہ ہوتا تو نصف
یا اس سے قریب اسلام ان کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے نہ ہوتا۔(۱)

امام صاحب پر جس طرح کا بھی جرح کیا گیا ہے اس کی حقیقت معاصرانہ چپقلش، غلط فہمی اور جہالت، یا تعصب وحسد ہے ورنہ امام صاحب کی زندگی ان الزامات سے آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہے، مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب (م ۵/مئی ۲۰۰۹ء) ''مقام ابوحنیفہ'' میں اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

حضرت امام ابوحنیفہ کے بارے میں جن جن حضرات نے کلام کیا ہے یا تو وہ محض تعصب اور عناد وحسد کی پیداوار ہے جس کی ایک پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں ہے اور بعض حضرات نے اگرچہ دیانتاً کلام کیا ہے مگر اس رائے کے قائم کرنے میں جس اجتہاد سے انہوں نے کام لیا ہے وہ سراسر باطل ہے کیوں کہ تاریخ ان تمام غلط فہمیوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ رہی ہے اس لئے ان حوالجات سے مغالطہ آفرینی میں مبتلا ہونا یا دوسروں کو دھوکہ دینا انصاف و دیانت کا جنازہ نکالنا اور محض تعصب اور حسد وغیبت جیسے گناہ میں آلودہ ہونا ہے۔(۲)

خطیب نے عبداللہ بن داؤد کے حوالے سے نقل کیا ہے:

الناس في أبي حنيفة رجلان جاهل به وحاسد له. امام صاحب کے سلسلے میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں یا تو امام صاحب کے فضل وکمال سے ناواقف ہیں یا ان سے حسد کرتے ہیں۔(۳)

---

(۱) ابن الاثیر الجزری، محی الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد، جامع الاصول فی احادیث الرسول، ترجمہ ۱۷۸۰ نعمان بن ثابت ۹۵۲/۱۲، مکتبۃ الحلوانی ۱۹۶۹ء ڈیجیٹل لائبریری

(۲) سرفراز خاں صفدر، مقام ابی حنیفہ ص: ۲۷۲، دار الاشاعت دیوبند ۲۰۰۰ء

(۳) خطیب بغدادی، حافظ ابوبکر احمد بن علی، تاریخ بغداد ۳۴۶/۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۷ء

خطیب کے جرح کی حقیقت

امام صاحب پر جن لوگوں نے جرح کیا ہے اور امام صاحب کی طرف مطاعن ومعایب کو منسوب کیا ہے اس میں سرفہرست خطیب بغدادی ہیں بعد میں زیادہ تر حضرات نے خطیب کی عبارتوں سے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی ہے؛ لیکن خطیب کے جرح کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے اس سلسلے میں بعض حضرات کی رائے تو یہ ہے کہ خطیب نے مدح وذم کے تمام روایات کو ذکر کر کے اپنے مؤرخانہ فریضہ کو انجام دیا ہے اس میں انہوں نے روایت کی صحت وغیرہ پر زور نہیں دیا ہے، خود خطیب ان کے قائل نہیں تھے، اور نہ ہی یہ خطیب کی اپنی رائے تھی بعض جرح کو نقل کر کے خطیب نے امام صاحب کا دفاع بھی کیا ہے، مثلا جنت وجہنم کے غیر موجود ہونے کی جرح نقل کر کے خطیب کہتے ہیں قول بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ خود راوی ابومطیع اس کا قائل تھا ابوحنیفہ نہ تھے جب کہ بہت سے حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ یہ خطیب کی اپنی رائے نہیں؛ لیکن خطیب کو ان اقوال کے نقل کرنے سے احتراز کرنا چاہئے تھا، انہوں نے امام صاحب کے متعلق ان باتوں کو لکھ کر گویا اپنی کتاب کی استنادی حیثیت کو کم کردیا ہے، حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی (المتوفی ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں:

> حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں جو مخلِ تعظیم باتیں نقل کی ہیں ان سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے، خطیب بغدادی نے اگرچہ پہلے مدح کرنے والوں کی باتیں نقل کی ہیں مگر اس کے بعد دوسرے لوگوں کی باتیں بھی نقل کی ہیں سو اس وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب کو بڑا داغدار کردیا ہے اور بڑوں اور چھوٹوں کے لئے ایسا کرنے سے وہ ہدف ملامت بن گئے ہیں اور انہوں نے ایسی گندگی

اچھالی ہے جس کو بہت سارے سمندر نہیں دھو سکتے ہیں۔(۱)

قاضی القضاۃ شمس الدین ابن خلکان الشافعی (م ۶۸۱ھ) خطیب بغدادی کی اس غلط طرز گفتگو پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> خطیب نے اپنی تاریخ میں امام صاحب کے بارے میں بہت سے مناقب ذکر کئے اس کے بعد کچھ ایسی ناگفتہ بہ باتیں بھی لکھی ہیں جن کا ذکر نہ کرنا اوران سے اعراض کرنا بہت ہی مناسب تھا؛ کیوں کہ امام اعظم جیسی شخصیت کے متعلق نہ تو دیانت میں شبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ورع وحفظ میں، آپ پر کوئی نکتہ چینی بجز قلت عربیت کے اور نہیں کی گئی ہے۔(۲)

خطیب اور چند دیگر حضرات کے علاوہ زیادہ تر مصنفین اور مؤرخین، ائمہ جرح وتعدیل اور ائمہ حدیث نے امام صاحب کے فضائل ومناقب کو انصاف کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور کسی قسم کے جرح کو ذکر نہیں کیا ہے؛ بلکہ صرف مناقب پر اکتفا کیا ہے، نمونے کے طور پر چند اسماء الرجال کی کتابوں اور چند ائمہ حدیث کے اقوال کو یہاں مختصراً ذکر کیا جاتا ہے، امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے تذکرۃ الحفاظ میں، حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے تہذیب التہذیب میں، حافظ صفی الدین خزرجی (م ۹۲۳ھ) نے خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال میں، علامہ نووی (م ۶۷۶ھ) نے تہذیب الاسماء واللغات میں، امام یافعی (م ۷۶۸ھ) نے مرآۃ الجنان میں امام صاحب کے حالات اور مناقب کو ذکر کیا ہے؛ لیکن کسی نے کوئی جرح نہیں کی ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان ائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک امام صاحب کی جرح کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اب چند معتمد ترین اور ائمہ علم وفضل

---

(۱) محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی، عقود الجمان ص: ۴۸، تحقیق ودراسۃ ملا عبد القادر افغانی، جامعہ ملک عبد العزیز

(۲) ابن خلکان، شمس الدین احمد بن محمد، تاریخ ابن خلکان ۴۰۵/۵، ترجمۃ الامام ابوحنیفہ، دار صادر بیروت ۱۹۰۰ء

کے اقوال یہاں ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ امام صاحب کی بے داغ اور تقویٰ وطہارت سے لبریز زندگی اور آپ کے فضل وکمال کی مختلف نوعیتیں ہمارے سامنے آسکے۔

فضیل بن عیاض (م ۱۸۷ھ)

فضیل بن عیاض مشہور صوفیاء میں سے ہیں، ان کی زندگی زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت سے عبارت تھی، وہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ مرد فقیہ تھے، فقہ میں معروف، پارسائی میں مشہور، بڑے دولت مند، ہر صادر ووارد کے ساتھ بہت سلوک کرنے والے، شب وروز صبر کے ساتھ تعلیم میں مصروف، رات اچھی گزارنے والے، خاموشی پسند، کم سخن تھے جب کوئی مسئلہ حلال وحرام کا پیش آتا تو کلام کرتے اور ہدایت کا حق ادا کردیتے، سلطانی مال سے بھاگنے والے تھے۔ (۱)

سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ)

ابوبکر بن عیاش کا قول ہے کہ سفیان کے بھائی عمرو بن سعید کا انتقال ہوا تو سفیان کے پاس ہم لوگ تعزیت کے لئے گئے مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی، عبداللہ بن ادریس بھی وہاں تھے اسی عرصہ میں ابوحنیفہ اپنے رفقاء کے ساتھ وہاں پہونچے سفیان نے ان کو دیکھا تو اپنی جگہ خالی کردی اور کھڑے ہوکر معانقہ کیا، اپنی جگہ ان کو بٹھایا خود سامنے بیٹھے یہ دیکھ کر مجھ کو بہت غصہ آیا میں نے سفیان سے کہا ابوعبداللہ! آج آپ نے ایسا کام کیا جو مجھ کو برا معلوم ہوا نیز ہمارے دوسرے ساتھیوں کو بھی، انہوں نے پوچھا کیا بات، میں نے کہا آپ کے پاس ابوحنیفہ آئے آپ ان کے لئے کھڑے ہوئے، اپنی جگہ بٹھایا، ان کے ادب میں مبالغہ کیا یہ ہم لوگوں کو ناپسند ہوا، سفیان ثوری نے کہا تم کو یہ کیوں ناپسند ہوا وہ علم میں ذی مرتبہ شخص ہیں اگر میں ان کے علم کے لئے نہ اٹھتا تو ان کے سن وسال کے لئے اٹھتا اور اگر

---

(۱) عبدالقادر التمیمی، الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ ۲۸/۱

ان کے سن وسال کے لئے نہ اٹھتا تو ان کی فقہ کے واسطہ اٹھتا اور اگر ان کی فقہ کے لئے نہ اٹھتا تو ان کے تقویٰ کے واسطے اٹھتا۔(۱)

علامہ محمد بن اثیر الشافعی (م ۶۰۶ھ)

علامہ محمد بن اثیر الشافعی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص لطف اور بھید اس میں مضمر نہ ہوتا تو امت محمدیہ کا تقریبا نصف حصہ کبھی امام ابوحنیفہ کی پیروی نہ کرتا اور اس جلیل القدر کے مسلک پر عامل ہوکر اور ان کی تقلید کر کے کبھی قرب خداوندی حاصل کرنے پر آمادہ نہ ہوتا، آج ساڑھے چار سوسال تک ان کے فقہ اور مذہب پر عمل، ان کے مذہب اور عقیدے کی صحت کی دلیل ہے۔(۲)

یزید بن ہارون (م ۲۰۶ھ)

یزید بن ہارون کو شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اپنے وقت کے عابد وزاہد حضرات میں شمار ہوتے تھے، علم حدیث میں بڑی شان کے مالک تھے ان سے پوچھا گیا آدمی فتوی دینے کا کب مجاز ہوسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا جب ابوحنیفہ کے مثل اور ان کی طرح فقیہ ہوجائے ان سے سوال کیا گیا اے ابوخالد آپ ایسی بات کہتے ہیں؟ فرمایا ہاں اس سے بھی زیادہ کہتا ہوں کیوں کہ میں نے ابوحنیفہ سے بڑا فقیہ اور متورع نہیں دیکھا، میں نے ان کو دھوپ میں ایک شخص کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں نے سوال کیا آپ دیوار کے سائے میں کیوں نہیں چلے جاتے وہ کہنے لگے کہ مالک مکان پر میرا قرضہ ہے میں نہیں پسند کرتا کہ مدیون کے مکان اور دیوار کے سائے کے نیچے بیٹھ کر اس سے منتفع ہوں، اس سے زیادہ تقویٰ اور ورع کیا ہوگا۔(۳) ان کا ہی بیان ہے میں نے

---

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص: ۳۰۷ الطبقات السنیۃ ۱/۲۸

(۲) جامع الاصول، ترجمہ ۲۷۸۰ نعمان بن ثابت ۱۲/۹۵۲

(۳) موفق احمد مکی، مناقب ابی حنیفہ ۱/۱۶۶، دار الکتب العربی بیروت ۱۹۸۱ء

ایک ہزار استاذ سے علم لکھا اور حاصل کیا ہے؛ لیکن خدا کی قسم میں نے ان سب میں ابوحنیفہ سے بڑھ کر صاحب ورع اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔(۱)

غیر مقلدین کی ہفوات

ایک طرف ائمہ جرح وتعدیل ہیں جنہوں نے صرف امام صاحب کے متعلق فضائل ومناقب کو ذکر کیا ہے اور جرح سے بالکل گریز کیا ہے، اسی کے ساتھ علم وفضل کے آفتاب وماہتاب اور علم حدیث فقہ وفتاویٰ کے درخشندہ ستارے ہیں، جنہوں نے امام صاحب کے فضائل کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے اور آپ کو علم حدیث کا امام اعظم اور ورع وتقویٰ کا نیّرِ تاباں قرار دیا ہے، آپ کے فضائل کو ذکر کرتے ہوئے آپ کو آسمان رشد وہدایت کا دمکتا ستارہ تسلیم کیا ہے تو دوسری طرف غیر مقلدین کی ایک جماعت ہے جنہوں نے امام صاحب کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا ٹھیکہ لے رکھا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسی دریدہ ذہنی کا انہیں وظیفہ ملتا ہے، امام صاحب کی شان میں اس طرح کی حرکتیں اور ایسے گندے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے کہ عام انسان کے لئے بھی ان الفاظ کا استعمال روا نہیں ہے، چہ جائے کہ اس عظیم انسان کی شان میں کہی جائے جس کے احسان سے امت کا بہت بڑا طبقہ گراں بار ہے، بعض اساتذہ سے سنا کہ دارالعلوم دیوبند میں بعض غیر مقلدین طلبہ امام صاحب کا نام لکھ کر اسے جوتے سے مارتے تھے اور بعض طلبہ امام صاحب کا نام لکھ کر اسے گندے نالے میں ڈال دیتے تھے، بعض غیر مقلدین طلبہ بے ادبی کی ساری حدیں پار کرتے ہوئے ہدایہ جیسی فقہ کی اہم کتاب پر جس میں صاحب ہدایہ نے دلیل عقلی کے ساتھ ساتھ دلیل نقلی کا بھی حد درجہ اہتمام کیا ہے اور قرآن وحدیث سے یہ کتاب پوری طرح مبرہن ہے اس کتاب کو کھول کر اس پر بیٹھ جایا کرتے تھے، اس طرح کی دریدہ ذہنی سب وشتم، نفرت اور حقارت آمیز لفظوں اور غیر شائستہ حرکتوں سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں

(۱) مناقب موفق ۱/۱۹۵

میں ان کو نقل نہیں کر سکتا ہوں، یہ وہ حرکتیں ہیں جو ایک عام انسان کے حق میں بھی کسی طرح جائز نہیں ہے؛ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے وفات شدہ لوگوں کے محاسن کو یاد کیا کرو(۱) یعنی ان کے عیب و کمزوری سے گریز کیا کرو یہ حضرات کہنے کو تو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں؛ لیکن معلوم نہیں کن احادیث پر عمل کرنے کی بنا پر یہ لوگ اہل حدیث کہلاتے ہیں، جب حدیث میں سختی کے ساتھ وفات یافتگان کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے تو کس جواز کی بنا پر یہ حضرات امام صاحب کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، وہ بھی اس امام کی شان میں جس کو ائمہ اربعہ کے سواد اعظم، بلکہ جمہور امت نے آپ کو امام اعظم تسلیم کیا ہے، آپ کے فضائل و مناقب پر کتابیں تحریر کی ہیں، آپ کی محدثانہ اور فقیہانہ خدمات کا ذکر جمیل پیش کیا ہے۔

منصف اہل حدیث کا طرز عمل

اس کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ امام صاحب یا فقہ حنفی پر کیچڑ اچھالنا اور امام صاحب کی شان میں گستاخی کرنا تمام اہل حدیث کا شیوہ نہیں ہے؛ بلکہ بہت سے منصف مزاج اہل حدیث ہیں جو نہ صرف یہ کہ امام صاحب کی شان میں گستاخی کر کے اپنی زبان کو گندہ نہیں کرتے ہیں؛ بلکہ اپنے اہل حدیث دوستوں کو بھی اس لایعنی اور غیر مہذب عمل سے روکتے ہیں، اس فہرست میں اہل حدیث کے بڑے بڑے علماء ہیں جنہوں نے امام صاحب کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں، امام صاحب کا نام بڑے عزت و احترام سے لیا ہے، امام صاحب کی علمی عبقریت اور فقہ و حدیث میں ان کی امتیازیت کا اعتراف کیا ہے، ان منصف اہل حدیث علماء کا بیان تمام اہل حدیث دوستوں کے لئے آئینہ ہے جس میں وہ امام صاحب کی صحیح تصویر دیکھ سکتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کر کے انہوں نے امام صاحب

(۱) ابوداؤد باب النہی عن سب الموتی، رقم الحدیث: ۴۹۰۰

کی تصویر کو کس حد تک بگاڑنے کی کوشش کی ہے اس کا بھی معائنہ کر سکتے ہیں، ذیل میں چند اہل حدیث علماء کے اقوال کو ذکر کیا جاتا ہے، جس سے ہم اس بات کا جائزہ لے سکتے ہیں کہ جس طرح امت کے سواد اعظم اور مذاہب اربعہ کے ائمہ متبوعین نے امام صاحب کی جلالت قدر کا اعتراف و اظہار کیا ہے اسی طرح بہت سے منصف اہل حدیث علماء نے بھی امام صاحب کی خدمات کو سراہا ہے، ان اہل حدیث علماء کا بیان تمام غیر مقلدین کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے جس پر وہ بھی عمل کر سکتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ (م ۶۶۱ھ = ۷۲۸ھ)

آج کل امام ابن تیمیہ کو عالم اسلام میں جو مقام حاصل ہے وہ محتاج تعارف نہیں، ہند و بیرون ہند انہیں شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، ابتداء میں امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے، لیکن تیزی طبع کی وجہ سے ان کی تقلید کے قلادے کو گردن سے اتار دیا اور آزاد روش اختیار کی، اہل حدیث کے یہاں ان کو امام تسلیم کیا جاتا ہے اور ان کی رائے کو بہت اہمیت دی جاتی ہے، وہ امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں:

> امام ابوحنیفہ سے اگرچہ بعض لوگوں کو اختلاف رہا ہے، لیکن ان کی فہم اور فقہ میں کوئی شک نہیں کر سکتا ہے، کچھ لوگوں نے ان کو ذلیل کرنے کے لئے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کی ہیں جو بالکل جھوٹ ہیں۔(۱)

امام صاحب—مولانا ابراہیم سیالکوٹی کی نظر میں

مولانا ابراہیم سیالکوٹی اہل حدیث کے ممتاز لوگوں میں شمار ہوتے ہیں اور علماء اہل حدیث میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں، انہوں نے تاریخ اہل حدیث میں امام صاحب پر

---

(۱) حدائق حنیفہ ۲/امام اعظم ابوحنیفہ ص: ۱۳۲ مصنفہ مفتی عزیز الرحمٰن

تقریباً بیس صفحہ لکھا ہے جس میں جگہ جگہ امام صاحب کا تذکرہ عقیدت واحترام کے ساتھ کیا ہے اور امام صاحب پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات مدلل طور پر دیئے ہیں، امام صاحب کو اہل سنت اور اہل حدیث کا پیشوا قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

متقدمین کی تحقیق جو دیانت وادب ہر دو امروں کو ملحوظ رکھ کر ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحب اہل سنت اور اہل حدیث کے پیشوا تھے جیسا کہ باب اول کے ضمیمہ فصل سوم میں آپ کے خصوصی حالات میں ائمہ اہل حدیث مثل ذہبی، حافظ ابن حجر اور امام ابن تیمیہ کے اقوال سے گزر چکا، اس کے علاوہ اس موقع پر آپ کے طریق اجتہاد کا مختصراً بیان یہ ہے کہ دلائل شرع کے اصول اجتہاد یا بنائی قیاس ہیں تین امر ہیں، قرآن، حدیث صحیح اور اجماع امت اور چوتھی دلیل قیاس ہے، جو ان تینوں میں سے کسی ایک سے مستنبط ہو، اس تفصیل سے جو ہم نے بیان کی، کسی امام حدیث یا امام فقہ کو انکار نہیں۔(۱)

امام صاحب پر ارجاء کے دفاع میں لکھتے ہیں:

بے شک بعض مصنفین نے (خدا ان پر رحم کرے) امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، حسن بن زیاد کو رجال مرجیہ میں شمار کیا ہے جس کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اور حضرت امام صاحب ممدوح کی طرز زندگی پر نظر نہ رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے اسے خوب اچھالا ہے؛ لیکن حقیقت رس علماء نے اس کا جواب کئی طریق پر دیا ہے۔(۲)

---

(۱) میر سیالکوٹی، ابراہیم، تاریخ اہل حدیث: ۳۱۲، مکتبہ قدسیہ اردو بازار لاہور

(۲) ابراہیم سیالکوٹی، تاریخ اہل حدیث ص: ۷۷، مکتبہ قدوسیہ لاہور

اس کے بعد مولانا موصوف نے علامہ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ)، حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ)، علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ)، شیخ عبد القادر جیلانی (م ۵۶۱ھ) وغیرہ مختلف حضرات علماء کے اقوال نقل کر کے امام صاحب کے دفاع میں مکمل تجزیہ کیا ہے، حافظ ذہبی کے اقوال کو نقل کر کے اس پر جو تجزیہ کیا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

> اسی طرح حافظ ذہبی اپنی دوسری کتاب تذکرۃ الحفاظ میں آپ کے ترجمہ کے عنوان کو معزز لقب امام اعظم سے مزین کر کے آپ کا جامع اخلاق حسنہ ہونا ان الفاظ میں ارقام فرماتے ہیں کان إماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویکتب.(۱)
>
> سبحان اللہ کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیات طیبہ کا نقشہ سامنے رکھ دیا اور آپ کی زندگی کے ہر علمی اور عملی شعبہ اور قبولیت عامہ اور غنائے قلبی اور حکام وسلاطین سے بے تعلقی وغیرہ فضائل میں سے کسی بھی غیر ضروری امر کو چھوڑ کر نہیں رکھا۔(۲)

آگے چل کر ایک محاکمہ کا عنوان قائم کرتے ہیں اس کے ذیل میں لکھتے ہیں:

> جس امر میں بزرگان دین میں اختلاف ہو اس میں ہم جیسے ناقصوں کا محاکمہ کرنا بری بات ہے، لیکن چوں کہ بزرگوں سے حسن تأدب کی بنا پر ہمارا فرض ہے کہ ان کے کلام کے صحیح محمل بیان کر کے ان سے الزام واعتراض کو دور کریں اور محض اپنی شخصی رائے سے نہیں؛ بلکہ بزرگوں ہی کے اقوال سے جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں۔(۳)

---

(۱) ذہبی، شمس الدین، تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۲۷، الطبعۃ الخامسۃ من الکتاب، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۸ء

(۲) تاریخ اہل حدیث ص: ۸۰ (۳) تاریخ اہل حدیث ص: ۸۸

اخیر میں فیض ربانی کا عنوان قائم کر کے اپنے دل کی بات کہی ہے اور بزرگوں کے ساتھ ادب واحترام کی تعلیم وتلقین فرمائی ہے، فیض ربانی کا عنوان ملاحظہ فرمائیں:

ہر چند کہ میں سخت گنہگار ہوں؛ لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ مولانا ابوعبداللہ عبیداللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیرآبادی کی صحبت وتلقین سے، یہ بات یقین کے رتبے تک پہونچ چکی ہے کہ بزرگان دین خصوصا حضرات ائمہ متبوعین سے حسن عقیدت نزول برکات کا ذریعہ ہے اس لئے بعض اوقات خدا تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے کوئی فیض اس ذرے بے مقدار پر نازل کر دیتا ہے اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ کے لئے کتب متعلقہ الماری سے نکالی اور حضرت امام صاحب کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر غبار آ گیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا ظُلُمَاتٌ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ. (۱) کا نظارہ ہو گیا خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈال دیا کہ یہ حضرت امام صاحب سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو میں کلمات استغفار دھرانے شروع کئے وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کے بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو ماند کر دیا، اس وقت سے میری حضرت امام صاحبؒ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان

---

(۱) النور: ۴۰

شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب سے حسن عقیدت نہیں ہے، کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرین معارج قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے فرماتا ہے: أَفَتُمَارُونَهُ عَلَى مَا يَرَى. (۱) میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے، هذا والله ولی الهداية۔ اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگان دین سے خصوصا ائمہ متبوعینؒ سے حسن ظن رکھیں اور گستاخی وشوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں کیوں کہ اس کا نتیجہ ہر دو جہاں میں موجب خسران ونقصان ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب ☆ بے ادب محروم شد از فضل رب

مولانا سیالکوٹی کا درد میں ڈوبا ہوا اور حقیقت کا انکشاف کرتا ہوا مضمون ان تمام اہل حدیث حضرات کے لئے عبرت ونصیحت ہے جن کا شیوہ ہی امام صاحب سے بدگمانی وبدزبانی کا ہے۔

مولانا سید نذیر حسین دہلوی (۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵ء=۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

مولانا سید نذیر حسین دہلوی اہل حدیث کے سرخیل اور شیخ الکل فی الکل ہیں آپ اپنی علمی ودینی خدمات کے بنا پر علماء ہند میں خاص مقام رکھتے ہیں، حضرت شاہ اسحاق دہلوی کے شاگرد ہیں، ملک وبیرون ملک ان کے شاگردوں کی بہت بڑی تعداد ہے، اہل حدیث کی یہاں مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں، مولانا سید نذیر حسین صاحب امام صاحب کا تذکرہ بڑے عقیدت واحترام سے کیا کرتے تھے اور ان کی شان میں گستاخی کرنے سے

(۱) النجم:۱۲

بہت نالاں رہا کرتے تھے اور امام صاحب کی شان میں بے ادبی کرنے والوں کو چھوٹا رافضی قرار دیتے تھے، مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے تاریخ اہل حدیث میں مولانا سید نذیر حسین صاحب کا امام صاحب کے ساتھ عقیدت واحترام کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مجھ سے بیان کیا کہ جن ایام میں میں کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے علم منطق تحصیل کرتا تھا اختلاف مذاق ومشرب کے سبب احناف سے میری گفتگو رہتی تھی ان لوگوں نے مجھ پر یہ الزام تھوپا کہ تم اہل حدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم یعنی شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین صاحب سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں، علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم معیار الحق میں حضرت امام صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: 'إمامنا وسيدنا أبو حنيفة النعمان أفاض الله شآبيب العفو والغفران' نیز فرماتے ہیں کہ مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں اور آیت کریمہ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ.(۱) میں زینت بخش مراتب ان کے لئے ہے۔(۲)

مولانا عبدالجبار غزنوی

امام اعظم ابوحنیفہ کی محدثانہ جلالت شان کے مصنف نے لکھا ہے کہ مولانا عبدالجبار غزنوی مدرسہ غزنویہ میں پڑھایا کرتے تھے، ان کے پاس مولوی عبدالعلی نامی ایک شخص

---

(۱) الحجرات:۱۳ (۲) تاریخ اہل حدیث، مولفہ ابراہیم سیالکوٹی ص:۹۷

پڑھا کرتا تھا، یہ شخص امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتا تھا، ایک مرتبہ اس نے کہا میں ابوحنیفہ سے بہتر ہوں، کیوں کہ انہیں سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں، اس بات کی اطلاع مولانا عبدالجبار کو پہونچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب واحترام کیا کرتے تھے، انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا اور کہا اس نالائق (عبدالعلی) کو مدرسہ سے نکال دو، جب وہ طالب علم مدرسہ سے نکالا گیا تو مولانا عبدالجبار غزنوی نے فرمایا، مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص مرتد ہوجائے گا، چنانچہ ایک ہفتہ نہ گزرا کہ وہ شخص مرزائی ہوگیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کرکے مسجد سے نکال دیا، اس واقعہ کے بعد کسی نے مولانا عبدالجبار غزنوی سے سوال کیا، حضرت! آپ کو کیسے علم ہوگیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہوجائے گا؟ فرمایا، جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آگئی من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی، میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں، میری نظر میں امام ابوحنیفہ اللہ کے ولی تھے، جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہوگیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے، اس لئے ایسے شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا ہے؟ (۱)

مولانا عبدالمنان وزیرآبادی (م ۱۳۳۰ھ)

مولانا عبدالمنان کا شمار اہل حدیث کے بڑے لوگوں میں ہوتا ہے آپ کو علم حدیث سے حد درجہ شغف تھا، مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ علم حدیث کی اشاعت میں کوئی محاکمہ باقی نہیں چھوڑا، آپ بلاتردد تقریبا سارے پنجاب کے استاذ ہیں علم حدیث سے اسی شغف کی بنا پر آپ ائمہ دین خصوصا امام صاحب کا بڑا احترام کیا کرتے تھے اور امام صاحب کا تذکرہ بڑے عقیدت سے کیا کرتے تھے، تاریخ اہل حدیث میں ہے:

آپ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے، چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے

---

(۱) امام ابوحنیفہ کی محدثانہ جلالت شان ص: ۳۹۰

جو شخص ائمہ دین خصوصا امام ابوحنیفہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔(۱)

مولانا اسماعیل سلفی

سابق امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان مولانا اسماعیل سلفی اپنے گہرے علم باریک بینی اورتوازن طبع کے لحاظ سے بہت مشہور ہیں، انہوں نے بھی امام صاحب کا تذکرہ بڑے احترام سے کیا ہے اور آپ کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، وہ اپنی کتاب فتاویٰ سلفیہ میں لکھتے ہیں:

جس قدر یہ زمین (کوفہ) سنگلاخ تھی اسی قدر وہاں اعتقادی وعملی اصلاح کے لئے ایک آئینی شخصیت حضرت امام ابوحنیفہ کی تھی جن کی فقہی موشگافیوں نے اعتزال وتجہم کے ساتھ رفض وتشیع کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیا، اللهم ارحمه واجعل الجنة الفردوس مأواه.(۲)

مولانا داؤد غزنوی

حلقہ اہل حدیث میں ایک محترم نام مولانا داؤد غزنوی کا ہے جو اہل حدیث کے مقتدر علماء میں شمار ہوتے ہیں اور اپنے متوازن طبیعت کے بنا پر علماء اہل حدیث میں کافی مقبول ہیں، مولانا غزنوی کا طرز عمل امام صاحب کے تعلق سے کافی عقیدت مندانہ ہے، جو لوگ امام صاحب کی شان میں بے ادبی کرتے تھے مولانا غزنوی ان سے بہت نالاں رہتے تھے اور اس کا اظہار افسوس کے ساتھ کیا کرتے تھے، مشہور مؤرخ اسحاق بھٹی مولانا داؤد غزنوی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہل حدیث کی

(۱) تاریخ اہل حدیث مصنفہ ابراہیم سیالکوٹی ص:۴۸۶ (۲) فتاویٰ سلفیہ ۱۴۳

تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی بڑے دردناک لہجے میں فرمایا مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے کوئی بہت عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ سترہ حدیثوں کا عالم گرادنتا ہے جو لوگ اتنے بڑے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یکجہتی کیوں کر پیدا ہوسکتی ہے یا غربة العلم إنما أشكو بثي وحزني إلى الله.(۱)

شیخ البانی (م۱۴۲۰ھ)

اہل حدیث میں ایک معروف نام شیخ البانی کا ہے۔اہل حدیث کے یہاں ان کو بڑی مرجعیت اور مقبولیت حاصل ہے، ماضی قریب میں عرب کے بڑے اور محقق عالموں میں ان کا شمار ہوتا ہے انہوں نے اگرچہ امام صاحب کے علم حدیث میں مقام ومرتبہ پر کلام کیا ہے اور یہ وہ گفتگو ہے جس پر بہت زیادہ لکھا گیا ہے، غالبا شیخ البانی نے اپنے موقف کی عبارت کو تلاش کر کے اپنے زعم کی عمارت قائم کردی ہے اگر منصفانہ انداز میں وہ امام صاحب کی حدیث میں خدمات کا جائزہ لیتے تو شاید ان کا وہ نظریہ نہ ہوتا ہے اس کے باوجود شیخ البانی نے امام صاحب کی دوسری تمام صلاحیتوں اور ان کی خدمات کا بڑی وسیع ظرفی سے اعتراف کیا ہے، چنانچہ وہ اپنی کتاب سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ میں لکھتے ہیں:

وحسبه ما أعطاه الله من العلم والفهم الدقيق حتى قال الإمام الشافعي الناس عيال في الفقه على أبي حنيفة

---

(۱) حدیث اہل حدیث ص:۲۷

ولذالك ختم الإمام الذهبي ترجمة الإمام في سير النبلاء ٥/٢٨٨) بقوله وبه نختم قلت الإمامة في الفقه ودقائقه مسلمة إلى هذا الإمام وهذا أمر لا شك فيه .

وليس يصح في الأذهان شيء = إذا احتاج النهار إلى دليل (١)

امام صاحب کے فضائل ومناقب کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وفہم کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا، یہاں تک کہ امام شافعی نے کہا کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے خوشہ چیں ہیں اور امام صاحب کی اسی عبقریت کی بنا پر امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں زبردست خراج عقیدت کے ساتھ اپنے کلام کو ختم کیا اور اس پر میں بھی اپنی بات مکمل کرتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ فقہ اور اس کی باریکیوں میں امام صاحب کی امامت مسلّم تھی اس میں کوئی شک نہیں ہے، جب دن کو ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت پڑے تو پھر ذہن میں کوئی بھی چیز درست نہیں ہوسکتی ہے۔

شیخ عبداللہ بن باز (م۱۴۲۰ھ)

ماضی قریب میں عرب کے مشہور اور متبحر لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، حدیث اور فقہ میں جو ان کا مقام ہے اور علماء اہل حدیث کے نزدیک جو ان کی اہمیت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، شیخ بن باز عقیدہ سلف کے حامل تھے اور ائمہ اربعہ کا ان کے یہاں بہت زیادہ احترام پایا جاتا ہے، عبداللہ بن امام احمد کی کتاب میں امام صاحب کی طرف خلق قرآن کو منسوب کیا گیا ہے، اس سلسلے میں شیخ بن باز سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے امام صاحب کی

(۱) البانی، ابوعبد الرحمٰن ناصر الدین، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، باب ۴۵۸ - ۱/۶۶۷، دار المعارف الریاض ڈیجیٹل لائبریری ۱۹۹۲ء

طرف سے مکمل دفاع کیا حتی کہ اس حصے کو اس کتاب سے نکال کر اسے حکومت کی طرف سے شائع کرایا گیا؛ لیکن بعد میں کسی مطبع نے اس حصے کے ساتھ بھی اسے شائع کر دیا جس پر شیخ بن باز نے بڑے دردمندانہ لہجے میں اپنے تأسف کا اظہار کیا، چنانچہ لکھتے ہیں:

زاد الأمر حتى صار هناك تأليف تطعن في أبي حنيفة وصار يقال "أبو حنيفة" ونحو ذلك هذا لا شك ليس من منهجنا وليس من طريقة علماء الدعوة ولا علماء السلف لأننا لا نذكر العلماء إلا بالجميل إذا اخطؤوا فلا نتابعهم في أخطائهم خاصة الأئمة هؤلاء الأربعة لأن لهم شأنا ومقاما لا ينكر.(۱)

بات یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ کی طعن پر متعدد کتابیں تصنیف کی گئیں اور کہا جانے لگا ''ابوحنیفہ'' اوراس طرح کے الفاظ حالانکہ یقینی طور پر ہمارے منہج اور ہمارے علماء سلف کا یہ طریقہ نہیں ہے، اس لئے کہ ہم علماء کا تذکرہ صرف خیر کے ساتھ کرتے ہیں اگر ان لوگوں سے کوئی غلطی ہوجاتی ہے تو ہم ان کی پیروی نہیں کرتے ہیں، خاص طور پر ہم ائمہ اربعہ کا تذکرہ ہمیشہ بھلائی اور اچھائی کے ساتھ کرتے ہیں، اس لئے کہ ان لوگوں کا وہ مقام ومرتبہ ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب (م ۱۳۰۷ھ)

اہل حدیث کے مقتدا اور پیشواء میں آپ کا شمار ہوتا ہے، حدیث اور دیگر علوم وفنون میں گہری واقفیت تھی، اردو عربی اور فارسی تینوں میں ان کی تصانیف ہیں۔ امام صاحب

(۱) منقول من شبکۃ سحاب السلفیۃ

کے متعلق ان کی شہادتیں انتہائی اہم ہیں، انہوں نے اپنی مختلف تصانیف میں امام صاحب کا ذکر خیر کیا ہے، الحطة في ذكر الصحاح الستة میں انہوں نے طبقہ ثالثہ کے ائمہ کبار میں امام جعفر صادق، امام مالک، امام اوزاعی، امام ثوری، ابن جریج اور امام شافعی کا تذکرہ کیا ہے، اس میں امام جعفر صادق کے بعد امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا بھی تذکرہ کیا ہے۔(۱)

اپنی ایک فارسی تصنیف میں نواب صاحب نے امام صاحب کو علم دین میں منصب امامت پر فائز ہونے کے ساتھ زہد وعبادت میں ائمہ سلوک کا امام بھی تسلیم کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

> امام اعظم ابو حنیفہ کوفی ولے چنانکہ درعلم دین منصب امامت دارد وہمچناں درزہد وعبادت امام سالکان است۔(۲)

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری (م۱۳۵۳ھ)

علم حدیث میں آپ کی شخصیت کا اندازہ آپ کی تصنیف ''تحفۃ الاحوذی'' سے لگایا جاسکتا ہے جو ترمذی شریف کی انتہائی جامع اور مفید شرح ہے اور شرح احادیث میں بہت کامیاب بھی ہے، اگر چہ اہل حدیث ہونے کی وجہ سے دلائل میں بعض جگہوں پر احناف کا بے جا تعاقب بھی کیا ہے؛ لیکن امام صاحب کے مقام بلند کے معترف تھے اور حدیث میں امام صاحب کی خدمات کو سراہتے تھے، چنانچہ تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں:

> حدیث کی قیود وشرائط کے بارے میں جتنی شدید پابندی اور احتیاط امام ابوحنیفہ نے کی ہے اور کسی نے اس کا ثبوت نہیں دیا ہے۔(۳)

---

(۱) صدیق حسن خان القنوجی، الحطة فی ذکر الصحاح الستة ۱/۹۰، الفصل الثامن فی علم اسماء، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۵ء

(۲) سرفراز خاں صفدر، مقام ابی حنیفہ ص:۸۱، دارالاشاعت دیوبند ۲۰۰۰ء

(۳) مبارکپوری، ابوالعلماء محمد عبدالرحمٰن، تحفۃ الاحوذی ۳/۲۳۹، باب ماجاء فی زکاۃ مال الیتیم، حدیث نمبر:۶۴۱

خلاصہ

اہل حدیث کے چنندہ، منتخب اور سرخیل وسرکردہ حضرات کی یہ شہادتیں ہیں جس میں امام صاحب کی خدمات کا اعتراف اور احترام ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، یہ حضرات نہ صرف خود امام صاحب کا احترام کیا کرتے تھے؛ بلکہ انہوں نے ادب واحترام کی تلقین بھی کی ہے اور بے ادبی اور گستاخی کی صورت میں دنیا وآخرت کی ناکامی وخسران کا بھی احساس دلایا ہے، ہمیں امید ہے کہ علماء اہل حدیث کی تحریر تمام اہل حدیث بھائیوں کی زندگی میں ہلچل پیدا کرے گی اور وہ اپنے غلط طرز عمل سے ان شاء اللہ باز آئیں گے، میں اپنی تحریر کو اسی شعر پر ختم کررہا ہوں جس پر مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے اپنی بات ختم کی ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب ☆ بے ادب محروم گشت از فضل رب

مآخذ ومراجع

نمبر	اسمائے مصنفین	وفات	اسمائے کتب	مطبوعات	سن طباعت
۱	آلوسی، نعمان بن محمود بن عبداللہ	۱۳۷۷ھ	جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین	مطبعۃ المدنی	۱۹۸۱ء
۲	ابن الاثیر الجزری، مجد الدین ابوالسعادات	۶۰۶ھ	جامع الاصول فی احادیث الرسول	مکتبہ دارالبیان	۱۹۷۲ء
۳	ابوداؤد، سلیمان بن اشعث	۲۷۵ھ	سنن ابی داؤد	دارالرسالۃ العالمیۃ	طبع ثالث ۲۰۰۳ء
۴	ابن حجر عسقلانی ابوالفضل احمد بن علی	۸۵۲ھ	الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار	دارالکتب العلمیہ بیروت	طبع اول ۱۴۱۳ھ
۵	//	۸۵۲ھ	تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الاربعۃ	دارالبشائر بیروت	۱۹۹۶ء
۶	//	۸۵۲ھ	تہذیب التہذیب	دائرۃ المعارف النظامیہ، ہند	طبع اول ۱۳۲۶ء
۷	ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد	۸۰۸ھ	تاریخ ابن خلدون	دارالفکر بیروت	طبع ثانی ۱۹۹۸ء
۸	ابن القیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر	۷۵۱ھ	اعلام الموقعین	دارالکتاب العربی بیروت	طبع اول ۲۰۰۰ء
۹	ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی	۲۷۳ھ	سنن ابن ماجہ	دارالرسالۃ العالمیۃ	طبع اول ۲۰۰۹ء
۱۰	ابن عبدالبر، ابوعمرو یوسف بن عبداللہ	۴۶۳ھ	جامع بیان العلم وفضلہ	دارابن الجوزی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ	۱۹۹۴ء
۱۱	ابن الہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد	۸۶۱ھ	فتح القدیر	دارالفکر	

۱۲	ابن خلکان، شمس الدین احمد بن محمد	۶۸۱ھ	وفیات الاعیان المعروف تاریخ ابن خلکان	دار صادر بیروت	۱۹۹۴ء
۱۳	اسماعیل سلفی	۱۳۸۷ھ	فتاویٰ سلفیہ		
۱۴	البانی، ابوعبدالرحمٰن محمد ناصرالدین	۱۴۲۰ھ	السلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ	دارالمعارف الریاض	طبع اول ۱۹۹۲ء
۱۵	بخاری، محمد بن اسماعیل	۲۵۶ھ	صحیح البخاری	دار طوق النجاۃ	طبع اول ۱۴۲۲ھ
۱۶	//	۲۵۶ھ	قرۃ العینین برفع الیدین	دارالارقم، کویت	طبع اول ۱۹۸۳ء
۱۷	//	۲۵۶ھ	التاریخ الکبیر	دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد	
۱۸	بیہقی، احمد بن حسین بن علی	۴۸۵ھ	السنن الکبریٰ للبیہقی	دارالکتب العلمیہ بیروت	طبع ثالث ۲۰۰۳ء
۱۹	ترمذی، محمد بن عیسیٰ سورۃ	۲۷۹ھ	العلل الصغیر	داراحیاء التراث العربی	
۲۰	تقی الدین عبدالقادر التمیمی	۱۰۱۰ھ	الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ	مکتبہ شاملہ	
۲۱	جامی، عبدالرحمٰن		نفحات الانس		
۲۲	حصکفی، شیخ علاء الدین	۱۰۸۸ھ	درمختار	مکتبہ زکریا، دیوبند	
۲۳	خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی	۴۶۳ھ	تاریخ بغداد	دارالکتب العلمیہ بیروت	۱۹۹۷ء
۲۴	خوارزمی، محمد بن محمود	۶۶۵ھ	جامع المسانید	مکتبہ حنفیہ	
۲۵	ذہبی، شمس الدین ابوعبد اللہ محمد بن احمد	۷۴۸ھ	تذکرۃ الحفاظ	دارالکتب العلمیہ بیروت	طبع اول ۱۹۹۸ء
۲۶	//	۷۴۸ھ	سیراعلام النبلاء	دارالحدیث، قاہرہ	۲۰۰۶ء
۲۷	شیخ زکریا کاندھلوی	۱۹۸۲ء	اوجز المسالک	دارالقلم، دمشق	
۲۸	زیلعی، ابومحمد عبداللہ بن یوسف	۷۶۲ھ	نصب الرایہ	دارالکتب الاسلامیہ لاہور	طبع اول ۱۹۳۸ء

۲۹	سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین	۹۱۱ھ	طبقات الحفاظ	دارالکتب العلمیہ بیروت	
۳۰	سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین	۹۱۱ھ	تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی	دارطیبہ	
۳۱	شامی، محمد امین ابن عابدین	۱۲۵۲ھ	ردالمحتار	مکتبہ زکریا، دیوبند	طبع اول ۱۹۹۶ء
۳۲	صفی الدین خزرجی، احمد بن عبداللہ	۹۲۳ھ	خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال	دارالبشائر، حلب	طبع خامس ۱۴۱۶ھ
۳۳	نواب صدیق حسن خان قنوجی	۱۳۰۷ھ	الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ	دارالکتب العلمیہ بیروت	۱۹۸۵ء
۳۴	عبدالقادر القرشی	۷۷۵ھ	الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ	میر محمد کتب خانہ کراچی	
۳۵	عینی، بدرالدین	۸۵۵ھ	البنایہ شرح الہدایہ	دارالکتب العلمیہ بیروت	طبع اول ۲۰۰۰ء
۳۶	عینی، بدرالدین	۸۵۵ھ	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	داراحیاء التراث العربی، بیروت	
۳۷	محمد عرفان بیگ نوری		روح تصوف ترجمہ الرسالۃ القشیریۃ	دارالعرفان سرسید نگر علی گڑھ	
۳۸	عبدالمجید یزدانی		گنج مطلوب ترجمہ کشف المحجوب	صابری بکڈپو، دیوبند	
۳۹	مفتی عبدالرحیم لاجپوری	۱۴۲۴ھ	فتاویٰ رحیمیہ		
۴۰	شاہ عبدالعزیز دہلوی	۱۲۳۹ھ	تحفہ اثنا عشریہ عربی	المطبعۃ السلفیۃ، قاہرہ	۱۳۷۳ھ
۴۱	مولانا عبداللہ معروفی		حدیث اور فہم حدیث	مکتبہ عثمانیہ دیوبند	
۴۲	لکھنوی، ابوالحسنات محمد عبدالحئ	۱۳۰۴ھ	الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیہ	مکتبہ خیر کثیر، کراچی	
۴۳	مبارکپوری، ابوالعلاء محمد عبدالرحمٰن	۱۳۵۳ھ	تحفۃ الاحوذی	دارالکتب العلمیہ بیروت	
۴۴	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱ھ	صحیح مسلم	داراحیاء التراث العربی، بیروت	

۴۵	میر سیالکوٹی، ابراہیم	۱۹۵۶ء	تاریخ اہل حدیث	مکتبہ قدوسیہ، لاہور	
۴۶	مالک بن انس بن مالک	۱۷۹ھ	موطا مالک	مؤسسۃ زاید بن سلطان ابوظہبی	طبع اول ۲۰۰۴ء
۴۷	مودودی، ابوالاعلیٰ	۱۹۷۹ء	خلافت وملوکیت	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	
۴۸	نووی، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف	۶۷۶ھ	تہذیب الاسماء واللغات	دارالکتب العلمیہ بیروت	
۴۹	ہجویری، شیخ علی	۴۶۵ھ	کشف المحجوب عربی	مکتبہ الاسکندریہ	۱۹۷۴ء
۵۰	یافعی، ابومحمد عفیف الدین	۷۶۸ھ	مرآۃ الجنان	دارالکتب العربیہ بیروت	طبع اول ۱۹۹۷ء

امام صاحب پر لکھی گئی عربی کتابیں

اسمائے مصنفین	وفات	اسمائے کتب	صفحات	مطبوعات	سن طباعت
ابن حجر مکی، شیخ شہاب الدین احمد	م۹۷۲ھ	الخیرات الحسان	۸۷	السعادۃ بجواز محافظۃ مصر	
ابوزہرہ، الامام محمد	م۱۹۷۴ء	ابوحنیفۃ حیاتہ وعصرہ۔آراءہ وفقہہ	۵۳۶	دارالفکر العرب	طبع ثانی ۱۹۷۴ء
ابن عبدالبر،ابو عمرو یوسف بن عبداللہ	م۴۶۳ھ	الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء	۱۷۴	دارالکتب العلمیہ بیروت	
الجندی، عبدالعلیم		ابوحنیفہ بطل الحریۃ و التسامح فی الاسلام	۲۳۶	لجنۃ التعریف بالاسلام مصر	۲۰۰۱ء
حارثی، محمد قاسم عبدہ		مکانۃ الامام ابی حنیفۃ بین المحدثین	۶۶۰	رسالۃ الدکتورۃ جامعۃ الدراسات الاسلامیہ پاکستان	
ذہبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان	م۷۴۸ھ	مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ	۱۰۱	لجنۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد	طبع رابع ۱۴۱۹ھ
صالحی، محمد بن یوسف دمشقی شافعی	م۹۴۲ھ	عقود الجمان	۴۳۹		۱۳۹۹ھ
صیمری، قاضی ابوعبد اللہ حسین بن علی	م۴۳۶ھ	اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ	۱۶۸	دارالکتاب العربی بیروت	طبع ثانی ۱۹۷۶ء
السید عفیفی		حیاۃ الامام ابی حنیفہ	۲۳۹	المطبعۃ السلفیۃ قاہرہ	
کردری، حافظ الدین محمد	م۸۲۷ھ	مناقب ابی حنیفہ	۵۳۲	دارالکتاب العربی بیروت	۱۹۸۱ء
کیرانوی، شیخ حبیب احمد		ابوحنیفہ واصحابہ	۲۳۴	دارالکتب العربی بیروت	طبع اول ۱۹۸۹ء
سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین	م۹۱۱ھ	تبییض الصحیفۃ بمناقب ابی حنیفۃ	۱۳۳	دارالکتب العلمیہ بیروت	طبع اول ۱۹۹۰ء
السید مصطفیٰ نورالدین الحسینی		المطالب المنیفۃ فی القرب عن الامام ابی حنیفہ	۲۴	مطبعۃ الآداب بغداد	۱۳۲۹ھ

نعمانی، الشیخ محمد عبدالرشید		مکانۃ ابی حنیفۃ فی الحدیث	۱۶۸	مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب	طبع رابع ۱۴۱۶ھ
وہبی سلیمان الغاوجی	م۲۰۱۳ء	ابوحنیفۃ النعمان امام الائمۃ الفقہاء	۳۸۵	دارالقلم دمشق	

امام ابوحنیفہ پر لکھی گئی بعض اردو کتابیں

اسمائے مصنفین	وفات	اسمائے کتب	صفحات	مطبوعات	سن طباعت
ادریس سرور		حضرت امام ابوحنیفہ کے سو قصے	۵۱	بیت العلم انارکلی، لاہور	جنوری ۲۰۱۰
مولانا ابوالبشیر		تحفۂ حنیفہ	۳۲۹	قادری رضوی کتب خانہ، لاہور	۲۰۰۸ء
ابوالحسن شریف اللہ الکوثری		امام اعظم ابوحنیفہ شہید اہل بیت	۱۳۴	مکتبہ سلطان عالمگیر لاہور	طبع اول ۱۹۹۰ء
قاضی اطہر مبارکپوری	م۱۹۹۶ء	سیرت ائمہ اربعہ	۲۵۸	ادارہ اسلامیات لاہور	
خان آصف		اسلام کے محافظ	۳۵۲	اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس	طبع اول ۲۰۰۵ء
سید شاہ تراب الحق قادری		سیدنا حضرت امام اعظم	۳۵۴	زاویہ پبلیشرز لاہور	۲۰۰۹ء
اعظمی، مولانا حبیب الرحمٰن		علم حدیث میں امام ابو حنیفہ کا مقام و مرتبہ		جمعیۃ علماء دہلی	
مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی	م۱۹۵۰ء	امام ابوحنیفہ اور ان کے ناقدین	۱۸۳	مکتبہ الحق ممبئ	ستمبر ۲۰۰۱ء
خلیل احمد تھانوی		امام اعظم ابوحنیفہ حالات، کمالات، ملفوظات	۱۲۲	دارالقلم لاہور	
رئیس احمد جعفری		سیرت ائمہ اربعہ	۵۸۴	تاج کمپنی جامع مسجد دہلی	۲۰۱۰ء
سرفراز خان صفدر	م۲۰۰۹ء	مقام ابوحنیفہ		صفدریہ گوجرانوالہ، لاہور	جنوری ۲۰۰۷ء
شبلی نعمانی	م۱۹۱۴ء	سیرت النعمان	۲۳۲	دارالکتاب دیوبند	
قادری، طاہر الاسلام		امام ابوحنیفہ امام الائمۃ فی الحدیث	۸۶۵	منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور	اشاعت اول ستمبر ۲۰۰۷ء

قادری، ڈاکٹر محمد طاہر الاسلام		امام اعظم اور امام بخاری	١٤٢	منہاج القرآن پرنٹرز لاہور	اشاعت اول ستمبر ٢٠٠٨ء
محمد طاہر منصوری، عبد الحی ابڑو		امام ابو حنیفہ حیات، فکر اور خدمات	٢٨٨	اریب پبلیکیشنز، دہلی	٢٠٠٩ء
طلبہ تخصصات دار العلوم حیدر آباد		امام ابو حنیفہ اور علم حدیث	٢٢٣	جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدر آباد	٢٠٠٤ء
مفتی عزیز الرحمٰن	م ١٣٤٦ھ	امام اعظم ابو حنیفہ	٣٩١	مکتبہ رحمانیہ، لاہور	١٩٧٩ء
مولانا عبد القیوم حقانی		امام ابو حنیفہ کے حیرت انگیز واقعات	٢٧٢	القاسم اکیڈمی نوشہرہ سرحد، پاکستان	
محمد عبد الشہید نعمانی		امام ابو حنیفہ کی تابعیت	١٢٨	الرحیم اکیڈمی، کراچی	
عبد القدوس خان		امام ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع	٤٣٤	عمر اکادمی گوجرانوالہ	١٩٩٩ء
ڈاکٹر عبد الستار		سیدنا امام اعظم کی محدثانہ جلالت شان	٦١٤	اتحاد اہل سنت والجماعت سرگودھا	طبع اول جولائی ٢٠٠٦ء
مولانا عبد اللہ بستوی (مترجم)		تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان	٣٧٨	مکتبہ شیخ الہند دیوبند	
مولانا عبد القیوم حقانی		دفاع ابو حنیفہ	٣٥٢	مکتبہ الریاض دیوبند	
عینی		امام ابو حنیفہ	٢٣٤	عظم اسٹیم پریس چار مینار، حیدر آباد	

مؤلف کے کوائف

نام	:	امانت علی بن محمد صداقت
تاریخ پیدائش	:	۱۴۰۵/۱۲/۹ھ=۱۹۸۵/۵/۳۱ء
آبائی وطن	:	اسلام پور، ناظر مومن لین، چمپانگر، بھاگلپور (بہار) 812004
ابتدائی تعلیم	:	مدرسہ اصلاح المسلمین چمپانگر، مدرسہ اسلامیہ رشیدیہ اسلام پور، چمپانگر
ثانوی تعلیم	:	مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور (اول تا پنجم ۱۹۹۸ء-۲۰۰۳)
ہفتم تا دورہ حدیث	:	دارالعلوم دیوبند (فضیلت ۲۰۰۵ء)
تکمیلِ افتاء	:	دارالعلوم دیوبند ۲۰۰۶ء
مطالعہ کتبِ افتاء	:	دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ شامی کا بالاستیعاب مطالعہ) ۲۰۰۷ء و ۲۰۰۸ء
ایم۔اے	:	(اسلامک اسٹڈیز) (۲۰۱۲ء-۲۰۱۳ء) مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد
تدریس	:	۲۰۰۹ء و ۲۰۱۰ء جامعۃ القرآن والسنۃ والخیریۃ بجنور، یوپی۔ ۲۰۱۱ء تا حال جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد۔ ان دونوں اداروں میں درج ذیل کتب کی تدریس کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ، طحاوی، مشکوٰۃ، جلالین، ہدایہ ثانی وثالث، درمختار، الاشباہ والنظائر، قواعد الفقہ، سراجی، شرح عقائد، نورالانوار، شرح قطرالندی، علم الصیغہ
تصنیفی کام	:	☆ فتاویٰ شامی کا دراسہ وتحقیق وتصحیح، مطبوعہ زکریا بک ڈپو دیوبند ☆ تحفۃ العبقری شرح سنن الترمذی (افادات حضرت مولانا اکرام علی صاحب) ☆ امام ابوحنیفہ سوانح وافکار ☆ تذکرہ علماء، مساجد ومدارس چمپانگر (مشترکہ تالیف)
مقالات ومضامین	:	تقریباً چالیس سے زائد مضامین ملک کے درج ذیل مؤقر اخبار ورسائل میں چھپ چکے ہیں (رسائل) سہ ماہی مطالعات دہلی، ماہنامہ الفاروق پاکستان، ترجمان دارالعلوم دہلی، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ندائے دارالعلوم وقف، ضیائے علم حیدرآباد، ماہنامہ ریاض الجنۃ جونپور، راہِ اعتدال عمرآباد، افکار ملی دہلی، (اخبارات) روزنامہ انقلاب، روزنامہ سیاست حیدرآباد، منصف حیدرآباد، صحافی دکن حیدرآباد، جہانِ اردو (آن لائن) اسٹار نیوز پروٹول (آن لائن)

IMAM ABU HANIFA
SAWANEH WA AFKAR

by

Amanat Ali Qasmi

امام صاحبؒ کی حیات وخدمات پر درجنوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں، اور ان شاء اللہ آئندہ بھی لکھی جاتی رہیں گی، پیش نظر کتاب "امام ابوحنیفہؒ۔سوانح وافکار" بھی اس میں ایک اہم اضافہ ہے، جو محض ایک تحریر نہیں ہے، بلکہ امام صاحب کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر ایک جامع کتاب ہے، ابواب اور فصلیں قائم کرکے مؤلف کتاب نے حسن ترتیب کا ثبوت دیا ہے، نیز امام صاحب کی زندگی کے بعض مخفی گوشوں کو وا کرکے قارئین کی دلچسپی کا سامان فراہم کیا ہے، اسلوب تحریر میں سلاست اور شگفتگی ہے، حوالہ جات کا خصوصی اہتمام ہے

(مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

اس کتاب کے مصنف مولانا امانت علی قاسمی صاحب۔زادہ اللہ شرفہ۔بڑے سنجیدہ، محقق، علمی وتصنیفی ذوق سے آراستہ اور صالح عالم ہیں۔کتاب کے تین ابواب میں حضرت امام اعظم کی حیات، فکرونظر، خدمات اور آپ کی بابت اہل علم کی آراء کو سلیقے کے ساتھ مصنف نے یکجا کردیا ہے۔گوکہ یہ تحریر آپ کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، لیکن انھیں ایک کتاب کی شکل دینے کی کامیاب کوشش مصنف نے کی ہے۔

(ڈاکٹر رحیم اختر عمری)

اس کتاب کی کئی فصلیں بالکل منفرد اور ممتاز ہیں، جن سے یہ کتاب امام پر لکھی گئی دیگر کتابوں میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے: امام کی معاشی واقتصادی سرگرمیاں، میدان تصوف میں امام کا مقام ومرتبہ، امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے امام کے تعلق سے اقوال وآراء، اہل حدیث اور غیر مقلدین کے اساطین مذہب کی امام کے تعلق سے ثناء خوانیاں، یہ اور ان جیسے کئی ایک موضوعات وہ ہیں، جن پر ماضی کے مؤلفین ومصنفین نے یکجا، بالترتیب اور مستقل نہیں لکھا، مگر یہ اس کتاب کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس میں ان جیسے موضوعات پر نہ صرف سیر حاصل بحث کی گئی ہے، بلکہ موضوع کا حق ادا کیا گیا ہے، موخر الذکر فصل میں تو مؤلف موصوف نے غیر مقلدین حضرات کو آئینہ دکھایا ہے اور خوب دکھایا ہے، حالات حاضرہ کے تناظر میں اس موضوع پر لکھنے کی شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔

(مفتی امدادالحق بختیار قاسمی)

EDUCATIONAL
PUBLISHING HOUSE
www.ephbooks.com

978-93-5073-888-7